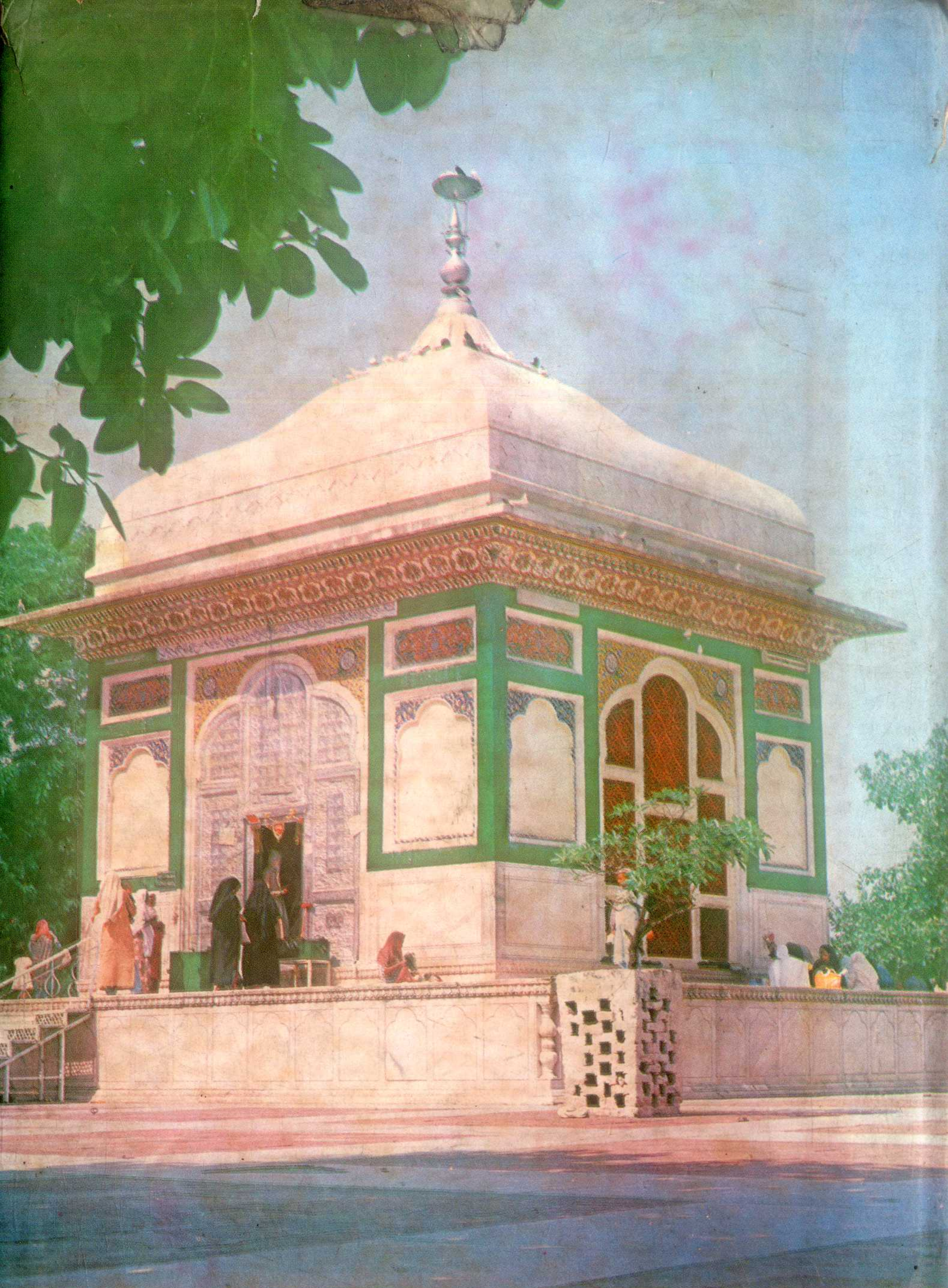

تذکرہ
حضرت میاں میرؒ

نذیر احمد خان جمال

تذکرہ

حضرت میاں میرؒ

فاروقی قادریؒ

مصنّفہ

مورّخ لاہور میاں محمد دین کلیم قادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ
لاہور ۲

جملہ حقوق محفوظ بحق ناشر

نام کتاب	———	تذکرہ حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری
مصنّف	———	مورخ لاہور میاں محمّد دین کلیم قادری
کتابت	———	قاضی نثار النبی
بار اوّل	———	اکتوبر ۱۹۸۶ء
قیمت	———	[illegible] روپے
ناشر	———	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور ۲
		فون :- ۶۳۴۶۴

انتساب

قمر الملّت والدّین

حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس اللہ سرہٗ

کے نام

جن کے اللہ جل جلالہٗ اور اللہ جل جلالہٗ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر

ایمانِ محکم کے انوار

پاکستان بھر میں ضیاپاشی کرتے رہیں گے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ، سردار علی احمد خاں	۱۱
۲	پیش لفظ، محمد دین کلیم قادری	۱۹
۳	منقبت حضرت میاں میرؒ بالا پیر فاروقی۔	۲۵
i	شہزادہ داراشکوہ قادریؒ	۲۶
ii	ترجمانِ حقیقت علامہ محمد اقبالؒ	۲۸
۴	حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے محبت و عقیدت،	۳۰
۵	سوانح، ولادت باسعادت	۳۳
۶	تلاشِ مُرشد	۳۴
۷	وُرود لاہور	۳۷
۸	لاہور میں آپ کے اساتذہ کرام	۳۸
۹	نسب نامہ	۴۲
۱۰	مُرشدی سلسلہ	۴۳
۱۱	آپ کا کلام	۴۵
۱۲	جو اشعار آپؒ اکثر پڑھا کرتے تھے۔	۴۷
۱۳	آپ کی تحریر	۴۹
۱۴	آپ کی تصاویر	۴۹
۱۵	حضرت میاں میرؒ کا طریقِ عبادت	۵۰
۱۶	حضرت شاہ کاکو چشتیؒ کے مزار پر حاضری	۵۰
۱۷	دربار حضرت داتا گنج بخش پر حاضری	〃
۱۸	اقوال و تعلیمات حضرت	۵۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	میاں میرؒ قادری لاہوری	
۱۹	توحید	۵۱
۲۰	یادباری تعالےٰ	۵۲
۲۱	عشقِ رسول	〃
۲۲	شریعت، طریقت اور حقیقت	〃
۲۳	دُعا کا اثر	۵۳
۲۴	اعمالِ حسنہ	۵۴
۲۵	وجد و شعور	〃
۲۶	توکل	〃
۲۷	ترک و تجرید	۵۵
۲۸	مسئلہ رویتِ حق	〃
۲۹	سماع	۵۶
۳۰	نذرانوں سے پرہیز	〃
۳۱	قبر پرستی کی مذمت	۵۷
۳۲	ادائے نماز	〃
۳۳	کم گوئی کی تلقین	〃
۳۴	دسترخوان پر مریدوں کی شمولیت۔	۵۸
۳۵	توبہ اور موت	〃
۳۶	ناپاکی	۵۹
۳۷	دُنیا سے نفرت	۵۹
۳۸	بڑھاپا اور حرص	۶۰
۳۹	لباس	〃
۴۰	بیٹھنے کا طریقہ	〃
۴۱	استغناء	۶۱
۴۲	ترکِ جاہ	〃
۴۳	اخلاق عالیہ	۶۴
۴۴	حضرت میاں میرؒ قادری اور جلال الدین اکبر بادشاہ	۶۶
۴۵	حضرت میاں میر قادریؒ اور شہنشاہ نورالدین جہانگیر۔	۶۸
۴۶	حضرت میاں میرؒ قادری اور شہنشاہ شہاب الدین شاہجہان صاحبقران۔	۷۲
۴۷	نواب وزیرخاں	۷۶
۴۸	حضرت میاں میرؒ قادری اور شہزادہ شہریار	۷۸
۴۹	مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حاضری	۷۹
۵۰	دربار صاحب امرتسر کا سنگِ بنیاد	۸۰
۵۱	گوروجی کی زندان خانہ سے رہائی	۸۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۲	حضرت میاں میرؒ قادری اور شہزادہ دارا شکوہ قادری	۸۳
۵۳	دارا شکوہ اور اورنگ زیب عالمگیر	۹۹
۵۴	لاہور میں وہ مقامات جہاں حضرت میاں میرؒ ریاضت اور مجاہدات میں مصروف رہا کرتے تھے	۱۰۴
۵۵	تشریح مقامات	۱۰۷
۵۶	حضرت میاں میرؒ کا ایرانی مجتہد سے مناظرہ ،	۱۱۲
۵۷	خلفائے عظام و مریدین حضرت میاں میرؒ قادری ۔	۱۱۵
۵۸	حضرت حاجی نعمت اللہ قادری سرہندی	//
۵۹	حضرت مُلّا ابراہیمؒ رحی قادری	۱۱۸
۶۰	حضرت سیّد اشرفؒ قادری	۱۱۹
۶۱	حضرت نور الدینؒ قادری	//
۶۲	حضرت میاں نتھا المعروف بہ نتھے شاہؒ دیوان قادری	//
۶۳	حضرت حاجی سلیمانؒ قادری	۱۲۲
۶۴	حضرت سیّد نوریؒ قادری	//

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵	حضرت شیخ نور الدینؒ قادری	۱۲۲
۶۶	حضرت بہار لنگؒ قادری	//
۶۷	حضرت حاجی مصطفےٰؒ سرہندی قادری	۱۲۳
۶۸	حضرت شیخ ابوالکادمؒ قادری	//
۶۹	حضرت شیخ ابوالخیرؒ قادری	۱۲۴
۷۰	حضرت مُلّا خواجہ بہاریؒ قادری	//
۷۱	حضرت مُلّا حامد گوجرؒ قادری	۱۲۸
۷۲	حضرت اخوند میرک شیخ ہروی	//
۷۳	حضرت حاجی محمد صالح کاشمیری قادری ۔	۱۲۹
۷۴	حضرت مُلّا ابوبکرؒ قادری	۱۳۰
۷۵	حضرت مُلّا عیسیٰ قادری سیالکوٹی	//
۷۶	حضرت حافظ اسماعیلؒ قادری	۱۳۱
۷۷	حضرت شاہ عبدالغنیؒ قادری	//
۷۸	حضرت شیخ غیاثؒ قادری	۱۳۲
۷۹	حضرت حاجی سلیمانؒ ثانی قادری	//
۸۰	حضرت میاں نور محمدؒ قادری	//
۸۱	حضرت حاجی سیّد عبدالرحمان قادری	۱۳۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۲	حضرت حاجی پراچہؒ قادری	۱۳۳
۸۳	حضرت میاں محمد شریفؒ قادری	۱۳۴
۸۴	حضرت میاں محمد مراد قادریؒ	〃
۸۵	حضرت ملا فتح محمدؒ قادری	۱۳۵
۸۶	حضرت سید احمد نوریؒ قادری	〃
۸۷	حضرت ملا خواجہؒ کلاں قادری	〃
۸۸	حضرت میاں حاجی محمدؒ بنیانی قادری	〃
۸۹	حضرت خواجہ محمد شریف قادری	۱۳۷
۹۰	حضرت شیخ عبد الواحد قادری	〃
۹۱	حضرت شیخ محمدؒ قادری	۱۳۸
۹۲	حضرت مسکین شاہؒ امری قادری	۱۳۹
۹۳	حضرت ملا سعید خانؒ قادری	〃
۹۴	حضرت شیخ عبد الحقؒ مجذوب قادری	۱۴۰
۹۵	حضرت ملا عبد الغفورؒ قادری	۱۴۱
۹۶	حضرت مبارک حسینؒ خوانی قادری	〃
۹۷	حضرت شاہ برہانؒ بخاری قادری	〃
۹۸	حضرت شاہ جمالؒ نوری قادری	۱۴۲
۹۹	حضرت شیخ احمد سامیؒ قادری	۱۴۳
۱۰۰	حضرت شیخ احمد دہلویؒ قادری	۱۴۳
۱۰۱	حضرت میاں ابو المعالیؒ قادری	۱۴۴
۱۰۲	حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ قادری	۱۴۵
۱۰۳	آنجنابؒ کے معاصر اولیائے لاہور	۱۵۸
۱۰۴	حضرت شیخ شمس الدین قادری لاہوری	۱۶۰
۱۰۵	حضرت شاہ ابو المعالیؒ قادری لاہوری	۱۶۳
۱۰۶	حضرت شاہ بلاولؒ قادری لاہوری	۱۶۴
۱۰۷	حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشانؒ نقشبندی لاہوری	۱۶۶
۱۰۸	حضرت شیخ جامیؒ لاہوری	۱۶۸
۱۰۹	ملا محمد ٹھٹھوی	۱۶۹
۱۱۰	حضرت قاضی محی الدین قادری کلانوری	〃
۱۱۱	حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۷۱
۱۱۲	میرزا حسام الدینؒ احمد دہلوی	۱۷۳
۱۱۳	نواب ملا سعد اللہ خاں	〃
۱۱۴	حضرت شاہ نور الحق قادریؒ دہلوی	۱۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۵	حضرت ملا عبد الحکیم سیالکوٹی	۱۷۷
۱۱۶	خوارق عادات و کرامات حضرت میاں میرؒ قادری۔	۱۸۰
۱۱۷	حضرت میاں میرؒ کے متعلق بزرگان کی رائے۔	۲۰۳
۱۱۸	حجرہ جس میں ساٹھ سال قیام پذیر رہے۔	۲۰۵
۱۱۹	وصال	۲۰۷
۱۲۰	حضرت میاں میرؒ کے گیارہ اصول	۲۱۲
۱۲۱	۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں پاکستان پر بھارتی یورش اور حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری کی کرامت۔	۲۱۴
۱۲۱	بعد از وصال حضرت میاں میرؒ فاروقی جو حضرات آپکے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے۔	۲۱۵
۱۲۲	محکمہ اوقاف	۲۱۸
۱۲۳	بادشاہی مسجد لاہور کی تعمیر	۱۲۲
۱۲۴	درگاہ عالیہ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری۔	۲۲۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲۵	سجادہ نشینان خانقاہ عالیہ حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری	۲۲۶
۱۲۶	سجادہ نشینان (حالات)	۲۳۰
۱۲۷	i حضرت محمد شریف فاروقی	〃
	ii مہدی شاہ فاروقی	〃
	iii جعفر شاہ فاروقی	۲۳۱
	iv معصوم شاہ فاروقی	〃
	v حنیف شاہ فاروقی	۲۳۲
	vi خدا بخش فاروقی	〃
	vii محمد شاہ فاروقی	۲۳۳
	viii محبوب شاہ فاروقی	〃
	ix عنایت شاہ ولد تھنے شاہ	۲۳۴
	x سید علی شاہ	〃
	xi نور الحسن شاہ	۲۳۵
۱۲۸	نورٌ علیٰ نور	۲۳۸
۱۲۹	قبرستان عوام الناس	۲۴۰
۱۳۰	مقبرہ حضرت ملا شاہؒ بدخشانی	۲۴۲
۱۳۱	مقبرہ حضرت خواجہ بہاریؒ	۲۴۳
۱۳۲	مقبرہ نادرہ بیگم	〃

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۳	احاطہ چار دیواری حضرت بی بی جمال خاتونؒ -	۲۴۶	۱۳۶	منقبت حضرت میاں میرؒ از سردار علی احمد خاں	۲۶۰
۱۳۴	حضرت بی بی جمالؒ بادی	۲۴۹	۱۳۷	ماخذ و منابع	۲۶۲
۱۳۵	کرامات حضرت میاں میرؒ فاروقی بعد از وصال	۲۵۰	۱۳۸	مختصر فہرست تصنیفات مؤرخ لاہور محمد دین کلیم حنفی قادری لاہوری	۲۷۰

مقدمہ

ز من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار اند

قرآن مجید میں انسانی نفوسِ قدسیہ کو "اولیاء اللہ" سے موسوم کیا گیا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں ان بزرگ ہستیوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہم انہیں صوفیاء بھی کہتے ہیں۔ ان اللہ والوں نے تبلیغ اسلام اور تنظیم ملّت کے لئے ہمیشہ شاندار رول ادا کیا ہے۔ کرنل خواجہ عبدالرشید نے لکھا ہے کہ "علماء نے نہ صرف مذہبی اور سیاسی پارٹیاں بنا کر اُمّت کا شیرازہ بکھیرا بلکہ حکمرانوں کو بسا اوقات دھوکہ دے کر انقلاب پیدا کروا دیئے۔ صوفیاء اسلام کا کردار ان سے بہت بلند رہا ہے انہوں نے نہ صرف حکمران کو صحیح نصیحتیں دیں، بلکہ مملکت کے کام میں سہولتیں پیدا کیں اور قوم میں یکجہتی کی جو جھلکیں ہمیں تاریخ میں نظر آتی ہیں وُہ انہیں صوفیائے کرام کی کوششوں کا نتیجہ تھیں اگر اس برِاعظم ہند و پاکستان میں اسلام صحیح طور پر پھیلا ہے تو اس کی بھی یہی وجہ ہے۔"

دنیاداروں کی عام روش کے برعکس صوفیاء اشاعت اسلام اپنے اور متعلقین کے تزکیۂ نفس انسانیت کی خدمت اور عوام کی اخلاقی سربلندی کے لئے برابر مشغول و منہمک رہے ہیں۔ اپنی ذات کے حوالے سے یادِ الٰہی اُن کا اوڑھنا بچھونا رہا اور وہ حُبِ دنیا و حصول جاہ سے بے نیاز رہے اپنی خانقاہ میں گوشہ نشین یہ پاکباز لوگ دنیاداروں سے الگ تھلگ شریعت کو تھامے، طریقت و

حقیقت کی راہوں پر چلتے رہے۔ انہوں نے اپنی روحانیت کے ذریعہ رشد و ہدایت کے نوری چراغ روشن کر کے ایک عالم کو منور و تاباں کر دکھایا۔

ایک موقعہ پر حضرت جُنید بغدادیؒ نے اپنے استاد اور پیر و مرشد حضرت ابو جعفرؒ سے پوچھا کہ مریدان حلقہ عوام سے کیوں الگ تھلک ہو جاتے ہیں؟۔ جواباً ارشاد ہوا کہ اس کی تین بڑی وجوہات ہیں۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ خود یہ پسند نہیں فرماتا کہ اس کے منتخب بندوں کے پاس بھی وہی چیز ہو جو عام لوگوں کو حاصل ہے اور اگر وہ یہ چاہتا کہ اپنے ان خواص کو بھی وہی چیز مرحمت کرے جو عامتہ الناس کے پاس موجود ہو تو پھر خدا وند قدوس کو عوام پر اپنا ایک خاص فضل کرنا پڑتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ربِ جلیل یہ نہیں چاہتا کہ اس کے خاص بندوں (اولیاء اللہ) کے نیک اعمال دوسرے لوگوں کے صفحات میں لکھے جائیں، وہ اگر یہ چاہتا تو انہیں عام لوگوں کی رفاقت میں ہی رہنے دیتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ (اولیاءؒ) ایسے لوگوں کا گروہ ہیں جن کا مقصود اور مطمعِ نظر صرف باری تعالیٰ کی ذات ہے۔ بنابریں ذات اپنے سوا ہر دوسری چیز کو اُن سے روک دیتی ہے اور انہیں صرف اپنے لئے ہی مخصوص رکھتی ہے۔

حضرت میاں میر قادری لاہوری علیہ الرحمتہ گرامی ——— اولیاء اللہ میں سے ایک ہیں۔ آپ کا اسم شریف میر محمد تھا۔ لقب میاں میر یا شاہ میر، میاں جیو بھی کہلاتے تھے۔

حضرت میاں میرؒ ۹۳۸ھ میں بمقام سیوستان (سیہون شریف ضلع دادو سندھ) پیدا ہوئے۔ آپ کا مذکورہ سن ولادت شہزادہ داراشکوہ ابن شاہ جہان بادشاہ نے اپنی تصنیف "سکینتہ الاولیاء" میں حضرت میاں میرؒ کے بھتیجے کے حوالہ سے درج کیا ہے، جبکہ صاحب تحفتہ الکرام نے سنِ پیدائش ۹۵۷ھ لکھا ہے۔

حضرت میاں میرؒ کے والد بزرگوار کا نام قاضی سائیں دتہ ابن قاضی قلندر فاروقی ہے

جو ۲۸ ویں پشت میں حضرت عمر فاروق رضؓ سے ملتے ہیں۔

حضرت کی والدہ محترمہ فاطمہ بی بی بنت قاضی قازن تھیں جو زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری میں اپنے وقت کی رابعہؒ تھیں۔

حضرت میاں میر صاحبؒ کے چار بھائی، قاضی بولن، قاضی عثمان، قاضی طاہر اور قاضی محمد تھے دو بہنیں بی بی جمال اور بی بی باری تھیں۔

حضرت میاں میرؒ بارہ برس کے تھے کہ یتیم ہو گئے۔ آپ نے اپنی والدہ مکرمہ سے علم باطنی حاصل کرنا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں عالم ملکوت کے اسرار و رموز آپ پر منکشف ہونے لگے اور دنیاوی تعلقات سے بے رغبت ہو گئے۔ اپنی والدہ صاحبہ کی اجازت لے کر سیر و سیاحت اور مجاہدہ و ریاضت کے لئے سندھ اور کوہستان کے علاقوں میں گھومتے پھرے۔ غوث دوران حضرت شیخ خضر سیوستانیؒ (المتوفی ۹۹۴ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ مرشد کی صحبت میں رہے اور انکی توجہ کے زیر اثر ماسوا اللہ کو ترک کر دیا۔

حضرت میاں میرؒ اپنے مرشد کی اجازت سے ۲۵ برس کی عمر میں وارد لاہور ہوئے۔ یہاں آکر مساجد میں قیام فرمایا۔ عہد اکبری کے مشہور عالم ملا سعد اللہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور اپنے ہم سبقوں پر سبقت لے گئے۔ بعد میں مولانا نعمت اللہ اور مفتی عبد السلام لاہوری سے بھی تعلیم حاصل کی۔ اُن دنوں حضرت میاں میرؒ ذکرِ حق کے لیے مقابر، جنگلوں اور باغوں میں چلے جاتے کہ جہاں لوگوں کا گزر نہ ہوتا تھا۔ لاہور کے ایک ویران مکان میں پندرہ روز تک جاتے رہے۔ کئی بار آپ کے ہمراہ مرید و معتقد لوگ بھی ہوتے تھے۔ وہ سب الگ الگ ایک ایک درخت کے نیچے یادِ خدا میں مشغول ہو جاتے۔ جب نماز کا وقت آتا تو سب باجماعت نماز ادا کرتے۔ رات کے وقت میاں میرؒ اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر کے بیدار رہتے۔ کسی کو اپنے پاس نہ رکھتے۔ قبلہ رُو ہو کر بیٹھتے اور اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے۔

کسے کو غافل از حق یک زمان ست
در آں دم کافرست امّا نہان ست
کزیں غفلت بجاں پیوستہ بودے
در اسلام بروئے بستہ بودے

آپ کئی برس تک راتوں کو نہیں سوئے۔ میاں محمد مراد مفتی سے روایت ہے کہ چند سال یہ معمول رہا کہ آپ پوری شب صرف ایک سانس لے کر گزار دیتے۔ جب عمر زیادہ بڑی ہوئی تو چار مرتبہ سانس لیتے۔

لاہور میں آپکے زہد و ورع کا چرچا ہوا اور لوگوں کو آپکے مرتبۂ عالی کا علم ہوا تو شہر چھوڑ کر سرہند چلے گئے۔ وہاں بیمار پڑ گئے۔ حاجی نعمت اللہؒ سرہندی نے دوران علالت آپکی خدمت کی۔ انہیں اپنی نظر عنایت سے نوازا اور مرید کیا۔ سرہند شریف میں آپ کا قیام قریباً ایک سال رہا اور یہ عرصہ آپنے یوں بسر کیا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ آپ دوبارہ تشریف لائے اور محلہ خوانی پورہ میں قیام کیا۔ اس جگہ بیٹھ کر آپ نے اپنے مریدوں کو اصلاحِ فکر اور تہذیب نفس کر کے اللہ والوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کی کہ جن کے روحانی فیض سے پورا خطۂ پنجاب منوّر ہو گیا۔

حضرت میاں میرؒ کا طریقۂ سلوک بہت مشکل تھا۔ جو طالب آپکے حلقۂ ارادت میں آتا اُسے بڑی دشوار اور صبر آزما ریاضتوں کی تلقین فرماتے۔ پھر مرید کے اخلاص اور اس کی استعداد کے مطابق اُسے تھوڑی مدّت میں درجۂ کمال تک پہنچا دیتے تھے۔ حضرت کے اپنے استغراق کا یہ عالم تھا کہ اکثر پوچھا کرتے کہ آج کونسا دن اور مہینہ ہے۔ کوئی ارادت مند اگر اپنی حلال کمائی سے بطور نذر کچھ پیش کرتا تو آپ قبول فرما لیتے اور کھانا پکا کر لوگوں کو کھلا دیتے۔

مغل شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر نے خاص ایلچی بھیج کر حضرت کو ایوانِ شاہی میں بلوایا آپ وہاں تشریف لے گئے اور دیر تک گفتگو کی۔ بادشاہ آپکی روحانیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ

حضرت سے عرض کی کہ اب میرے لئے سلطنت کا زر و جواہر اور مال اینٹ اور پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر آپ توجہ فرمائیں تو میں دنیاوی تعلقات کو قطع کئے دیتا ہوں۔ لیکن حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ بادشاہ کی نگاہ میں پتھر اور جواہر یکساں ہیں تو یہ صوفی کا مقام ہے۔ آپ کا وجود خلقِ خدا کی پاسبانی کیلئے ہے اور عدلِ جہانگیری کے سبب فقراء بھی دلجمعی سے ذکرِ حق میں مشغول ہیں۔ جہانگیر بادشاہ نے اصرار کیا تو حضرت نے تلقین کی کہ پہلے اپنی صفات کا حامل جانشین مقرر کر لیجئے پھر آپ کے لئے قطع تعلق کی اجازت ہوگی۔ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں شہاب الدین محمد شاہ جہان بھی دو مرتبہ حاضر ہوا۔ شہزادہ دارا شکوہ ابن شاہ جہان بادشاہ اور اورنگ زیب عالمگیر نے بھی آستانۂ میاں میرؒ پر حاضری دی۔ حضرت میاں میرؒ انتہا درجے کے متوکل انسان تھے۔ آپکی استغنا کے بارے میں شہزادہ دارا شکوہ نے لکھا ہے کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جس کی نگاہ میں دنیا اس قدر حقیر ہو جتنی آپکی نگاہ میں تھی۔

حضرت میاں میرؒ نے متبحر عالم اور فاضل ہوتے کے باوصف کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن اپنے ارادت مندوں کو جو رقعات آپ نے تحریر فرمائے ان میں حقائق، نکات اور اشارات کا کیف ہے۔ کسی مرید کو جب خطاب کرتے تو ہم نشین یا یار کہہ کر بلاتے۔ حضرت کا لباس فقیروں اور درویشوں کے روائتی لباس کے مشابہ نہ تھا۔ آپ خرقہ اور مرقع نہیں پہنتے تھے۔ سستے کپڑے کی دستار اور کھدر کا کرتا پہنا کرتے تھے۔ اپنے میلے کپڑے خود دھویا کرتے تھے۔ گھر کا فرش پرانے بوریا کا تھا۔

حضرت میاں میرؒ سنتِ رسولؐ مقبول کے بے حد پابند تھے۔ عبادات میں آپ فرائض سُنن مؤکدہ، تہجد اور ان تمام نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے جو سرکارِ دو عالمؐ نے ادا فرمائی ہیں۔ اسی طرح آپ روزے بھی پابندی سے رکھتے تھے۔ میاں میرؒ صاحب کو سماع سے ذوق تھا اور آپ ہندی راگوں کو خوب سمجھتے اور خوش ہوتے لیکن وجد و رقص

آپ نے کبھی نہیں کیا۔

مسلکاً میاں میر صاحبؒ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی "فتوحات مکیہ" کا بیشتر حصہ آپ کو یاد تھا اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی شرح فصوص الحکم آپ کو پوری حفظ یاد تھی۔ اس لئے اہلِ ظاہر سے اس معاملے میں حضرت میاں میرؒ کا اختلاف ہی رہا۔ اہلِ اللہ اور اہلِ ظاہر کا یہ اختلاف شروع ہی سے آ رہا ہے۔

منازلِ سلوک کے بارے میں حضرت میاں میرؒ کا قول ہے کہ انسان تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔ نفس، دل اور روح۔ ان میں سے ہر ایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے۔ چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے۔ دل کی طریقت سے اور روح کی حقیقت سے۔ شریعت کا ایک مرتبہ ایسا بھی ہے جو انتہائی بلند ہے اور جس سے مراد توحید ذاتِ الٰہی اور معرفت شہود الٰہی ہے۔ یہ منصب اللہ تعالیٰ کے خواصوں یعنی انبیاء اور اولیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے قدم کو شریعت کہتے ہیں جس پر اہلِ ظاہر کاربند ہیں اور اسی میں رہتے ہیں۔ دوسرا قدم طریقت ہے جس پر اہلِ سلوک کاربند ہیں۔ تیسرے قدم کو حقیقت کہتے ہیں۔ یعنی اہلِ تحقیق کی راہ جو اس پر چل کر اُس صاحبِ حقیقی یعنی اپنے مطالب اور مرادوں کی انتہا کو پہنچتے ہیں۔ ہم فقیروں کا مشرب اسی مطلبِ اعلیٰ کو پہنچتا ہے۔

حضرت میاں میرؒ، ۷ ربیع الاوّل ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء کو واصل الی اللہ ہوئے اپنے حجرہ میں وفات پائی اور ہاشم پورہ (عالم گنج) دفن کئے گئے۔ آپ کا مزار میاں میرؒ کے نام سے مشہور اور زیارت گاہ خلق ہے۔

آپ کے مشہور خلفاء میں حاجی نعمت اللہ سرہندیؒ، مُلّا شاہ محمد بدخشیؒ، میاں نتھا قادریؒ حاجی مصطفیٰ سرہندیؒ، مُلّا حامد گوجرؒ، مُلّا رُوحی عرف ابراہیمؒ، مُلّا خواجہ کلاںؒ، حاجی صالح کشمیریؒ اور مُلّا عبدالغفورؒ گزرے ہیں۔

شہر لاہور کے جانے پہچانے مورخ جناب محمد دین کلیمؔ قادری نے جو حضرت میاں میرؒ فاروقی

قادری سے ایک گونہ عقیدت رکھتے ہیں۔ نے بڑی ریزی اور محنت و کاوش سے حضرتؒ موصوف کے مستند تفصیلی حالات مرتب کر کے انہیں سلیس عبارت کی کامیاب کوشش کی ہے اور اس موضوع پر اردو زبان میں یہ محققانہ کتاب ہے

اُمید ہے۔ اس سے حضرت میاں میرؒ کے عقیدت مندوں اور تاریخ برصغیر کے طالبعلموں کو بہت مدد ملے گی۔ قارئین کتاب کے مطالعہ سے خود ان کی افادیت کا اندازہ کریں گے

مُشک آنست کہ خود بگوید نہ کہ عطّار بگوید

۳ رجمادی الثانی ۱۴۰۴ھ

۷ مارچ ۱۹۸۴ء

الفتح نمبر ۸ گارڈن ٹاؤن، لاہور

سردار علی احمد خاں

اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل مؤتمر عالم اسلامی پاکستان

۷-۳-۸۴

پیشِ لفظ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ رَاحَۃِ الْعَاشِقِیْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِیْنَ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ؕ شَمْسِ الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی صَدْرِ الْعُلٰی نُوْرِ الْھُدٰی کَھْفِ الْوَرٰی ۝ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَحِبَّائِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کا کس قدر احسان اور تاجدارِ مدینہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا کس قدر کرم ہے کہ اس نے اس گنہگار بندے محمد دین کلیم قادری ابن حضرت میاں شہاب الدین قادری نور اللہ مرقدہٗ المتوفی ۱۹۶۵ء

ابن حضرت قاضی محمد عمر بخش قادری المتوفی ۱۸۵۶ء ابن حضرت خواجہ احمد قادری المتوفی ۱۸۲۸ء کو یہ توفیق دی کہ وہ اولیائے لاہور کا تذکرہ ترتیب دیے۔ راقم الحروف اس وقت تک تقریباً ۷۰ کے قریب کتابیں۔ کتابچے، پمفلٹ اور مقالہ جات اولیائے لاہور اور آثار قدیمہ لاہور پر شائع کرا چکا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مؤرخین لاہور میں سے آج تک کسی نے بھی اس قدر ریکارڈ اولیائے لاہور پر مرتب کرنے کی سعادت حاصل نہیں کی۔ اس کی تفصیل کتاب ہذا کے آخر میں نامکمل طور پر دی گئی ہے۔

؎ این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علاوہ بریں کئی ایک مقالہ جات ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ جن کو آہستہ آہستہ شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

اس زمانے میں جبکہ صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان ملک میں ۳۶ سال کے بعد اسلامی نظام کی ترویج میں عملی حصہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ معاشرہ اس قدر خراب ہو چکا ہے۔ کہ بظاہر اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہو رہی تو ان حالات میں اُن صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے سوانح، اقوال و افعال سے عوام الناس کو روشناس کرانا چاہیئے تاکہ حکومتی سطح کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی خلوصِ دل سے قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل کر سکیں۔ قرآن پاک میں جہاں اللہ کریم نے قدیم اقوام کے افعال و کردار پر بحث کے بعد نتائج بتائے ہیں۔ وہاں اہلِ اسلام کے بھی یہ کام ملاحظہ کریں۔ "احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم" مصنفہ مشہور و معروف سیاح ابو عبداللہ محمد المقدسی البشاری جو ۳۷۵ھ مطابق ۹۸۵ء کی تصنیف ہے۔ دہلی یونیورسٹی میں ادبیاتِ عربی کے پروفیسر جناب خورشید احمد فاروق نے ۱۹۶۲ء میں "اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں" کا خلاصہ اُردو میں پیش کیا ہے۔ جسے ندوۃ المصنفین دہلی نے شائع کیا تھا۔ مقدسی بیت المقدس کا باشندہ تھا۔ اِس کتاب میں انہوں نے سرخس، نسا، مرد، نیشاپور، سمرقند، بخارا حتیٰ کہ

بغداد اور بیت المقدس کے معاشرتی اعتبار سے بڑے المناک حالات بیان کئے ہیں۔ اس لحاظ سے آج کل کے "مدینۃ الاولیاء لاہور" کے حالات بھی کم اندوہناک نہیں۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق اپنی تقریر میں اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں۔ اخبارات اُٹھا کر دیکھیے۔ رشوت عام ہے۔ قتل، اغوا، ڈکیتی، چوری کی وارداتیں بکثرت ہو رہی ہیں۔ اخلاق و کردار کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور یہ اُس شہر کی حالت ہے جس میں دینی مدارس کی بہتات ہے اور علمائے دین بھاری تعداد میں موجود ہیں۔ اندریں حالات اولیائے کرام کی پاکبازی، بے نفسی اور انسان دوستی کے مبارک تذکرے ہی اصلاحِ احوال کا موجب بن سکتے ہیں۔

قارئین حضرت میاں میر فاروقی اور ان کے خلفاء و مریدین کے حالات دیکھیں کہ وہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" کی تعمیل میں کس طرح شب و روز مصروفِ عمل رہا کرتے تھے۔ ان کا طریقہ تھا کہ وہ رزقِ حرام سے اجتناب برتتے تھے۔ نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کرتے تھے۔ ہر انسان جو اُن تک پہنچ جائے اس کی دلجوئی کیا کرتے تھے۔ اور اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچاتے تھے۔ روزانہ مشائخ لاہور کی قبور کی زیارت کرتے۔ پھر جنگل یا باغوں میں جا کر مصروفِ عبادت ہوتے۔ نماز کا وقت آتا تو باجماعت نماز ادا کرتے۔ باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے۔ اور ماہِ رمضان کے روزوں کا خصوصی اہتمام کرتے بہت کم لوگوں کو شرفِ بیعت سے سرفراز فرماتے۔ سلاطین و اُمراء سے نہ میل جول رکھتے۔ نہ ان کا نذرانہ قبول کرتے بلکہ اُن کے سایہ سے بھاگتے۔ کم قیمت کی سفید دستار اور کھدر کا کرتا زیبِ تن فرماتے اور جب کپڑے میلے ہو جاتے تو خود دریائے راوی پر جا کر ان کو دھو لیتے گھر کا فرش پرانے بوریے کا تھا۔ ہمیشہ قبلہ رو بیٹھتے۔ خُلقِ عظیم کے مالک تھے۔ علاوہ ازیں آپ شب بیدار۔ تہجد گزار، متوکل مزاج، شہرت وجاہ سے ، ترک و تجرید میں یگانہ روزگار، مہمان نوازی میں یکتا اور کم خوری۔ کم خوابی اور کم گوئی کے مرقع تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ آپ کو جُنید ثانی، پیر دستگیر شاہ محی الدین جیلانی ثانی۔ قطب الاقطاب، غوث الآفاق کہتا ہے۔ وہ مزید

لکھتا ہے کہ تجرّد و تفرّد آپ پر عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی طرح غالب تھا۔

حضرت میاںؒ میر فاروقی نے اصلاحِ معاشرہ کے لئے ساری عمر وقف کر رکھی تھی۔ شاہانِ وقت آپکی خدمتِ اقدس میں حاضری دینے کو باعثِ فخر خیال کرتے تھے اور آفتاب پنجاب مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی، نواب سعد اللہ خاں اور حضرت شیخ عبد الحق محدثؒ دہلوی آپکی خدمت اقدس میں حاضری کو باعث عزت خیال کرتے تھے۔ حالانکہ ان کے پائے کا کوئی عالم فاضل اور صوفی برصغیر پاکستان وبھارت میں اب نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود آپ غرباء سے نہایت اچھا سلوک کرتے تھے۔ ان کی بھلائی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

جب حضرت سیّد نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہی دہلوی نے سُنا کہ اہالیانِ لاہور لین دین میں ہیر پھیر کرتے ہیں اور مال کی قیمت بڑھا چڑھا کر بتاتے ہیں۔ تو آپؒ نے فرمایا تھا کہ جس شہر میں ایسا کاروبار ہوتا ہے۔ وہ زیادہ دیر تک آباد نہیں رہ سکتا۔ بلکہ غرق ہو جاتا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تالیف "مدینۃ الاولیاء لاہور" کا مطالعہ کریں۔ جس میں گذشتہ ایک ہزار سال کے جس قدر اولیائے کرام، صوفیائے عظام، مجاذیب اور صالحات گزرے ہیں ان کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔ جو کہ تقریباً ۶۵۰ سے زائد ہیں۔

اگر شہزادہ داراشکوہؒ اپنی تالیف "سکینۃ الاولیا" نہ لکھتا۔ تو ہمیں حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری کے حالات دستیاب ہی نہ ہوتے۔ جس طرح کہ حضرت سیّد اسماعیلؒ محدث بخاری، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت پیر مکیؒ، حضرت حسین زنجانیؒ اور دیگر کئی ایک بزرگانِ لاہور کے سوانح حیات تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں اور ہمیں ان کے حالات جاننے کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ داراشکوہ کی "سکینۃ الاولیاء" ہی کی وجہ سے حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور آپکے خلفاء ومریدین کے سوانح حیات، ان کے فرمودات اور ان کے سنین وصال تک تاریخی طور پر محفوظ رہ گئے ہیں۔ مزید برآں وہ لاہور آیا۔ بے شمار لوگوں سے ملا اور اُن کے حالات تحقیق و تدقیق کے بعد مرتب کئے۔ جس کی مثال اولیائے لاہور میں کہیں نہیں ملتی۔ داراشکوہ

شاعر بھی تھا۔ حضرت میاں میر قدس سرہٗ العزیز اُن کے خلیفہ مجاز حضرت ملا شاہ قادری رح اور پنجاب اور لاہور کے متعلق شہزادے کی منظومات ہم شامل کر رہے ہیں۔ حضرت میاں میر رح کے متعلق علامہ اقبال کی نظم بھی درج کی گئی ہے۔

تذکرہ حضرت میاں میر رح فاروقی قادری لکھنے کا راقم الحروف کا کئی سال سے خیال تھا مگر وُہ معرضِ التوا میں ہی رہا۔ اب دو ماہ سے جناب ڈاکٹر علی محمد قادری صاحب چیئرمین "مرکزی مجلس محبانِ اولیائے لاہور" اور پروپرائٹر فاروق آپٹیکل سروس ۱۰۔ علامہ اقبال روڈ، لاہور کے متواتر اور مسلسل اصرار پر یہ تذکرہ مدّون کیا گیا ہے۔ آپ کو حضرت میاں میر رح قادری سے بے پناہ عقیدت و ارادت ہے اور اس ضمن میں آپ نے راقم الحروف سے بہت تعاون کیا ہے۔ جس کے لئے راقم الحروف آپ کا بے حد مشکور ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ اگر آپ کا مکمل تعاون شامل نہ ہوتا تو یہ کتاب یوں تکمیل پذیر نہ ہوتی۔

مزید برآں سید حفیظ البرکات شاہ صاحب منیجر، ضیاء القرآن لاہور بھی لائق تحسین و مبارک باد ہیں جنہوں نے اس تذکرہ کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

راقم الحروف نے آج تک کسی ناشر کو اپنی تالیف کے حقوق نہیں دیئے۔ اگر کسی نے کتاب کی اشاعت کے وقت "جملہ حقوق بحق ناشر تحریر کر لیا ہے۔ تو وُہ غلط ہے کیونکہ راقم الحروف نے آج تک کسی ناشر کو اس کی اجازت نہیں دی۔ اس پر میرا اور میری اولاد ہی کا استحقاق رہے۔ جو کہ قائم رہے گا۔ صرف اس کتاب کے دائمی حقوقِ اشاعت ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو دے دیئے گئے ہیں۔

آخر میں یہ خاکسار عرض پرداز ہے کہ اس نے کتب کثیرہ کی مدد سے حضرت میاں میر رح فاروقی کے حالات مرتب کئے ہیں۔ جس کی فہرست مآخذ و منابع میں دی گئی ہے اور حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ آپ کے صحیح حالات منضبط ہوں۔ نیز آپ کے وصال کے بعد آج

تک جو واقعات بھی خانقاہِ عالیہ وغیرہ کے ساتھ پیش آئے۔ وہ بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں اس سلسلہ میں اگر کسی کتاب سے ایک لفظ بھی ملا ہے۔ تو اس کو قبول کر لیا گیا ہے۔

پھر بھی کوئی نقص یا سُقم اگر قارئین کرام پائیں تو اس کی اطلاع مصنّف کتاب ہٰذا کو کریں تاکہ اس کی دُوسرے ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔ اس سلسلہ میں قارئین کی مستند اور ثقہ رِوایات اور بہترین مشوروں کو قبول کیا جائے گا۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ۰

خاکپائے اہلِ اللہ
مؤرّخِ لاہور محمّد دین کلیمؔ قادری
۱۶ ربرنی سٹریٹ گڑھی شاہو لاہور ۵

منقبت حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری

دل و جانم فدائے میاں میرؒ   دیدن حق لقای میاں میرؒ
عارفان جهان همه کردند   در طریق اقتدای میاں میرؒ
در رهِ فقر اولیای زمان   شرمسار غنای میاں میرؒ
دیگران در رضای حق باشند   حق بود در رضای میاں میرؒ
غم هر دو جهان شد از دل او   هر که شد در سرای میاں میرؒ
بهترین بلاد هندوستان   شهر لاهور جای میاں میرؒ

یا شکوه سکندر و دارا
قادری خاکپائے میاں میرؒ

(شہزادہ داراشکوہ قادریؒ)

منقبت حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ

چوں خدا و صاحب من پیر هست   کعبهٔ من حضرت کشمیر هست
هر که شه را دید کعبه را نه جست   در نگاه روش این تاثیر هست
دامن شه را بگیر ای کعبه رو   کعبه را پس چون تو دامنگیر هست
گر فنا بخشد بقا حاصل کنی   در طریقش این چنین تعمیر هست

حضرت مُلّا شاہؒ است آں شاہ ما　　کو مرید خاص میاں میرؒ ہست
ہر مسی را زر کند ارشاد او　　طالبان را فقر او اکسیر ہست
شاہ را چوں قادری محکم گرفت
ہر کہ را دیدار حق تقدیر ہست

(شہزادہ داراشکوہ قادری)

ہست ملّا شاہؒ آں وجود لطیف　　کہ برو ہر نہاں عیاں باشد

پنجاب کے متعلق شہزادہ داراشکوہ کہتا ہے

خدا پنجاب را معمور دارد　　بہ خاکِ اولیاء منظور دارد
بود آباد دائم شہر لاہو　　وبا و قحط از ینجا دُور دارد
بود فخرش بہ خاک حضرت میرؒ　　کہ در خود ہمچو او مُشوِر دارد
ہمیشہ اولیاء خیز و از این مسلک　　خدا این قوم را منصور دارد
خطاب او چو حق کردہ لہاوور　　مدام ایں شہر را پُرنوُر دارد
ہمیشہ سبز و خُرّم یاد سیراب　　بخوبی در جہان مشہور دارد
بہ لطف خویش قادر قادری را
ہمیشہ خوش دل و مسرور دارد

باز چون جان و دلم بیتاب ہست　　باز چون چشمان من بیخواب ہست
عشق پنجابم نمودہ بے قرار　　زانکہ نقش دوست د رپنجاب ہست
پہ جوں بپاد داخل شوم در شہر او　　ساختن از سرقدم ز آداب ہست
کعبۂ من جنّت لاہور دان　　سجدۂ من سوی آن محراب ہست

تا کنم آنجا طواف پیر خویش جان بی آرام چوں سیماب ہست
محنت این را راحت گشتہ است بسکہ شوق صحبت اصحاب ہست
قادری را کعبہ دارا پور شد
کاندران بسیار فتح الباب ہست
(شہزادہ داراشکوہؒ قادری)

شہزادہ محمد داراشکوہؒ قادری

ہر کہ دل خویش رابست باین سلسلہ
ہردم و ہرساعتش کار بیالا بود
دست بدست آمدہ سلسلہ پیر ما
تا بہ قیامت ہمیں سلسلہ پیر ما بود
پیر ہمہ اولیاء میر محمدؒ بہ عصر
از ہمہ افضل بود سلسلہ اش تا بود
مظہر او شاہ من بہتر اہل زمان
ذات عزیزش یقین ذات معلّٰی بود

پیرِ خرد پرورِ عرفان پناہ دوختہ از ترکِ دو عالم کلاہ
(وہ ایسے پیر ہیں۔ جو سراپا معرفت ہیں اور انہوں نے دونوں جہاں ترک کر کے درویش کی کلاہ تیار کی ہے۔)

سیرتِ میمونش بدین سروری   نسخۂ دیباچۂ پیغمبری

(اس روحانی سرداری میں آپ کی سیرت دیباچۂ پیغمبری کا ایک نسخہ ہے)

چوں بہوا بُردہ دو دستِ دُعا   گشتہ بر انگشت، کلید سما

(جب آپ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو آپکی ہر انگلی آسمان کی کلید بن جاتی ہے)

درمیان ایں کہ مقصدِ حیاتِ مسلم اعلائے کلمۃ اللہ است و جہاد اگر محرکِ او جوع الارض باشد در مذہبِ اسلام حرام است

حضرتِ شیخ میاں میر ولی   ہر خفی از نورِ جانِ او جلی

بر طریقِ مصطفےٰ محکم پئے   نغمۂ عشق و محبت را نئے

تربتش ایمانِ خاکِ شہرِ ما   مشعلِ نورِ ہدایت بہرِ ما

بردرِ او جبہ فرسا آسماں   از مریدانش شہ ہندوستان

شاہ تخمِ حرص در دل کاشتے   قصدِ تسخیرِ ممالک داشتے

از ہوس آتش بجاں افروختے   تیغ را "ہَل مِن مزید" آموختے

در دکن ہنگامہ ہا بسیار بود   لشکرش در عرصۂ پیکار بود

رفت پیشِ شیخِ گردوں پایۂ   تا بگیرد از دعا سرمایۂ

مسلم از دنیا سوئے حق رم کند   از دعا تدبیر را محکم کند

شیخ از گفتارِ شہ خاموش ماند   بزمِ درویشاں سراپا گوش ماند

تا مریدے سکۂ سیمیں بدست   لب کشود و مُہرِ خاموشی شکست

گفت ایں نذرِ حقیر از من پذیر   اے زحق آوارگاں را دستگیر

غوطہ ہا زد در خوے محنت تنم (۱) تا گرہ زد در ہمے را دامنم
گفت شیخ ایں زر حقِ سلطانِ ماست آنکہ در پیراہن شاہی گداست
حکمرانِ مہر و ماہ و انجم است شاہِ ما مفلس ترینِ مردم است
دیدہ برخوانِ اجانب دوخت است (۲) آتشِ جوعش جہانے سوخت است
قحط و طاعون تابعِ شمشیرِ او عالمے ویرانہ از تعمیرِ او
خلق در فریاد از ناداریش از تہیدستی ضعیف آزاریش
سطوتش اہلِ جہاں را دشمن است نوعِ انساں کارواں او رہزن است
از خیالِ خود فریب و فکرِ خام می کند تاراج را تسخیر نام
عسکرِ شاہی و افواجِ غنیم ہر دو از شمشیرِ جوعِ او دونیم
آتشِ جانِ گدا جوعِ گداست جوعِ سلطان ملک و ملت را فناست

ہر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید
تیغِ او در سینۂ او آرمید

(اقبالؒ)
"اسرار و رموز صد ۷۲ - ۱۷"

---

(۱) خوے (تلفظ خَے) پسینہ
(۲) جوع - بھوک

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رح سے محبّت و عقیدت

حضرت میاں میر رح کو حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربّانی رح سے بے پناہ محبّت اور عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ان کا اسم گرامی بے وضو نہیں لیتے تھے کیونکہ آپ انکے اویسی تھے۔ مزید برآں سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ کی عزت و تکریم کو افضل جانتے تھے شہزادہ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ "عارف ربانی، جنید ثانی رح" پیر دستگیر حضرت شیخ میاں میر رح فرماتے تھے کہ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ ہ سے مراد یہ ہے کہ میرا طریقہ سب طریقوں سے ارفع اور بالاتر ہے اور جملہ اولیاء اللہ نے جو گردن خم کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت کی افضلیت اور برتری کو قبول کر لیا ہے۔ آپ نے تمام عمر حضرت سیّد عبدالقادر رح جیلانی کے طریقے کے مطابق شریعت کی پیروی کی تھی۔ حضرت میاں میر رح فرماتے تھے کہ غوث الاعظم محبوب سُبحانی حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رح کی تربیت سیّد المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بصورت جسمانی و روحانی تربیت فرمائی تھی۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت اویس رض کی تربیت فرمائی تھی۔ بظاہر انہیں کسی پیر طریقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ نہایت اعلیٰ مقام ہے جو ہر کسی کو میسّر نہیں آتا۔ اور نہ ہی یہ کسی کو سعادت ملتی ہے۔

اپنی تصنیف لطیف "سفینۃ الاولیاء" میں شہزادہ لکھتا ہے۔

"ہر کس خود را دریک سلسلہ منسلک می سازد و این فقیر خود را در سلسلہ متبرکہ معظمہ قادریہ منتظم گردانیدہ و دست بر آمن باسعادت قطب ربانی غوث صمدانی پادشاہ مشائخ امام آئمہ پیر دستگیر حضرت شاہ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زدہ"

دوسری جگہ لکھتا ہے۔

"از چہار حصہ اہل ہندوستان از وضیع و شریف دو حصہ مرید حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین شاہ محی الدین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اند و یک حصہ مرید شاہ مدار اما اجلاف بیشتر، و نیم حصہ مرید حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ و نیم حصہ دیگر مرید مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی وغیرہ قدس اللہ ارواحہم"

حضرت میاں میر علیہ الرحمت سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خضر سیوستانی سے بیعت یافتہ تھے جو مرشدی سلسلہ حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی سے جا ملتا ہے۔ اس سلسلہ کے متعلق کیا اچھا کہا گیا ہے۔

سلسلۂ زلف یار، سلسلۂ ما بود طالب دین روی را خوشتر ازیں جا بود

(ہمارا سلسلہ زلف یار کا سلسلہ ہے۔ اس چہرے کے طالب کے لئے کون سی جگہ اس سے بہتر ہے)

ہر کہ دل خویش را بست بایں سلسلہ ہر دم و ہر ساعتش کار یہ بالا بود

(جس نے اس سلسلہ سے دل لگایا۔ اس کے کام میں ہر گھڑی اور ہر ساعت ترقی ہوئی)

دست بدست آمدہ، سلسلۂ پیر ما تا بہ قیامت ہمیش سلسلہ برپا بود

(ہمارے پیر کا یہ سلسلہ ہاتھوں ہاتھ چلا آ رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ تا قیامت یونہی جاری رہیگا)

پیر ہمہ اولیاء میر محمدؒ بعصر از ہمہ افضل بود سلسلہ اش تا بود

(اس زمانہ میں اولیاء اللہ کے رہبر حضرت میاں میرؒ ہیں۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے

ان کا سلسلہ افضل رہے گا)

مظہر او شاہِ من بہتر اہلِ زمان ذاتِ عزیزش یقین ذاتِ معلی بُود

(اس کا مظہر ہمارا مرشد ہے ۔جو اہل علم سے بہتر ہے ۔ بالیقین ان کی محترم ذات، ذات کمال ہے ۔)

دست دریں سلسلہ ہر کہ زندہ قلبِ او نرم شو وہم چو موم گرچہ چو خارا بُود

(جو شخص اس سلسلے میں بیعت کرتا ہے ۔اس کا دل خواہ پتھر ہی کی طرح سخت کیوں نہ ہو ۔موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے)

سلسلہَ قادریست آنکہ بحکم خدائی برہمہ قادر بُود تاہمہ دُنیا بُود

(قادری سلسلہ ایسا ہے کہ اللہ کے حکم سے جب تک قائم ہے ۔یہ سب سلسلوں پر فائق رہے گا ۔)

سوانح

آں میاں میرے کہ بہیر رہنمائے خلق بود
مقبل حق بود و مقبول شہہ خیر الانام
سال تولیدش میاں میرے ولی متقی
سال ترحیل است شمس الاتقیا ہادی امام

ولادت باسعادت

حضرت میاں میرؒ سندھ کے شہر سیوستان میں ۹۳۸ھ مطابق ۱۵۳۲ء عہد نصیر الدین ہمایوں میں قاضی سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی کے ہاں تولدؔ ہوئے۔ ایک دوسرے تذکرے میں تاریخ ولادت ۱۵۵۰ء درج ہے۔ یہ شہر بھکر اور ٹھٹھہ کے درمیان واقع ہے۔ بچپن اسی شہر میں گزارا اور اپنی سندھی زبان بولتے تھے۔ آنجناب کا سلسلۂ نسب ۲۸ واسطوں سے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ تک پہنچتا ہے۔ تحفتہ الکرام میں لکھا ہے۔

"قاضی سائیں دتّہ از اولاد حضرت عمر فاروق رضؓ و اجلّہ علمائے روزگار بودہ
شریعت را با طریقت تواماں حقیقت داشتہ در سیوستان نامی بل در تمامی
سندگرامی گزشتہ"

جب آپ سات برس کے تھے تو آپکے والدگرامی قدر وفات پا گئے۔ وہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپکی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی بی بی فاطمہ تھا۔ جو قاضی قاون کی دختر نیک اختر تھیں اور اس کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؒ کے واسطے سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی اپنے وقت کی رابعہ تھی۔ حضرت میاں میرؒ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ قاضی بولن، قاضی عثمان، قاضی طاہر اور قاضی محمد المعروف حضرت میاں جیو یا حضرت میاں میرؒ یا حضرت وبالا پیر، یا حضرت شاہ میرؒ، ہمشیرگان میں حضرت بی بی جمال خاتونؒ اور بی بی بادیؒ تھیں۔ حضرت بی بی جمالؒ خاتون اور لطف اللہ قوام پیدا ہوئے تھے یہ لڑکا چند ہی روز بعد فوت ہوگیا تھا۔ مدینۃ الاولیاء لاہور میں آنجناب "بادشاہوں کے پیر" کہلاتے ہیں اور صاحب "سکینۃ الاولیا" آپ کو قطب الاقطاب، غوث الافاق، مقتدائے اولیائے ربّانی، جنیدؒ ثانی، پیر دستگیر شاہ محی الدین جیلانی ثانیؒ وغیرہ کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

جب حضرت میاں میرؒ بارہ سال کے ہوئے تو آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے علمِ باطن سیکھنا شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ پر عالم ملکوت کے اسرار ظاہر ہونے لگے

تلاشِ مرشد

کچھ ہی عرصہ بعد آپ دنیاوی علائق سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر تلاشِ مُرشد کامل کے لئے نکلے۔ اس وقت آپ پر بلوغت کے آثار نہیں تھے۔ سفر کرتے کرتے آپ سیوستان کے پہاڑ میں پہنچے تو انہوں نے وہاں ایک نور دیکھا۔ جو گرم تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ یہاں ضرور کوئی بزرگ رہتا ہوگا۔ جس نے سردی سے محفوظ رہنے کے لئے اپنی

جگہ بنائی ہے۔ چنانچہ آپ تنور کے پاس بیٹھ گئے اور انتظار فرمانا شروع کر دیا۔ تین دن کے بعد ایک بزرگ آتے۔ یہ دن وہاں آپنے بھوکے پیاسے گزارے۔ چنانچہ جب وہ بزرگ تشریف لائے تو آپ نے انکو سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا "وعلیکم السلام یا میر محمد" ان کی زبان مبارک سے اپنا نام سنا تو ان کے دل میں ان کا احترام پیدا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ "کہو کب آئے" عرض کی۔ تین دن سے آپکے انتظار میں یہاں بیٹھا ہوں۔ فرمایا۔ "میں تو آج ہی گیا تھا۔ لیکن تمہیں نہیں دیکھا" حضرت میاں میرؒ نے عرض کی۔ کہ میں نے غلط نہیں کہا۔ اس پر فرمانے لگے "ایسا ہی ہوگا"۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنی مریدی کی سعادت بخشی۔ اور ذکرِ الہٰی میں مشغول کر دیا۔ حضرت کی صحبت سے چند ہی دنوں میں مجھے بے شمار مخفی اسرار ظاہر ہوئے اور انہوں نے مجھے درجات بلند اور مقامات عالیہ کو پہنچا دیا۔ یہ بزرگ حضرت خضرؒ سیوستانی تھے۔ جو قادری سلسلہ کے ایک عظیم بزرگ اور حضرت غوث الاعظم سیّد عبدالقادرؒ جیلانی کے فیوض و برکات سے نوازے ہوئے تھے۔ حضرت میاں میرؒ قادری سلسلہ کی اس بیعت کے علاوہ حضور سرورِ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اویسی بھی تھے۔

آپکے مرشد حضرت خضرؒ سیوستانی فقر و استغنا کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا طریقہ تھا کہ دنیا کی نعمتوں سے بے نیاز ہو کر موسم گرما پہاڑ کی اوٹ میں گزارتے تھے۔ ان کی غذا جنگلی پھل تھی اور ستر پوشی کے لئے ایک لنگوٹی زیب تن رہتی۔ ایک دفعہ حاکم سیوستان نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "اپنا سایہ ہٹا لو"۔ پھر حاکم نے کہا کہ میرے حق میں دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا وہ وقت نہ لائے۔ کہ اس کی ذات پاک کے علاوہ کوئی اور خیال دل میں آئے۔ اس پر حاکم شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا۔

قطبِ اولیاء، عارفِ کامل، متوکلوں کے امام، علائق دنیا سے بے نیاز سلسلۂ قادریہ کے یگانۂ آفاق بزرگ، ترک و تجرید میں یکتا۔ حضرت خضرِ سیوستانیؒ کو حضرت میاں میرؒ "غوثِ وقت" کہا کرتے تھے۔

آپ کے مرشد پاک حضرت فقیر ابدالؒ بیابانی کا مرقدِ پُرانوار سکھر ریلوے سٹیشن سے ڈیڑھ میل دریائے سندھ کے وسط میں مشہور جگہ سعد بیلہ میں دریا رے سندھ کے پل کے عقب میں واقع ہے۔ اس کے قریب ایک مندر اور ایک گوردوارہ ہے اور جہاں حضرت میاں میرؒ سے آنکی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ سیون شریف (سیوستان) کی پہاڑیاں تھیں۔

آپ کی کل کائنات ایک بوریا اور ایک لوٹا تھا۔ جن کو ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ آپ طہارت کا خصوصی التزام کرتے تھے۔ وفات ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء عہد جلال الدین اکبر بادشاہ ہند ہوئی۔

قطعہ تاریخ وصال حضرت خضر سیوستانیؒ۔

خضر چوں آں رہنمائے دو جہاں
مقتدائے دین ۔ ولی و متقی
کرد چوں رحلت ازیں دارِ تمنّا
سالِ وصال آں ۔ ولیٔ جنتی
آفتاب عارفاں ، حق بگو
۹۹۴ھ
نیز سالکِ متقی ، نورالولی
۹۹۴ھ

(مفتی غلام سرور لاہوری)

ورُودِ لاہور

جب حضرت میاں میرؒ اپنے مرشد پاک کی باسعادت صُحبت سے فیض یاب ہو کر ریاضیاتؒ مجاہدات کی منازل طے کر کے فارغ ہوئے تو آپ کے مرشد پاک حضرت شیخ خضرؒ سیوستانی نے ارشاد فرمایا کہ اب تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔ جہاں چاہو۔ چلے جاؤ اور جہاں خواہش ہو قیام کرو۔ آپ اجازت پاکر لاہور کی طرف روانہ ہوتے۔ جس وقت آپ لاہور میں وارد ہوئے اس وقت آپکی عمر پچیس سال کی تھی۔

۱۵۷۵ء کا زمانہ تھا۔ نصیر الدین ہمایوں فوت ہو چکا تھا اور اس کا فرزند جلال الدین محمد اکبر ہندوستان کا بادشاہ بن گیا تھا۔ مدینۃ الاولیاء لاہور پہنچے تو آپ نے مختلف مساجد میں وقت گزارنا شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا سعد اللہ لاہوری کے درس میں شامل ہوئے جو مشہور علماؔ و فضلا میں سے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ علوم معقول میں مہارت تامہ حاصل کر گئے اس کے علاوہ آپ نے مولانا سعد اللہ کے شاگرد مولانا نعمت اللہ لاہوری سے بھی تحصیل علم کی۔ اُن کا اپنا بیان ہے کہ حضرت میاں میرؒ میرے درس میں کئی سال تک رہے۔ میں نے انکی مکمل رہنمائی کی اور انہوں نے میرے تمام علوم حاصل کیے۔ سیوستان سے لاہور آنے تک آپ ہر منزل پر چند روز قیام فرماتے اور آرام فرما کر پھر سفر شروع کر دیتے۔ لیکن اس بات کی کوئی تفصیل نہیں ملتی کہ آپ کس راستے سے مدینۃ الاولیاء لاہور تشریف فرما ہوئے۔

سفرِ سرہند

کچھ عرصہ لاہور میں رہ کر آپ عازم سرہند ہوئے۔ جب وہاں پہنچے۔ تو آپ کے گھٹنے میں درد ہونے لگا۔ اور دیگر کئی عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ نیز مختلف جسمانی تکلیفوں سے دوچار ہوئے حضرت میاں میرؒ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رہ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے ہمراہ میری عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ سے اپنی صحت کے لئے عرض کی۔ آپ نے میرے جسم پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اور ایک کشتی نما برتن جس میں پانی تھا مجھے دیا اور فرمایا "اس میں سے پانی پی لو"۔ میں نے پانی پی لیا۔ تو مجھ پر استغراق کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو میں بالکل تندرست تھا۔ سرہند میں میری تیمارداری حاجی نعمت اللہ سرہندیؒ کرتے تھے جنہوں نے اس تکلیف کے زمانے میں میری بہت خدمت کی۔

لاہور کو واپسی

آپنے سرہند میں تقریباً ایک سال گزارا، مگر کسی کو بھی وہاں آپ کے حالات سے آگاہی نہ ہوئی۔ چنانچہ آپ دوبارہ لاہور پہنچے، تو یہاں محلہ باغبانان میں اقامت گزینی اختیار کی۔ جس کو بعد ازاں خافی پورہ کہا جانے لگا۔ اور پھر زندگی کے آخری ایام تک یہاں ہی رہے۔ اس شہر میں آپ نے جو شہرت حاصل کی وہ محتاج بیان نہیں

لاہور میں آپکے اساتذہ کرام

"سکینۃ الاولیا" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور آ کر آپنے پہلے پہل مولانا سعد اللہ لاہوری کے درس میں شرکت کی۔ پھر ملا نعمت اللہ لاہوری اور مفتی عبدالسلام لاہوری سے

بھی تعلیم حاصل کی اور اُن کے علوم و فنون سے کماحقہٗ استفادہ کیا۔

مولانا سعد اللہ لاہوری

آپ عہد اکبری کے لاہور میں علماء میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ کا درس علاقہ نخاس (محلّہ دارا شکوہ لنڈا بازار) میں ہوتا تھا۔ مُلّا عبدالقادر بدایونی اپنی تالیف "منتخب التواریخ" میں آپ کو اپنے وقت کا ولی سمجھتے تھے۔

آپ کے والد گرامی مولانا فتح اللہ دانش مند اپنے وقت کے ایک متبحر عالم تھے ور انھوں نے علوم و فنون کی تکمیل اپنے والد سے کی تھی۔ جب وہ وفات پا گئے، تو مزید علم کی تکمیل کے لئے دیپال پور میں شیخ بایزید کے درس میں شامل ہوتے اور سندِ فضیلت حاصل کر کے لاہور واپس تشریف لاکر اپنے درس کو جاری کیا۔ اس دوران آپ نے حضرت شیخ اسحاقؒ کاکو پسر حضرت شاہ کاکو چشتیؒ لاہوری سے بیعت کر لی۔ اور سلوک و معرفت کی منازل طے کیں۔ بختاور خاں اپنی تصنیف "مراۃ العالم" میں لکھتا ہے۔

"بعض اوقات ایسا ہوتا کہ آپ درس دے رہے ہوتے تو آپ پر حالت طاری ہو جاتی اور آپ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور دو دو تین تین دن ایسی حالت ہی طاری رہتی۔ کھانا پینا چھوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ نماز بھی قضا ہو جاتی۔ جب حالت صحو میں آتے تو خدام سے دریافت کر کے اتنی قضا شدہ نمازیں ادا کر لیتے اور جب کبھی آپ پر روحانی غلبہ ہوتا تو آپ اپنے آباواجداد کی قبروں کی طرف نکل جاتے اور کسی ٹوٹی پھوٹی قبر میں لیٹ کر کپڑا اوڑھ لیتے۔

تاریخ پیدائش ۹۲۱ھ مطابق ۱۵۱۶ء اور وفات ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۱ء لاہور میں ہوئی یعنی عمر ۷۸ سال ہوئی۔ ملّا عبدالقادر بدایونی آپ سے لاہور میں ملا تھا۔

جب اکبر نے اپنا نیا مذہب "دین الٰہی" جاری کیا۔ تو آپ کو بھی بلایا۔ بادشاہ آپ

کی باتوں سے بہت محظوظ ہوا ۔ اور آپ کو نہایت عزت و احترام سے رخصت کیا ۔ جب آپ واپس آ گئے تو بادشاہ نے درباریوں سے کہا کہ اس مردِ حق سے سلف صالحین کی بو آتی ہے صاحب تصانیف بزرگ تھے ۔ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب "جواہر القرآن" کی آپ نے شرح لکھی تھی ۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو شہر کے چھوٹے بڑے اور ہر فرقہ و مسلک کے لوگ آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے ۔

ملّا نعمت اللہ لاہوری

عہد اکبری کے علمائے لاہور میں آپ کا بھی بڑا مرتبہ ہے ۔ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے ۔ دینی تعلیم مولانا سعد اللہ لاہوری سے پائی تھی ۔ حضرت ملا نعمت اللہؒ کہتے ہیں کہ حضرت میاں میرؒ نے کئی سال تک مجھ سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے ۔ لیکن اس عرصہ میں میں آپ کے درجۂ کمال کی حقیقت نہ پہچان سکا ۔

مولانا مفتی عبد السلام لاہوری

والد مکرم مفتی محمد طاہر ولد مفتی عنایت اللہ تھے ۔ لاہور میں آپکے آباد اجداد کا دینی مدرسہ قائم تھا ۔ جس کی شہرت پورے ملک میں تھی ۔ آپکے والد نے اپنی حیات ہی میں ۱۶۰۵ء میں انہیں مدرسہ کا صدر مدرس مقرر کر دیا تھا اور مسجد مفتیاں اندرون موچی دروازہ حویلی میاں خاں کی امامت، خطابت اور تولیت وغیرہ بھی آپکے حوالے کر دی تھیں ۔ کیونکہ آپکی علمیت کی شہرت دور و نزدیک تک پھیلی ہوئی تھی ۔ آپ نے کتب درسیہ کی تعلیم شیخ اسحاق کاکو بن حضرت شاہ کاکو چشتیؒ، شیخ سعد اللہ اور قاضی صدر الدین لاہوری سے مکمل کی تھی اور لاہور میں پچاس سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے ۔ "مآثر الامرا" میں لکھا ہے کہ وہ شاہی لشکر میں مفتی تعینات تھے ۔ لیکن وہ چھوڑ کر اپنے درس کی طرف متوجہ ہوئے ۔

آپ درس قرآن وحدیث، فقہ، تفسیر دیا کرتے تھے۔ جب شہنشاہ اکبر نے دین الٰہی جاری کرکے اس کا نفاذ مسلمانوں پر کرنا چاہا تو مدینۃ الاولیاء لاہور سے بھی اس کے خلاف صدا بلند ہوئی جس کی پاداش میں بے شمار علمائے لاہور مقید کر دیئے گئے۔ آپ نے بھی اس لادینی کے پُرآشوب دور میں بادشاہ کے خیالات کی پرزور مذمّت کی اور درس میں ہی اس کی تکذیب و تکفیر کرتے رہے۔

شہنشاہ اکبر کے وزیرِ مالیات میر فتح اللہ شیرازی سے بھی آپ نے ریاضی و تفسیر کی تعلیم حاصل کی تھی "طبقات اکبری" مصنفہ ملا نظام الدین احمد نے لکھا ہے کہ آپ لاہور کے ایک متبحر عالم تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۶ء میں بعہد شاہجہان ہوئی۔ صوبیدار لاہور سعید خاں بہادر ظفر جنگ تھا۔ اخوند میرک شیخ ہروی اتالیق شہزادہ داراشکوہ قادری اور ملّا عبدالسّلام دیوی آپکے نامور تلامذہ میں سے تھے۔

نسب نامہ

شہزادہ داراشکوہ قادری رح مرید حضرت مُلّا شاہ بدخشانی رح لکھتے ہیں کہ حضرت میاں میر رح کا سلسلۂ نسب امیرالمومنین خلیفۂ دوم حضرت عمر رض بن خطاب رضی اللہ عنہٗ تک ۲۸ واسطوں سے پہنچتا ہے اور اس وجہ سے آپ فاروقی کہلاتے ہیں۔ قدیم و جدید کتب میں آپ کے شجرۂ نسب کی تلاش کی گئی۔ مگر تلاشِ بسیار کے باوجود وہ نہ مِل سکا۔

آپکے والد ماجد قاضی سائیں دتہ رح فاروقی اور دادا قاضی قلندر رح فاروقی تھے۔ جو صاحب کرامت بزرگ اور بلند مقام صوفی تھے۔ حضرت میاں میر رح کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی فاطمہ رح تھا۔ جو قاضی قادن فاروقی رح کی دختر نیک اختر تھیں۔ شہزادہ داراشکوہ قادری لکھتا ہے کہ آپ کے نانا کا شمار زمانے کے علماء و فضلا میں ہوتا تھا۔ انہوں نے ترکِ و تجرید کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ریاضت و مجاہدہ میں کمال حاصل کر کے ولیٔ کامل تسلیم ہوئے۔

"انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ:

"یہ اکبرِ اعظم کے عروج کا زمانہ تھا اور سیّد محمد جونپوری کی تحریک مہدویت بھی زوروں پر تھی۔ جسے حضرت میاں میر رح کے نانا بھی تسلیم کر چکے تھے۔"

مُرشدی سلسلہ

مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے اپنی تالیف " حدیقۃ الاولیا" میں آپ کا مرشدی سلسلہ اس طرح تحریر کیا ہے۔

حضرت میاں پیر قادریؒ خلیفہ حضرت خضر ابدال بیا بانی سیتانی خلیفہ احمدؒ خلیفہ حضرت سیّد احمد ولیؒ خلیفہ حضرت سیّد عابد کبیر قادریؒ خلیفہ حضرت شیخ ابو القاسم قادری خلیفہ حضرت شیخ موسیٰ حلبیؒ قادری خلیفہ حضرت شیخ ابو بکر مقبول قادریؒ خلیفہ حضرت شیخ داؤد کریمؒ خلیفہ حضرت شیخ سلیمان قادریؒ خلیفہ حضرت شیخ حفص ابو بکرؒ شیخ زید قادری خلیفہ حضرت شیخ حسن علی قرشیؒ خلیفہ حضرت قطب الافاق شیخ عبدالرزاقؒ گیلانی خلیفہ حضرت محبوب سُبحانی قطب ربانی سیّد عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ خلیفہ حضرت ابوسعید مبارک متخزدیؒ خلیفہ حضرت شیخ ابو الحسن ہنکاریؒ خلیفہ حضرت ابو الفرح طرطوسیؒ خلیفہ حضرت شیخ عبدالواحد تمیمیؒ خلیفہ حضرت شیخ ابو بکر شبلیؒ خلیفہ حضرت ابو القاسم شیخ جنید بغدادیؒ خلیفہ حضرت سری سقطیؒ خلیفہ حضرت معروف کرخیؒ خلیفہ حضرت داؤد طائیؒ خلیفہ حضرت حبیب عجمیؒ خلیفہ حضرت حسن بصریؒ خلیفہ مولائے کائنات اسد اللہ الغالبؒ خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

صاحبزادہ سیّد مقبول محیّ الدین گیلانی ڈیرہ غازی نے آپ کا مرشدی سلسلہ ایک قدیم

کتاب ''تذکرۃ الفقرا'' کے حوالے سے اس طرح نقل کر کے ارسال کیا ہے۔

حضرت میاں میرؒ مرید حضرت شاہ خضر ابدالؒ سیوستانی مرید حضرت شاہ سکندرؒ قادری کیتھلی مرید کبیر الاولیاء حضرت خواجہ شاہ کمالؒ قادری کیتھلی مرید حضرت سید علیؒ قادری مرید حضرت شاہ جمالؒ مجرّد مرید حضرت لال شہبازؒ قلندر قادری مرید حضرت ابو اسحاق ابراہیمؒ مرید حضرت شیخ مرتضیٰؒ سُبحانی مرید حضرت شیخ احمدؒ بن مبارک مرید حضرت میراں سید محی الدین عبد القادرؒ جیلانی۔

مگر راقم الحروف نے ایسی تحریر کہیں نہیں دیکھی۔

آپؒ کا کلام

لیفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید نے اپنی تالیف "تذکرہ شعرائے پنجاب" میں آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

چوں تنہایم ہم نفسم یاد کسی است
چوں ہم نفس کسی شوم تنہایم

ایک دوسری جگہ آپ کے یہ اشعار تحریر ہیں۔

عارف مداں اگر ز ملامت سلامت است
یعنی علامتِ رہِ عرفان ملامت است
عارف رہے کہ جانب وحدت رساند ماند
زاینجا گزر نہ کرد کہ جائے اقامت است

ہر در کہ از دم نیا فتم اے درویش
چوں یافتمش از در خویش
از حق داراں و حق گزاراں دیدم
در گردنِ خویش از ہمہ بیش

از شمش جهتم رُوئے نمودی آخر
از ہر طرفے و بودی آخر
بیرون و در دمے جلوہ گرے دیدم
بہ تحقیق آمدم و تو بودی آخر

جو اشعار آپؒ

اکثر پڑھا کرتے تھے

آنجناب کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر اوقات فارسی کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ان میں سے چند ایک اشعار درج ہیں۔ جو کہ شہزادہ داراشکوہ قادری نے اپنی تالیف "سکینۃ الاولیا" میں تحریر کئے ہیں۔

کسے را امتحان ناکردہ صد بار　　　مگر دانی تو او را صاحبِ اسرار

(جس کا سو بار امتحان نہ کر لیا جائے۔ اسے صاحبِ اسرار نہیں سمجھنا چاہیئے)

شرطِ اوّل در طریقِ معرفت دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را و پشتِ پا زدن

(معرفت کے طریقے کی یہ پہلی شرط ہے کہ دُنیائے دوں کو ترک کرنا اور پُشت پا سے ٹھکرانا)

گر شود عالم پُر از خون مال مال　　　کے خورد مردِ خدا الّا حلال

(اگر دُنیا خون سے بھر جائے تو بھی مردِ خدا حلال کے سوا کچھ اور نہیں کھاتا۔)

یک نفس بی او بر آوردن خطاست
چہ بہ کج زو باز مانی چہ براست

(اس کے بغیر سانس لینا بھی خطا ہے۔ خواہ اس کی طرف مُنہ کر دیا نہ کرو)

چوُں ترا خود اندک آمد بند راہ   چہ بہ کوہی یا زمانی چہ بہ بکاہ
(جب تمہارے لئے راستہ بند ہے۔ تو خواہ پہاڑ کی وجہ سے بند ہے یا تنکے کی وجہ سے)
شیخ سعدی شیرازیؒ کے یہ اشعار بھی پڑھتے تھے۔

سماع ای برادر، بگویم کہ چیست؟   اگر مُستمع را بدانم کہ کیست؟
گراز اوجِ معنی بپَرد طیر اُو   فرشتہ فرو ماند از سیرِ اُو
اگر مرد لہو است و بازی ولاغ   فزون ترشود دیوش اندر دماغ

(اگر میں سماع کرنے والے کو پہچان لوں کہ وُہ کون ہے تو اے بھائی میں تمہیں بتاؤں کہ سماع کیا ہے۔ اگر اس کا طائرِ خیال بلندیوں پر پرواز کرے تو اس کی پرواز سے فرشتہ بھی عاجز آجاتا ہے۔ اور اگر اس کا مقصد لہو و لعب اور دھوکہ بازی ہے تو اس سے اس کے دماغ کا شیطان طاقت ور ہو جاتا ہے۔)

کارکن کار و بگذر از گفتار   کہ درین راہ کار دارد کار
(کام کر کام۔ باتیں چھوڑ دے کہ اس راہ میں کام سے ہی واسطہ ہے)
خوئی بد در طبیعتی کہ نشست   نرود جز بوقت مرگ از دست
(جب کسی کو بُری عادت پڑ جائے تو وہ اس کی موت کے ساتھ ہی پیچھا چھوڑتی ہے)

آپؒ کی تحریر

حضرت میاں میر علیہ الرحمت کا خط نستعلیق مائیل بہ شکستہ تھا۔ یعنی نستعلیق خط میں لکھا کرتے تھے۔ تصوّف و طریقت اور وعظ و نصیحت کے اشعار اکثر لکھا کرتے تھے۔ کبھی کسی محتاج اور حاجت مند کی درخواست پر سفارش رُقعہ بھی کسی معتقد کو لکھ دیتے تھے۔ رُقعہ خود اپنے دست مبارک سے لکھتے تھے۔ مگر آپ نے کسی دنیا دار کے نام سفارش رقعہ نہیں لکھا۔ نہ خود کتابیں لکھیں۔ بلکہ مریدوں کو بھی متقدمین کی کتابیں پڑھنے سے منع فرماتے تھے کہ کہیں وہ مغالطہ نہ کھاجائیں۔ بلکہ فرماتے تھے کہ شریعت کی پیروی کرو اور عمل کرو۔

آپؒ کی تصاویر

ڈاکٹر تاراچند سفیر کبیر بھارت متعینہ ایران نے سیّد محمد رضا جلالی نائینی کے تعاون سے ایران سے "سکینۃ الاولیا" فارسی کا نسخہ شائع کرایا تھا۔ یہ کتاب مطبع علمی تہران سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں ان اصحاب کی یکجا تصویر ہے۔

۱ حضرت میاں میرؒ (۲) حضرت مُلّا شاہ بدخشانی (۳) شہزادہ داراشکوہؒ (۴) حضرت خواجہ حسینؒ (۵) حضرت خواجہ بہاریؒ (۶) حضرت میاں نتھا۔ اور ۷، ۸، ۹، ۱۰ نامعلوم الاسم خُدّام کی ہے۔

عجائب گھر لاہور میں بھی پرانی تصویر موجود ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ آثار قدیمہ لاہور میں بھی آپکی ایک تصویر ہے۔ اور گوردوارہ ڈیرہ صاحب (بیرونی صدر دروازہ شاہی قلعہ لاہور)

گوردوارجن دیو کی سمادھی میں بھی ہے۔

حضرت میاں میرؒ کا طریقِ عبادت

آنجناب کا طریقِ عبادت یہ تھا کہ قبرستانوں میں چلے جاتے جہاں آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور پھر آپ جنگلوں، بیابانوں اور باغوں میں چلے جاتے۔ جہاں آپ کے ساتھی بھی ہوتے۔ یہ سب لوگ مختلف درختوں کے نیچے یا اوٹ میں علیحدہ علیحدہ مصروفِ عبادت و ریاضت ہوتے۔ مگر جس وقت نماز کا وقت آجاتا۔ تو سب اکٹھے ہو جاتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے اور اس طریق سے سُنّت نبوی کی پیروی کر کے حق عقیدت کا اظہار کرتے۔ اگر حجرہ میں ہوتے تو اس کا دروازہ بند کر کے اور کنڈی لگا کر مصروفِ عبادت ہوتے۔ آخری عمر میں باوجود بڑھاپے اور ضعیفی کے حجرہ میں ہی یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔

حضرت شاہ کاکو چشتیؒ کے مزار پر حاضری

ایک دفعہ آپ حضرت شاہ کاکو چشتیؒ کے مزار پُرانوار پر گئے۔ (یہ خبر موجودہ مسجد شہید گنج، لنڈا بازار میں واقع تھی۔ مسجد اور مرقد منور حضرت شاہ کاکو چشتیؒ سکھوں نے عہدِ انگلشیہ میں منہدم کر دیئے تھے) اور وہاں آپ نے دعا و فاتحہ کے بعد فرمایا کہ یہاں سے کسی عارف باللہ کی خوشبو آتی ہے جو کہ یہاں دفن ہے۔

دربار حضرت داتا گنج بخشؒ پر حاضری

حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری نے دربار عالی حضرت سیّد علیؒ بن عثمان ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش پر بھی حاضری دی اور معتکف ہوئے اور شہزادہ داراشکوہ قادری بھی حاضر ہوا تھا۔ فیوض و برکات حاصل کئے۔ نیز منازل سلوک و معرفت طے کیں۔

اقوالِ وتعلیمات

حضرت میاں میر قادری لاہوریؒ

حضرت میاں میرؒ عارف کامل تھے اور عارفوں میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ قرآن حدیث، تفسیر، فقہ، سب علوم جانتے ہوئے بھی آپ اکثر ان کو قلمبند کرنے سے اجتناب فرماتے جس وقت آپ آیات قرآنی کی تفسیر فرماتے تو حاضرین دنگ رہ جاتے۔ آپ کے متعلق جو مختلف اصحاب نے لکھا ہے یا کہا ہے۔ اس کی روشنی میں آپ کی تعلیمات پر بحث کی گئی ہے

توحید

آپ توحید کے مسائل عوام الناس پر آشکار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ ان رموز کو زبان پر بھی نہ لاتے تھے۔ اس سلسلے میں اکثر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

سُخنِ وحدت است ہمچو سراب　　از سَراب اے پسر کہ شد سیراب

(توحید کی بات تو سراب کی مانند ہے۔ اے بیٹے سراب سے کون سیراب ہوا ہے۔)

سُخنِ وحدت آنکہ از عامی　　ز آنچہ خیزد بغیر بدنامی ؟

(توحید کی بات اگر کوئی عام آدمی کرے۔ تو بدنامی کے سوا اُس کو کیا حاصل ہوگا)

فرمایا کرتے تھے کہ منصور حلاج میں حوصلہ ہی نہ تھا۔ وگرنہ وُہ اتنی اونچی بات زبان پر نہ لاتا۔ بلکہ پوشیدہ رکھتا۔ حالانکہ اس طائفہ کے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر دریائے حقیقت کو پی بھی لیں تو

خاموش رہیں اور کبھی جوش میں نہ آئیں۔

یاد باری تعالےٰ

آنجناب ہمیشہ بلکہ ہر دم یاد الہٰی میں مصروف و مشغول رہتے تھے اور دن یا رات کا کوئی لمحہ بھی یادِ الہٰی سے غافل نہ گزارتے تھے۔ بہت کم بولتے تھے اور دوسروں کو بھی کم گوئی کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اگر راستہ میں مرید باتیں کرتے جاتے تو آپ منع فرما دیتے کہ اکٹھے نہ چلو۔ علیٰحدہ علیٰحدہ چلو۔ تاکہ ذکر الہٰی میں مصروف رہو۔ اور جو دم غنیمت ہے۔ اسی کو مناسب سمجھو۔

عشقِ رسولؐ

حضرت میاں میرؒ رحمت اللہ علیہ کو سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال عشق و محبت تھی اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے تمام عمر کوئی ایسا کام نہیں کیا جس میں متابعت رسول نہ پائی جائے۔ ایک حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ میری ایک گھڑی ایسی گذرتی ہے جہاں جبرئیل اور کوئی دوسرا نبی نہیں سما سکتا۔ اس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہاں ملک مقرب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پُرفتوح مراد ہے۔ اور نبی مرسل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک دل ہے۔ کیونکہ جو کچھ آنحضرتؐ کے دل پر وحی کا القا ہوتا۔ بعینہٖ آپ ان کو لوگوں تک پہنچا دیتے۔

شریعت طریقت اور حقیقت

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلوک و معرفت کے تین طریقے ہیں۔

(۱) شریعت

سالک کے لئے لازم ہے کہ وہ احکامِ شریعت کی مکمل طور پر متابعت کرے اور جب ان احکام کی تعمیل میں کامل ہوجائے گا تو پھر اس پر طریقت کی راہیں کھل جائیں گی اور اس کے نفس کی اصلاح ہوجائے گی۔

(۲) طریقت

پھر جب طریقت کے فرائض کی بجا آوری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے گا۔ تو اس پر حقیقت کے تمام گوشے عیاں ہوجائیں گے۔ اس سے دل کی اصلاح ہوجائیگی اور بُری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے میں مدد ملے گی۔

(۳) حقیقت

جب سالک مندرجہ بالا طریقوں میں پختہ ہوجائے گا تو اس کے دل کی آنکھوں سے بشریت کے پردے اٹھ جائیں گے۔ اور حقیقت کے معانی اس پر آشکار ہوجائیں گے۔ جس کا تعلق رُوح کی اصلاح ہے اور اس طرح وہ ایک کامل اور مکمل انسان بن جائیگا۔

دُعا کا اثر

حضرت میاں میرؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ قرآن پاک کی اس آیت کا کیا مطلب ہے "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" فرمایا اس کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ تم دُعا کرو۔ میں قبول کرتا ہوں لیکن ساری دعائیں شرف قبولیت نہیں پاتیں۔ ظاہر ہے کہ بندے نے حضورِ قلب سے دعا نہیں کی۔ حالانکہ اس موقع پر بندے کے دل میں اور کوئی خیال نہیں ہونا چاہیے۔ ماسوائے اللہ تعالےٰ کی حاضری کا لیکن دعا کرتے وقت کسی غیر کا خیال آئے اور کوئی فکر لاحق ہو تو ایسی دُعا کا اثر نہیں ہوتا

پس لازم ہے کہ پروردگار عالم کو ایسے وقت میں یاد کرو جب تم اپنے آپکو اور غیر کو دل سے نکال کر باہر کرو۔ اس حالت میں دعا کا اثر ہوتا ہے۔ علاوہ بریں دُعا کے لیے عملِ صالح کی بھی ضرورت ہے۔

اعمالِ حسنہ

حضرت میاں میرؒ اپنے یاروں کو فرمایا کرتے تھے کہ نیک کام کرو اور عملِ صالح اختیار کرو۔ آپ دل کی صفائی اور باطن کی پاکیزگی پر بہت زور دیا کرتے تھے۔

وجد و شعور

آپ کے ایک مرید با اخلاص حضرت میاں حاجی محمدؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ اِن دو اقوال میں کیسے مطابقت پیدا ہو سکتی ہے۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ صوفی کی وجد کی حالت میں اس قدر شعور رہنا چاہیئے کہ اگر مُٹھی چینے سے بھری ہو اور چینے کا ایک دانہ مُٹھی سے گر جائے۔ تو اسے خبر ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صُوفی کو وجد کی حالت میں فنافی اللہ ہونا چاہیئے۔ حضرت میاں میر علیہ الرحمت نے ارشاد فرمایا کہ صوفی جب وجد میں ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی ہستی سے باہر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی رُوح حق تعالیٰ سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ لہذا کہا گیا ہے کہ صوفی کو وجد کی حالت میں آسمانوں اور زمینوں کی چیزیں نظر آتی ہیں۔

توکّل

ایک دفعہ حضرتؒ کا ایک مرید خاص لکڑی کی لاٹھی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں رکھنے کے لیے بنا لایا اور آپکی خدمتِ اقدس میں پیش کر دی، آنجناب نے عصا ہاتھ میں لیا اور

اُس کے سہارے چلنے لگے۔ ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ آپ نے یہ عصا پھینک دیا اور فرمایا کہ لاٹھی پر تو اس کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔ جو اللہ تعالےٰ پر بھروسہ نہ کرتا ہو۔ اور جو اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ اس کو لاٹھی پر بھروسہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد آپ نے لاٹھی رکھ دی اور پھر کبھی نہ لی۔ توکل کی انتہا یہاں تک تھی کہ رات کے وقت کوزے سے پانی گرا دیتے تھے۔

ترک وتجرید

حضرت میاں میرؒ صاحب حضور تھے اور چونکہ آپ نے تمام دنیاوی تعلقات چھوڑ رکھے تھے اور آپ ان سے مبرّا تھے۔ کیونکہ اوائل عمر سے ہی آپ ترک وتجرید میں بے مثال تھے مگر اس کے باوجود آپ مُریدین کو ترک وتجرید کے لئے نہ کہتے تھے۔ البتہ اگر کوئی مشغولِ حق ہو جاتا تو پھر اس کا باطن بھی درست ہو جاتا تھا۔ صاحب "سکینۃ الاولیاء" نے شیخ داوٗد بھیروی کا بیان تحریر کیا ہے کہ وہ ہمیشہ حضرت صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اُن پر توجہ فرماتے تھے۔ حضرت شیخ حامد گوجر بھی آنجنابؒ کے مُرید تھے۔ ان کو آپ نے آخری عمر میں مشغولِ ذکر فرمایا تھا۔ انکی بیوی نے شیخ داوٗد سے کہا کہ آپ حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں عرض کریں کہ آپ نے مجھے میرے شوہر کی زندگی میں ہی بیوہ بنا دیا ہے میری اولاد تباہ اور گھر ویران ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ گھر کی طرف التفات نہیں کرتا۔ شیخ مذکور نے یہ پیغام حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا دیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ اس کا شوہر اب اس کے کام کا نہیں۔ کیونکہ ہمارے شغل کا یہ خاصہ ہے کہ صاحب شغل غیر کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

مسئلہ رؤیت حق

اگر کوئی آنجناب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کوئی سوال کرتا تو آپ اس کا کچھ اس

انداز میں جواب دیتے کہ سائل مطمئن ہو جاتا۔ ایک دن ملّا سعد اللہ خاں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ مسئلہ رویت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم تو صرف جسمانی صورت کو دیکھ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو لامکان ہے۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اہل جنت کی ہڈیوں کا مغز ستر کپڑوں میں بھی نظر آئے گا۔ پس جب مغزِ استخواں اس طرح نظر آسکتا ہے تو یہ بصارت بصیرت کا کام کیوں نہیں دیگی۔

سماع

حضرت میاں میرؒ سماع بھی فرماتے تھے۔ اور ہندی راگ کو سمجھتے اور پسند فرماتے تھے قوال آتے تو ان سے سماع سُنتے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے قوالوں کو طلب فرمایا ہو یا قوال ہر وقت آپ کے پاس رہیں۔ شریعت حقہ کی پیروی میں اپنے آپ پر مکمل ضبط فرماتے اور وجد و رقص ہرگز نہیں فرماتے تھے۔ جب سماع سن کر جذبہ کی حالت آتی تو روتے مبارک اور چہرہ پُرنور سے ظاہر ہو جاتا اور ریش مبارک کا ایک ایک بال کھڑا ہو جاتا اور چہرہ تمتما اُٹھتا۔ لیکن وقار اس قدر ہوتا کہ نہ تو ہاتھ ہی اُٹھاتے اور نہ ہی کوئی حرکت صادر ہوتی۔ حضرت کے تمام احباب سماع کرتے تھے اِلّا مَاشَاءَ اللّٰہ ہ لیکن وجد و رقص سے اجتناب کرتے تھے حضرت میاں میرؒ کے زمانہ میں شیخان دہلی وجد و رقص کے لئے دہلی سے لاہور آکر رقص کی محافل و مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ ان کے اس طریقہ پر نفرت کرتے تھے اور اس کو حرام سمجھتے تھے۔

نذرانوں سے پرہیز

آپ نذر و نیاز اور نذرانے قبول کرنے سے تقریباً اجتناب کرتے تھے۔ بادشاہوں اور اُمراسے تو قطعی طور پر نذرانہ قبول نہیں فرماتے تھے اور اگر ان میں سے کوئی اشرفیوں کی تھیلیاں

پیش کرے تو آپ فرماتے تھے۔ کہ کیا تم نے مجھے فقیر سمجھ رکھا ہے۔ جو نقدی لے کر آتے ہو"
فرماتے میں فقیر اور مستحق نہیں ہوں بلکہ میرا شمار اغنیاء میں ہوتا ہے۔ جو خدا سے لو لگاتے ہو۔
وُہ فقیر نہیں ہوتا۔ یہ مال لے جاؤ اور کسی مستحق کو دے دو۔ دنیاداروں سے پرہیز کرتے
تھے اور نمازِ مغرب کے بعد جب حجرے میں تشریف لاتے تو دروازے کو اندر سے زنجیر
لگا دیتے تھے۔ کبھی کبھی قلیل مقدار میں فتوح قبول کر لیا کرتے تھے اس کا کچھ حصّہ اپنے لئے
صرف کرتے۔ باقی حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔

قبر پرستی کی مذمّت

فرمایا کرتے تھے کہ میری وفات کے بعد میری ہڈیاں نہ بیچنا اور میری قبر پہ دوسروں
کی طرح دُکان نہ سجانا۔ آپ کی زبان مبارک پہ حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا یہ قول اکثر
رہتا" کہ صُوفی وہ ہے جو نہ ہو" اور آپ اس میں یہ اضافہ کرتے کہ " اگر ہو تو بھی نہ ہو"

ادائے نماز

حضرت میاں میرؒ فرض اور موکدہ سُنن پڑھتے۔ باقاعدگی سے تہجّد بھی گزارتے۔ روزے
بھی رکھتے اور اپنے اصحاب کو بھی یہی تلقین فرماتے۔ جو آپ کے ارشاد پر اس کی تکمیل میں
کوشاں رہتے۔ جنگلوں یا بیابانوں میں مصروفِ عبادت یا مجاہدہ میں مصروف ہوتے تو بھی
نماز کے وقت تمام اِرد گرد کے اصحاب اکٹھے ہو جاتے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔ حضرت
میاں میر رحمت اللہ علیہ حضرت سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ اور حضرت غوث اعظم
سید عبدالقادر جیلانیؒ کے طریقے کے مطابق احکامات شریعت کی پابندی کرتے تھے۔

کم گوئی کی تلقین

آپ بہت کم بولتے تھے۔ اور اصحاب کو بھی یہی تلقین فرماتے تھے۔ راہ چلتے اگر آپ

کے اصحاب ایک دوسرے سے باتیں کرتے تو آپ کو ناگوار گزرتا اور انہیں منع فرماتے کہ آپس میں باتیں کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ذکرِ حق میں مشغول رہو بلکہ یہاں تک فرماتے کہ بازاروں اور گزرگاہوں میں بھی دو اکٹھے ہو کر نہ چلو۔ مبادا کہ گفتگو میں محو ہو جاؤ اور ذکرِ حق سے غافل ہو جاؤ۔ مزید برآں آپ کسی کے گھر آتے جاتے نہ تھے۔ تاکہ جو وقت باتوں میں ضائع ہوتا ہے وُہ یادِ الٰہی میں مصروف ہو۔ جس بات کا سمجھنا دوسرے کے لئے مشکل ہوتا۔ وہ کبھی زبان سے نہ نکالتے۔

دسترخوان پر مُریدوں کی شمولیّت

آپ کی غذا بہت کم تھی۔ ہفتہ دو ہفتے تک بھوکے رہتے تو کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے فرماتے تھے کہ تیس سال تک میرے گھر میں کوئی چیز نہیں پکائی گئی۔ آخری ایام میں صرف ایک قسم کا کھانا پکانے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ خادم برتنوں میں کھانا لے آتا تو آپ سب مریدوں کے ہمراہ تناول فرماتے۔ اگر کوئی مرید اس وقت حاضر نہ ہوتا تو اس کا حِصّہ علیٰحدہ رکھ لیتے خصوصاً حضرت شیخ محمدؒ لاہوری کے لئے جس کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ عیال دار آدمی ہے چونکہ آپ اکثر استغراق میں رہتے تھے اور کبھی کچھ کھایا تو اس کی خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ کیا کھایا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی اس لقمے کی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ جو اُن کے ہاتھ میں ہوتا۔ اگر کوئی معتقد یا متموّل آدمی اپنے رزقِ حلال کا کچھ حصّہ از راہِ نیازمندی یا اعتقاداً لے کر آتا۔ تو قبول فرما لیتے اور پکا ہوا کھانا جہاں سے آتا۔ تناول فرما لیتے۔ مگر بیشتر حصّہ دُوسروں میں تقسیم فرما دیتے۔ اگر کوئی شخص لگاتار کھانا لاتا تو اُسے منع فرما دیتے۔ آپ صرف زندہ رہنے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنے کے لئے مٹی کے برتنوں میں کھانا تناول فرماتے تھے۔

توبہ اور موت

حضرت میاں میرؒ فرمایا کرتے تھے کہ توبہ کرنے سے قبل کچھ لوگ لوٹ مار کرتے ہیں اور بُرے

کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ توبہ کے بعد اُن کا شمار اولیاء اللہ میں ہو۔ بلکہ توبہ کے بعد تمام بُری باتیں چھوڑ دینی چاہیئں اور تا وفات ان کی طرف ملتفت نہیں ہونا چاہیئے۔ سالک کا فرض ہے کہ نفس اور جسمانی خواہش کی طریق سے مخالفت کرے اور نیکی کی طرف مائل رہے۔

موت کے بعد

فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں اور موت کے بعد بھی اللہ کے نیک بندوں کا تصرّف ایک جیسا رہتا ہے۔ بلکہ موت کے بعد ان کا تصرّف بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ زندگی میں کچھ چیزیں مانع ہوتی نہیں۔ مگر مرنے کے بعد سب پردے اُٹھ جاتے ہیں۔

ناپاکی

حضرت میاں میرؒ فرمایا کرتے تھے کہ حکم ہے کہ اگر کسی شخص کے سر کا ایک بال ناپاک ہو اور جسم کے تمام اعضاء دھو دیئے جائیں تو بھی ناپاکی رہتی ہے اور وہ پاک نہیں ہوسکتا۔ اس طرح اگر کسی نے دنیا کو ترک کر دیا ہو اور وہ پھر بھی دُنیا کی طرف مائل ہو تو وہ تعلقات سے بَرّی نہیں ہو سکتا۔ اس کی باطنی ناپاکی برقرار رہتی ہے۔

دُنیا سے نفرت

آپ کو جس قدر نفرت دنیا سے تھی۔ اتنی کسی اور کو کم ہی ہوگی۔ دُنیا داروں سے پرہیز کرتے۔ اگر کوئی عقیدت مند حاضر ہوتا تو اس کو جلدی فارغ کر دیتے اور فرماتے تمہیں اور بھی کام ہوں گے۔ اور ہماری بھی اور مصروفیات ہیں۔ تم بھی جاؤ اور مجھے بھی اپنے شغل میں محو ہونے دو۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بعد از وفات شور زمین میں دفن کرنا۔

تاکہ میری ہڈیوں کا نشان باقی نہ رہے اور مقبرہ بھی نہ بنانا۔

بڑھاپا اور حرص

ایک دفعہ علمائے شہر نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی حرص اور لمبی عمر کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ کیا انبیائے علیہم السلام اور اولیائے کرام میں بھی یہ بات آجاتی ہے۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ جوانی میں ہر وقت کوئی نہ کوئی حرص ہوتی ہے۔ مگر بڑھاپے میں یہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو حق تعالیٰ کی رضا اور نیک اعمال کی خواہش ہوتی ہے۔ جو بڑھاپے میں زیادہ ہو جاتی ہے۔

لباس

فرمایا کرتے تھے کہ لباس ایسا ہونا چاہیئے کہ کوئی شخص بھی پہچان نہ سکے کہ یہ کس مسلک کا آدمی ہے جو شخص خرقہ یا گودڑی زیب تن کرتے ہیں وہ خود نمائی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ درویش ہے۔ یہ کس طرح بھی درست نہیں ہے۔ آپ کم قیمت کی سفید دستار اور کھدّر کا کرتا زیب تن فرماتے۔ جب میلا ہو جاتا تو دریائے راوی کے کنارے جا کر دستِ مبارک سے خود دھو لیتے۔ آپ اپنے اصحاب کو پاک صاف کپڑے پہننے کی بہت تاکید فرماتے تھے اور وہ بھی آپ کی طرح ہی کا لباس پہنتے تھے۔ گودڑی یا خرقہ نہیں پہنتے تھے۔ آپ اور آپکے اصحاب تسبیح بھی نہیں رکھتے تھے۔

بیٹھنے کا طریقہ

آپ کے بیٹھنے کے دو طریقے تھے۔ پہلا یہ کہ اکثر رُو بہ قبلہ دونوں گھٹنوں کو اٹھا کر کمر

اور گھٹنوں پر پٹکا لپیٹ کر بیٹھتے تھے۔ اس طریقے کو حَبْوَۃ کہتے ہیں۔ احادیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح جلوس فرمایا کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ آپ کے بیٹھنے کا آلتی پالتی مار کر بیٹھنا تھا۔ جب حضرت میاں میرؒ مشغول حق ہوئے تو آپ کے سب اصحاب انہیں دو طریقوں کے مطابق بیٹھتے تھے۔ جب آپ چارپائی پر تشریف فرما ہوتے تو کبھی دائیں ہاتھ اور کبھی بائیں ہاتھ کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر چہرہ کو اوپر کر کے بیٹھتے تھے کبھی چار زانو بھی بیٹھتے اور پاؤں کی دو بڑی انگلیوں کو دونوں زانوؤں کے اندر دبائے رکھتے تھے۔

استغنا

آپ کا طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص حاضرِ خدمت ہوتا تو دریافت فرماتے کہ کس کام کے لئے آیا ہے۔ اگر وہ کہتا کہ آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں، تو اس کی دلجوئی فرماتے اور پاس بٹھا لیتے۔ چنداں قیام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور فرماتے کہ جاؤ۔ لیکن اگر وہ کہتا کہ طلب حق کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ تو اس کو واپس چلے جانے کے لئے کہتے اور فرماتے بھئی۔ طلبِ حق آسان کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ بہت جان جوکھوں کا کام ہے۔ آپ نذر و نیاز کے حصول اور شہرت وجاہ کی خاطر بے پناہ مُرید نہیں بناتے تھے۔ یہی واقعہ حضرت ملّا شاہؒ بدخشانی کے ساتھ پیش آیا۔ جب وُہ بدخشاں سے لاہور تشریف لائے۔ اور آپکی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس کی طرف تین سال تک التفات نہ فرمایا۔ فرمایا کہ یہ استغنا محض آزمائش کے لئے تھا۔

ترکِ جاہ

حضرت میاں میرؒ میں جاہ و مرتبہ کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اپنے اصحاب واحباب کو اس

کے ترک کرنے کا مشورہ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ درویشوں کے لئے یہ بہت بڑی آفت ہے جو درویشوں کے لیے تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ حضرت خواجہ ملا بہاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں چند اصحاب کے ساتھ گھر میں بیٹھا تھا کہ دفعتاً گھر کی چھت کے گرنے کے آثار نظر آئے۔ انہوں نے اصحاب کو کہا کہ اُٹھ کر باہر چلے جائیں۔ کیونکہ چھت گرنے والی ہے۔ وہ سب تو چلے گئے مگر آپ وہاں بیٹھے کلمہ طیبہ کا ورد کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چھت نیچے آگری اور دو لکڑیاں ایک دوسرے پر آگئیں۔ جن کے درمیان محفوظ رہے۔ حضرت میاں میرؒ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "ہائے جاہ"۔ "وائے جاہ" کہ اس کا خیال مرتے وقت بھی نہیں جاتا۔ کلمہ طیبہ باآواز بلند پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ سن لیں کہ بوقت موت بھی وہ خدا کو یاد کرتا رہا۔ اِسے کلمہ طیبہ دل میں پڑھنا چاہیئے تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت میاں میرؒ ظاہری اور باطنی علوم پر ید طولیٰ رکھتے تھے اور اپنے مریدین کو ان کی تشریح کرنے میں ذرا بھی مشکل نہ آتی تھی۔ بلکہ آپ جس وقت قرآن پاک کی آیات، احادیث اور اکابر کے مشکل اشعار کے معانی سمجھاتے تو تمام علما و فضلا انگشت بدنداں رہ جاتے اور آپکی کمالِ علمیت و افضلیت کے قائل ہو جاتے۔ مزید برآں آپ یہ بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ کہ کوئی ان کو خط بھی لکھے۔

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی کس طرح کے فقیر تھے۔ اگر وہ دوبارہ دنیا میں آجائیں۔ اور میرا زمانہ ہو تو میں ان کو کہہ دوں کہ یہ آپ کا فقر فقر نہیں ہے۔ آؤ۔ مجھ سے فقر سیکھو۔

"سفینۃ الاولیا" میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی وزیر نے آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت۔ آپ کسی فرصت کے وقت میرے حق میں دعا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت پر خاک پڑے کہ جس وقت ماسوی اللہ کا خیال کروں اور اس کی یاد دل میں نہ ہو۔

شہزادہ اس کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ ایک مرتبہ اپنے مرید حضرت ملّا خواجہ کلاںؒ کے ہمراہ قبرستان میں تشریف لے گئے اور دُعا میں مشغول ہو گئے حضرت ملّا خواجہؒ کلاں کو کشفِ قبور ہوتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یا حضرت اس صاحب قبر کی آواز آتی ہے کہ میں جوانی کے عالم میں وفات پاگیا اور میں اپنے بداعمال کی وجہ سے عذابِ قبر میں مبتلا ہوں۔ اگر ستّر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب مجھے پہنچا یا جائے تو یہ عذاب میرے اُوپر سے ٹل سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے تمام اصحاب کو کہا کہ کلمہ طیبّہ پڑھو۔ جب پورا ہو گیا تو اس کی روح کو بخش دیا گیا۔ اس وقت ملّا خواجہ کلاںؒ نے بذریعہ کشفِ قبور دریافت کر کے کہا کہ صاحبِ قبر کہتا ہے کہ کلمہ طیبّہ اور آپ بزرگوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عذاب رفع کر دیا ہے۔

"خرقہ میر شاہی"

"شریف التواریخ" میں حضرت سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی لکھتے ہیں کہ فقرائے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بہت سے خرقے ہیں۔ جن میں ایک خرقہ "میر شاہی" ہے۔ جو حضرت شیخ محمد میر المعروف میاں میرؒ بن قاضی سائیں دتہ فاروقی لاہوری المتوفی سہ شنبہ ۔ ۷ ربیع الاول سنہ ۱۰۴۵ھ سے منسوب ہے۔"

اخلاقِ عالیہ

حضرت میاں میرؒ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ انہوں نے اس شہر قدیم میں اس قدر عبادات، ریاضات اور مجاہدات کئے۔ جو اپنی نظیر آپ ہیں۔ مگر آپ کسی پر بوجھ بن کر نہ رہے۔ ہمیشہ دُنیادار لوگوں کی صُحبت اور میل جول سے پرہیز کرتے تھے۔ اپنے خاص اصحاب میں سے کبھی کبھی دو ایک کو اپنے پاس رکھتے وگرنہ تنہا قبلہ رُو ہو کر تشریف فرما رہتے۔ آپ کا توکّل بدرجۂ کمال تھا۔ رات کو جو پانی کوزے میں ہوتا وہ گرا کر مصروفِ عبادت ہوتے۔ جب آپ کا کوئی مرید ترک و تجرید اختیار کرنے کا مصمّم ارادہ ظاہر کرتا تو آپ اُسے کم خوری، کم خوابی اور کم گوئی کی تلقین فرماتے۔ جو شخص آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا۔ آپ اس سے نہایت خوش اخلاقی اور خوش دلی سے پیش آتے اور اس کی حاجت روائی کے لئے ہمہ تن تیار رہتے۔ رزق کو من جانب اللہ قرار دیتے تھے۔ کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرتے تھے۔ اِسی لئے ہفتہ دو ہفتہ تک بھوکے رہتے تھے۔ مگر کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ خود فرماتے تھے کہ میں نے تیس سال تک گھر میں آگ نہیں جلائی۔ اکیلے بہت کم کھانا کھاتے تھے۔ بلکہ سب مریدوں کے ساتھ مل کر تناول فرماتے اور اگر کوئی مرید موجود نہ ہوتا تو اس کا حصّہ الگ کر دیتے۔ بعض اوقات آپ جمالِ ایزدی کے مشاہدات میں اس قدر مستغرق ہوتے۔ کہ کبھی کبھی اس لقمے کی بھی خبر نہ ہوتی جو ان کے ہاتھ میں ہوتا۔ کیونکہ اس گروہ کے لوگوں کی روحانی غذا

اور پرورش عالمِ غیب سے ہوتی ہے اور یہ لوگ ظاہری غذا کے محتاج نہیں ہوتے۔ بلکہ یادِ حق ہی ان کی غذا ہے۔ فتوحات اور نذرانے بہت کم وصول کرتے تھے اور اگر کبھی قلیل مقدار میں قبول فرماتے تو اس کا بہت تھوڑا حصہ اپنے پر صرف کرتے اور باقی حاجتمندوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتے۔ رزقِ حلال کا بہت خیال رکھتے تھے اور پرکھ کرتے تھے۔ سلاطین اور اُمرا کی نذر قبول نہ فرماتے۔ بلکہ کہتے کہ "مجھے فقیر سمجھتے ہو۔ جو نقدی لائے ہو۔ میں فقیر اور مستحق نہیں غنی ہوں جو خدا کا ہو جاتا ہے۔ وہ فقیر نہیں رہتا۔ یہ لے جاؤ اور کسی مستحق کو دے دو" دنیا سے شدید نفرت کرتے تھے۔ آپکی زندگی کا کوئی لمحہ حضورِ قلب کے بغیر نہیں گزرتا تھا۔ کسی کے گھر آتے جاتے نہیں تھے۔ بادشاہوں نے بڑی کوشش کی کہ آپ سے ربط و ضبط رکھا جاتے۔ مگر آپ نے ان کو بہت کم وقت دیا اور ان کی صُحبت سے کنارہ کشی کو بہتر جانا۔ لباس کی سادگی اور پاکیزگی پر آپ خاص توجہ رکھتے تھے۔ خرقہ عمامہ نہیں پہنتے تھے۔ گھر کا فرش پرانے بوریئے کا تھا۔ فقرا کو صاحبِ ثروت اور اغنیاء سے بہتر سمجھتے تھے۔ جاہ اور مرتبہ کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ کرامات دکھانے سے مکمل طور پر پرہیز کرتے تھے۔ آپ خلقِ عظیم کے آفتاب تھے۔ جو شخص بھی آپکی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا۔ فیضیاب ہی جاتا۔

حُلیہ مبارک

آپ کا رنگ مبارک گندمی اور ملیح تھا۔ ناک اونچی اور پیشانی کشادہ تھی۔ ابرو ایک دوسرے سے پیوستہ تھے۔ آنکھیں نہ چھوٹی اور نہ ہی بڑی تھیں۔ تمام اعضا متناسب تھے۔ ریش مبارک اتنی تھی کہ مٹھی میں آسکے۔ آخری عمر میں بال سفید ہو گئے تھے۔ قد مبارک میانہ تھا۔ کثرتِ ریاضت سے جسم بہت نحیف ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت میاں میرؒ قادری

اور جلال الدین اکبر بادشاہ

حضرت میاں میرؒ قادری ۱۵۷۵ء میں سیوستان سے لاہور تشریف لے آئے تھے۔ اور مصروف ریاضات و مجاہدات ہو چکے تھے۔ شہنشاہ اکبر ۱۵۸۵ء سے ۱۵۹۸ء تک مُلکی بغاوت کو فرد کرنے کے لیے چودہ سال تک معہ اپنے جرنیلوں اور افواج کے لاہور ہی میں اقامت گزیں رہا اور پھر اس نے دینِ الٰہی بھی جاری کیا تھا۔ جس کی مخالفت سارا ملک کر رہا تھا۔ اس دینِ الٰہی کی مخالفت میں علمائے لاہور نے بھی اپنی بساط کے مطابق بہت کام کیا۔ جس پر شہنشاہ نے بہت سے لاہوری علماء کو ملک بدر کر دیا تھا۔ اور کئی ایک کو سخت سزائیں بھی دیں۔ اس طرح اس کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ حضرت میاں میرؒ نے بھی اس جہاد میں عبادات کے ذریعے حصّہ لیا اور جمہور مسلمانوں کو اس طرف راغب کیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس زمانے کے ہندوستان کے بائیس صوبوں میں صرف اکبر کے دینِ الٰہی کے پیروؤں کی تعداد ایک ہزار سے زائد نہ ہو سکی۔ ان میں سے ایک روایت کے مطابق ایک سو آٹھ درباری تھے۔ اور باقی اس کے دوست احباب وغیرہ۔

۱۵۸۹ء میں راجہ ٹوڈرمل کی وفات لاہور میں ہوئی۔ اس کا تالاب اور مندر آج بھی آبادی تعمیر آباد بالمقابل لاہور منٹ میں موجود ہے۔ اور شاہجہان کی پیدائش بھی لاہور میں ۱۵۹۱ء میں ہوئی تھی۔ پاکستان منٹ (ٹکسال) کے بالمقابل آبادی تعمیر آباد ہے۔

جہاں باغ ہوشیار خاں اور سرائے ہوشیار خاں تھی۔ جس جگہ جا کر حضرت میاں میرؒ عبادت میں مشغول ہوا کرتے تھے۔

مزید تفصیلات کے لیے میرا مقالہ "لاہور عہد اکبر میں" ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے اپنے انداز بے نیازی اور بلند کرداری سے شہنشاہوں کو حکومت کے آداب اور رعایا پروری کے اسلوب سکھائے۔

حضرت میاں میرؒ قادری

اور شہنشاہ نورُالدین جہانگیرؒ

سفرِ آگرہ

جہانگیر بادشاہ صوفیاء اور درویشوں کا عقیدت مند نہ تھا۔ بلکہ جہاں تک ممکن تھا وُہ اُن کے درپئے آزار رہتا تھا اور ان کو تکلیف میں مبتلا کرنے میں بُخل سے کام نہیں لیتا تھا۔ اور نہ ہی اس طائفہ پر اعتقاد رکھتا ہے۔ جب کسی نے حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحؒ کے متعلق غلط باتیں منسوب کیں۔ تو اس نے آپ کو گوالیار قلعہ میں قید کردیا جہاں آپ کئی سال تک زنداں میں رہے۔ اسی طرح حضرت شیخ عبدالحق رحؒ محدث دہلوی آپ کے صاحبزادے شیخ نورالحق رحؒ اور میرزا حسام الدین جو حضرت مجدّد الف ثانی رحؒ کا مرید اور ابوالفضل کا بہنوئی تھا۔ نیز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا کو بھی ملک بدر کر کے کابل اور کشمیر جانے کے لئے حکم صادر کیا تھا۔ جب اُس نے حضرت میاں میر قادری رحؒ لاہوری کے متعلق سُنا تو اکبر آباد (آگرہ) سے اپنا خاص ایلچی بھیج کر آپ کو بلوا بھیجا۔ کہ آپ کی انتہائی نوازش ہوگی۔ اگر آپ میرے ہاں تشریف لائیں۔ بادشاہ نے مزید عذر کیا کہ اگر قیام لاہور کے دوران آپ کا اسم گرامی سُن پاتا۔ تو ضرور حاضرِ خدمت ہوتا۔ لیکن اب چونکہ وہاں سے آگرہ آگیا ہوں اور میرا لاہور آنا ابھی مشکل ہے۔ اس

لئے آپ تشریف لا کر ممنون فرمائیں۔ حالانکہ آپ اس وقت ضعیف و نحیف تھے۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث "مَنْ دُعِیَ فَلْیُجِبْ" یعنی جو دعوت دے اس کو قبول کیا جائے۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ قبل ازیں آپ سیوستان سے لاہور، لاہور سے سرہند اور پھر سرہند سے لاہور تک کا سفر کر چکے تھے۔

جہانگیر نے اپنی عادت کے خلاف آپکی نہایت عزّت و تکریم کی اور تعظیم میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی۔ کچھ عرصہ بادشاہ اور آپ اکٹھے رہے۔ باتیں کرتے رہے۔ حضرت میاں میرؒ نے بادشاہ کو نصیحت کی۔ جس کا اس پر گہرا اثر ہوا اور کہنے لگا کہ جی چاہتا ہے کہ بادشاہی چھوڑ کر آپ کے زمرہ میں شامل ہو جاؤں اور اللہ اللہ کرتا رہوں۔ آپ نے فرمایا "درویش کامل وہ ہوتا ہے۔ جس کی نظر میں سنگ و خس برابر ہوں۔ اب چونکہ تم نے یہ ارادہ کرلیا ہے اس لئے تم درویش ہو" بادشاہ نے کہا کہ "آپ ایسی دلیلیں پیش کر کے مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "تمہارا وجود رعایا کی پاسبانی اور حفاظت کے لیے ہے۔ تمہارے عدل و انصاف کی برکت سے درویش اور فقیر بھی جمعیت خاطر سے عبادت و ریاضت میں مصروف عمل ہیں"۔

بعد ازاں جہانگیر نے کہا "حضرت توجہ فرمایئے"۔ آپ نے فرمایا "تم رعایا کی حفاظت کے لئے کوئی اور پیدا کر لو۔ تو میں تمہیں ساتھ لے جا کر مشغول کر دوں گا"۔ بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اور فرمائش کے لئے کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ "جو طلب کروں گا۔ وہ دو گے"۔ بادشاہ نے کہا کہ "بسر و چشم"۔ آپ نے فرمایا۔ تو بس میری یہ خواہش ہے کہ مجھے رخصت دیدے۔ جہانگیر نے اسی وقت آپکو عزت و احترام سے رخصت کیا اور آپ لاہور تشریف لے آئے۔

اس صحبت سے بادشاہ نے بہت فیض پایا تھا۔ اس لئے دوسری بار بھی آپکی ملاقات کا اظہار کیا۔ اس نے دو خط آنجناب کی خدمت اقدس میں ارسال کئے تھے۔ ایک ملاقات

سے پہلے کا تھا اور دوسرا ملاقات کے بعد کا۔

پہلا خط

بندہ مخلص سلام و نیاز کے بعد اپنا خلوص حضرتؒ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ آپ کی ملاقات نصیب ہو۔

"نوشتہ جہانگیر ابن اکبر بادشاہ حضرت پیر دستگیر شیخ میرؒ کے نام۔"

دُوسرا خط

"حضرت پیر دستگیر شیخ میرؒ کی خدمتِ اقدس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے نیازمند جہانگیر کی طرف سے۔ بعد سلام و نیاز عرض ہے کہ گاہے گاہے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد فرمالیا کریں۔ نیز گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ظالم کے ہاتھ سے نجات دلادیں جو بدعہد شخص ہوتا ہے۔ اُمید ہے، وُہ خدا کے غضب کا مستوجب ہوگا۔ آمین۔"

یہ خط لاہور بادشاہ کی طرف سے اس وقت ارسال کیا گیا تھا۔ جب والیٔ ایران نے قندھار پر حملہ کر دیا تھا۔

"توزک جہانگیری" میں بادشاہ آپ کی تعریف یُوں کرتا ہے:

"الحق ذات شریف است و درین عہد بغایت غنیمت و عزیز الوجود۔ این نیازمند از خود براہ ایشاں صحبت داشت و بسا سخناں بلند از حقائق و معارف استماع افتاد ہر چند خواستم نیازے۔ بگذارم چوں پایۂ ہمّت ایشاں ازاں عالی تر یافتم خاطر باظہار ایں مطلب رخصت نداد۔ پوستِ آہو سفید بہ جہت جانماز بایشاں گزرانیدم۔ فی الفور وداع شدہ بہ لاہور تشریف بردند۔"

یہ چودھویں سن جلوس مطابق ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۹۸۱ء کا واقعہ ہے۔ بادشاہ نے

آپکو ایک ہرن کی کھال اور جا نماز نذرانہ پیش کیا اور جب تک بادشاہ زندہ رہا حضرت صاحبؒ کی تعریف کرتا رہا۔

اپنی تصنیف "شہر لاہور دی تاریخ" میں کرنل بھولا ناتھ آئی۔ ایم۔ ایس لکھتا ہے۔
"میاں میرؒ وی جہانگیر دے سمے وچ لاہور آیا۔ بڑا پجیا ہویا بزرگ منیا جاندا سی۔ ایران تے عراق دے صوفیاں تیک اونہاں داناں مشہور سی۔"

شہنشاہ نورالدین جہانگیر کو ہندوستان کے تمام شہروں سے زیادہ لاہور سے محبت تھی۔ اس کا ایک درباری شاعر طالب آملی کہتا ہے۔

خوشا لاہور و فیض آب لاہور — بہ طاعت میل شیخ و شاب لاہور
سکندر گو کہ عمر خضر باید — ز آب ہمچو شہد ناب لاہور
کسنم زاں رو مرید آساشب و روز — کرامت ہا بیان درباب لاہور
کہ پیر دستگیر و مرشد من — یکے قطب از اقطاب لاہور
خدایا زندہ جاوید دارش — بہ آب خضر یعنی آب لاہور

اور اس پر طرّہ یہ کہ جہانگیر کا اپنا مقبرہ لاہور میں ہے اس کی بیوی ملکہ نورجہاں اور ملکہ کے بھائی آصف جاہ کے عظیم الشان مقابر کے علاوہ اس کے فرزند شہزادہ پرویز (کوٹ خواجہ سعید) والدہ شہزادہ پرویز صاحب جمال (مقبرہ انارکلی اندرون سول سیکرٹریٹ) شہزادی نادرہ بیگم دختر شہزادہ پرویز (میاں میر) کے رفیع الشان مقابر بھی لاہور میں ہیں۔

جہانگیر ۱۶۰۴ء، سنہ ۱۶۰۶ء، ۱۶۰۷ء، سنہ ۱۶۰۸ء، سنہ ۱۶۱۹ء اور سنہ ۱۶۲۴ء میں لاہور آیا اور بالآخر اُس کی لاش سنہ ۱۶۲۸ء میں لاہور آئی! اور اس کو شاہدرہ میں نورجہاں کے باغ میں دفن کیا گیا۔ اکبر آباد (آگرہ) کے علاوہ جہانگیر حضرت میاں میرؒ سے لاہور میں سنہ ۱۶۱۹ء میں بھی نہایت خلوص و محبّت سے ملا اور آپکے ارشادات و فرمودات سے مستفید ہوا۔

مزید تفصیل کے لئے میرا مقالہ "شہنشاہ جہانگیر اور لاہور" ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت میاں میر قادریؒ

اور شہنشاہ شہاب الدین شاہجہان صاحب قرآنؒ

"بادشاہ نامہ" مصنفہ مُلّا عبدالحمید لاہوری اور "سکینۃ الاُولیاؒ" مؤلفہ شہزادہ دارالشکوہ قادری میں شاہجہان کا آپ کی خدمتِ اقدس میں لاہور آنا تحریر ہے۔ شاہجہان دو مرتبہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور دونوں دفعہ شہزادہ داراشکوہ بمعہ دیگر خاص اعیان سلطنت کے حاضر تھا۔ ان ملاقاتوں میں آنجناب نے بہت سی رموز و نیاز کی باتیں کیں اور نصیحت بھی کی۔ جس پر بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کی نگاہ میں ایسا ولیؒ کامل ملنا محال ہے وُہ اکثر کہا کرتا تھا کہ ترک و تجرید، بے نیازی اور بے تعلقی میں حضرت میاں میرؒ سے بڑھ کر کوئی درویش نہیں دیکھا۔ صاحب "سکینۃ الاولیا" لکھتا ہے۔

جب بادشاہ آپکے حجرہ میں داخل ہوا۔ تو چار آدمی ہمراہ تھے۔ پہلے آپ نے فرمایا کہ "عادل بادشاہ کے لئے لازم ہے کہ وہ مملکت اور رعایا کی حفاظت اور پاسبانی کرے۔ اور رعایا کی خوشحالی کے لیے کوشاں رہے۔ اگر رعیّت خوش حال رہی اور ملک آباد ہوا۔ تو سپاہ آسودہ اور خزانہ معمور ہو گا۔ اس کے بعد دینی مسائل پر بات چیت ہوتی رہی۔

شہزادہ دارشکوہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ بے شمار حکیموں کا علاج کرایا۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ اور بیماری چار ماہ تک طُول پکڑ گئی۔ بالآخر والدگرامی قدر شاہجہان مجھے ساتھ لے کر حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بیماری سے صحت کی دُعا

کے لئے ملتمس ہوئے۔ نیز بادشاہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہ "حضرت میرا یہ بیٹا آپ کا بے حد معتقد ہے، حکیم اس کے علاج سے تنگ آ گئے ہیں۔ آپ توجہ فرمائیں۔ حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر مٹی کا پیالہ جس میں خود پانی پیا کرتے تھے۔ پانی سے بھر کر ہاتھ میں لیا۔ اس پر دُعا پڑھی اور پانی پینے کے لئے پیالہ مجھے دے دیا۔ یہ پینے کی یہ تاثیر ہوئی کہ ایک ہفتہ کے بعد میری بیماری دور ہوگئی اور مجھے صحتِ کاملہ مل گئی۔

اِس ہفتے پھر شہزادے نے حضرت کی خدمتِ اقدس میں اپنا خاص آدمی بھیج کر کامل صحت یابی کے لئے دُعا کی التماس کی۔ آپ نے فرمایا: "ان چار دنوں میں فلاں وقت اور فلاں ساعت کامل شفاء حاصل ہو جائیگی اور شہزادہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔

دوسری دفعہ جب شاہجہان آپکے حجرہ شریف پر تشریف لے گئے تو اس وقت بھی شہزادہ دارا شکوہؒ اور پہلے چار آدمی ساتھ تھے۔ خلوص و محبت سے بہت سی باتیں ہوئیں بادشاہ نے عرض کی کہ حضرت دعا فرمائیں کہ میں ترکِ دُنیا کی طرف مائل ہو جاؤں۔ آنجناب نے فرمایا کہ "جب آپ کوئی نیک عمل کریں۔ جس سے اہلِ اسلام کا فائدہ ہو۔ اس وقت اپنے لئے خود دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے سوا کچھ نہ مانگیں" پھر یہ شعر پڑھا۔

ہم خدا خواہی وہم دُنیائے دُون

این خیال است و محال است وجنون

(تم خُدا کو بھی چاہتے ہو اور دُنیا کو بھی۔ اِن کا اکٹھا ہونا محال اور جنون ہے)

انہیں ایام میں شاہجہان حضرت شاہ بلادلؒ قادری سے بھی ملا۔ جو ایک شب بیدار اور صائم الدہر بزرگ تھے۔ اکثر ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہتے تھے۔ جب بادشاہ نے حضرت میاں میرؒ سے ان کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ "میں نے ان کے پیرو مرشد کو بھی دیکھا ہے"۔ یعنی حضرت شمس الدینؒ قادری لاہوری کو اس دفعہ شاہجہان بادشاہ نے ایک سفید دستار اور ایک خرما کی تسبیح بطور نذرانہ پیش کی۔ اور التماس کی آپ مالِ دُنیا قبول نہیں فرماتے۔ یہ نذر

تو قبول فرمائیں۔ حضرت نے دستار تو واپس کر دی۔ مگر تسبیح رکھ لی اور پھر داراشکوہ کو عطا کر دی۔ شہزادہ داراشکوہ مزید لکھتا ہے کہ جب بادشاہ اور دیگر ساتھی حضرت کے بالاخانے کی طرف آئے تو اس فقیر نے جوتا اتار لیا اور اس خانۂ مبارک کو وادی مقدس سمجھ کر برہنہ پا آیا۔ بادشاہ سے دوران ملاقات حضرت لونگ چباتے اور پھینک دیتے تھے۔ حاضرین پر یہ بات گراں گزری۔ مگر یہ فقیر انہیں جمع کر کے کھا لیتا۔

اس طرح لونگ چبانے کا شرف شہزادہ داراشکوہؒ قادری کے علاوہ حضرت خواجہ بہاریؒ قادری اور حضرت میاں محمد مرادؒ قادری کو بھی حاصل تھا۔

شاہجہان جو حضرت میاں میرؒ کا بے حد عقیدت مند اور ارادت مند تھا۔ ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ آگرہ چلے آئیں۔ مگر آپ نے وہاں جانا پسند نہ فرمایا۔

شاہجہان ۱۵۹۱ء میں لاہور میں پیدا ہوا۔ پہلی دفعہ ۱۶۳۳ء کو لاہور آیا۔ پھر ۱۶۳۴ء کو قیام لاہور کے دوران دو تین دفعہ حضرت میاں میرؒ سے ملا۔ پہلی دفعہ ۷، اپریل، دوسری دفعہ ۹، اپریل کو اور تیسری دفعہ ۱۸، دسمبر کو۔ ان ایام میں نواب وزیر خاں گورنر لاہور اور دیگر عمائدین سلطنت بادشاہ کے ہمراہ تھے۔ ۱۶۳۵ء میں حضرت میاں میرؒ کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد شاہجہان ۱۶۳۸ء، ۱۶۴۵ء، ۱۶۴۸ء کو بھی لاہور آیا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۶۵۸ء میں باپ کو قید کر لیا اور خود تخت نشین ہو گیا۔ ۱۶۵۹ء میں اس نے اپنے بھائی شہزادہ داراشکوہ کو قتل کر دیا اور یوں سلسلہ عالیہ قادریہ کے پرخلوص اور بہترین ارادت مند کو اس نے تخت حاصل کرنے کے لئے ختم کر دیا۔

ترجمان حقیقت علامہ محمد اقبال اپنی تصنیف ''اسرار خودی'' میں لکھتے ہیں کہ شاہجہان گولکنڈہ اور بیجاپور کی فتح کے لئے حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں لاہور میں برائے دعا حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے مریدین بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے اس موقع پر خاموشی

اختیار کی۔ اتنے میں ایک مفلوک الحال شخص حاضر ہوا۔ جس نے ایک چاندی کا سکہ نذرانہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یا حضرت۔ یہ میری رزقِ حلال کی کمائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھکاری نہیں ہوں غنی ہوں۔ جس کا اللہ ہو۔ وُہ بھکاری نہیں ہوتا اور فرمایا کہ یہ سکہ بادشاہ کی نذر کر دو کہ وہ بھکاری ہے اور سارے ہندوستان کے خزانوں کا مالک ہونے کے باوجود حریص اور لالچی ہے۔ اور ناحق مخلوقِ خُدا کو قتل کرانا چاہتا ہے۔

"تاریخ ہندوستان"، جلد ہفتم مصنفہ شمس العلما مولوی ذکاراللہ دہلوی میں لکھا ہے کہ جب شاہجہان لاہور آیا تو اس نے حضرت میاں میرؒ کی خانقاہ عالیہ کے خدام کو دو ہزار روپے دیئے۔" مگر صاحب "سکینۃ الاولیا" نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ اور نہ ہی کسی معاصر شاہجہانی تاریخ میں اس کا ذکر ہے۔

بزرگانِ لاہور سے شاہجہان بادشاہ نے حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے علاوہ حضرت شاہ بلاولؒ قادری، حضرت شاہ شمس الدینؒ قادری، حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ اور حضرت خواجہ بہاریؒ سے ملاقات کی تھی اور اُن کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوا تھا۔

مزید تفاصیل کے لیے میرا مقالہ "لاہور میں عہد شاہجہانی کی مساجد"، ملاحظہ فرمائیں۔

نواب وزیر خاں

شہزادہ دارا شکوہ قادری حضرت میاں میرؒ کے خادم حضرت نور محمدؒ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ حضرت کے وصال سے ایک روز پہلے حاکم شہر وزیر خاں آپکی زیارت کے لیے آیا اور حجرہ سے باہر کھڑے ہو کر اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا کہ اُسے واپس بھیج دو۔ خدام نے عرض کی۔ کہ وُہ بیمار پرسی کے لئے آئے ہیں اور خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ آجائیں۔ مگر زیادہ دیر نہ بیٹھیں۔ جب وہ اندر آئے تو عرض کی کہ ایک حکیم حاذق لایا ہوں۔ اجازت فرمائیں تو وہ آپ کا علاج کریں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے لیے حکیم مطلق ہی کافی ہے چنانچہ آپ نے وزیر خاں کو رخصت کر دیا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا۔ تو حاکم شہر (نواب وزیر خاں) بمعہ اکابر علما و فضلا اور شہزادوں کے ہمراہ آپ کے حجرہ شریف (انارکلی) آیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد اکابر، اشراف اور مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت نے آپکی نماز جنازہ ادا کی۔ اور یہ سب لوگ بمعہ حاکم شہر آپ کے جنازہ کے ساتھ شہر سے چل کر اس جگہ پہنچے۔ جہاں اب آپ کا روضۃ النور ہے۔ نواب وزیر خاں کے والد کا نام شیخ عبداللطیف اور دادا شیخ حسام الدین تھا۔ اس نے ملکہ نور جہاں کا علاج کیا تھا تو اس کو آرام آنے پر بائیس لاکھ روپیہ انعام ملا تھا۔

نواب وزیر خاں کا نام حکیم علیم الدین انصاری تھا۔ ولادت چنیوٹ میں ہوئی۔ یاد رہے کہ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہجہان بھی چنیوٹ کا باشندہ تھا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر فن طبابت

میں کمال حاصل کیا اور اپنی خداداد لیاقت سے شاہجہان کے دربار میں پہنچا اور ترقی کر کے دیوان بیوتات کے منصب تک پہنچا اور پھر نواب وزیر خاں کا خطاب لے کر حاکم پنجاب ۱۶۳۲ء سے ۱۶۳۹ء تک تعینات رہا۔ اس کو عمارات بنوانے کا بہت شوق تھا۔ لاہور میں اس کی بنا کردہ بہت سی عمارات ہیں۔ جن میں سے مسجد وزیر خاں (اندرون دہلی دروازہ) مسجد خورد نواب وزیر خاں (ٹکسالی دروازہ کے اندر بازار ہتیاں میں) باغ نخلی (بر موقع پنجاب پبلک لائبریری وجناح ہال) معہ بارہ دری، بازار، حمام (اندرون دہلی دروازہ) دکانات (اندرون دہلی دروازہ) پری محل (اندرون موچی دروازہ) زنانہ محل نواب وزیر خاں (بازار ہتیاں)۔ مسجد پری محل (اندرون شاہ عالمی) وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ شاہجہان کے حکم سے اس نے قلعہ لاہور میں شاہ برج، دولت خانہ خاص اور آرام گاہ دولتخانہ وغیرہ کی تجدید نو کی۔ بادشاہ جب لاہور آیا تو اس کے محل "پری محل" میں بھی گیا۔ جہاں بادشاہ کو بے شمار تحائف دیئے گئے۔ اور اس کی خوب خاطر مدارت کی گئی۔

شہر وزیر آباد بھی اس نے بسایا تھا۔

نواب وزیر خاں کو ۱۶۴۰ء میں دارالخلافہ اکبر آباد کا گورنر مقرر کیا۔ تو وہ زیادہ دیر زندہ نہ رہا۔ صرف دس ماہ کے بعد بعارضہ قولنج وفات پا گیا۔ تو اکبر آباد میں دفن ہوا۔ یہ ۱۲ جمادی الاول ۱۰۵۱ء بمطابق ۱۶۴۱ء کا دن تھا۔ جب بادشاہ کو اس کی وفات کی خبر ملی تو بارگاہ الہٰی میں اس کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ اور اس کے فرزندوں سعید خاں، صلاح الدین خاں میر توزک کو طلب کر کے ان کو شاہانہ الطاف سے نوازا۔

حضرت میاں میرؒ قادری

اور شہزادہ شہریار

جہانگیر کی وفات کے بعد لاہور میں شہزادہ شہریار جو کہ ملکہ نور جہاں کا داماد تھا نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ مگر جلد ہی ملکہ نور جہاں کے بھائی آصف خاں نے اس کو تخت سے اُتار کر شاہجہان اپنے داماد کی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور شہزادہ شہریار کو اندھا کر کے مروا دیا۔ اس شہریار نے حضرتؒ صاحب سے اپنے ایک خاص ایلچی کے ذریعے آپ کی دستار تبرک کے طور پر منگوائی تھی۔ جس کا تذکرہ اسی کتاب میں آگے چل کر آئے گا۔ یاد رہے کہ شہزادہ شہریار کو ۱۶۲۸ء میں قلعہ لاہور میں آصف جاہ نے جو کہ شاہجہان کا سُسر تھا۔ قتل کروا کر ان سب شہزادوں کی لاشیں دہلی بھیج دیں۔ جن میں شہزادہ شہریار داماد ملکہ نور جہاں، شہزادہ داور بخش پسر شہزادہ خسرو، شہزادہ گرشاسپ بن شہزادہ خسرو بن جہانگیر، شہزادہ طہورث پسر شہزادہ دانیال، شہزادہ ہوشنگ پسر دانیال شامل تھے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حاضری

جس زمانے میں لاہور سکھ گردی کا شکار تھا۔ ان رہزنوں اور لیٹروں کی بہیمیت اور بربریت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور لاہور کی تمام مساجد، مقابر اور خانقاہوں کا سنگِ مرمر، سنگِ سُرخ اور دوسرے قیمتی پتھر اُکھاڑ لیے تھے۔ تو انہی ایام میں رنجیت سنگھ بذاتِ خود اپنے گھوڑے "لیلیٰ" پر سوار ہو کر مرقدِ منور حضرت میاں میرؒ پر حاضر ہوا۔ تاکہ اس کا قیمتی پتھر بھی اُتروالے۔ چنانچہ گھوڑا تین دفعہ گرا۔ اور رنجیت سنگھ بمشکل گرنے سے بچا۔ اور پھر حکم دیا کہ یہاں سے کوئی پتھر نہ اکھیڑا جائے۔ یہ "بادشاہوں کا پیر ہے" تاکہ اس کا غضب ہم پر نہ پڑے پھر پانچ سو روپیہ نذرانہ پیش کیا اور جب تک زندہ رہا۔ یہ نذرانہ قائم رہا۔ نیز روضۂ عالیہ کی مرمت کرائی۔ سفید کرائی اور توبہ کی۔ حالانکہ اسی رنجیت سنگھ نے حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی، حضرت خواجہؒ بہاری اور شہزادی نادرہ بیگم کے تمام قیمتی پتھر اتروا کر امرتسر برائے تزئین دربار صاحب امرتسر اور رام باغ بھیج دیئے۔ مصنف "عمدۃ التواریخ" لالہ سوہن لال سُوری لکھتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ کے مقبرہ کی مرمت وغیرہ بذریعہ فقیر نورالدین پانچ سو روپیہ سے کرائی اور پھر ہر سال آتے رہے اور نذرانہ پیش کرتے رہے۔ جس سے مجاورین خوب گلچھرے اڑاتے تھے۔ مہاراجہ کے ساتھ اس موقع پر تمام بڑے بڑے سکھ سردار بھی ہوتے تھے۔

دربار صاحب امرتسر کا سنگِ بنیاد

حضرت میاں میرؒ اپنی بزرگی اور پاکبازی کی بنا پر جہاں عوام الناس اور بادشاہوں کی نظر میں نہایت ادب و احترام کی وجہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہاں غیر مُسلم بھی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دلی مرادیں پاتے تھے۔ چنانچہ جب گورو ارجن دیو کے دل میں دربار صاحب امرتسر تعمیر کرنے کا خیال آیا۔ تو اس نے حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی عبادت گاہ کا سنگِ بنیاد اپنے ہاتھوں سے رکھنے کی تجویز پیش کی۔ جو آپ نے منظور فرمالی۔ اور امرتسر تشریف لے گئے۔ ایک سکھ مصنف نے اپنی تصنیف "تاریخ امرتسر" میں لکھا ہے۔ کہ تالاب بنوانے کے بعد سکھ گورو نے ۱۵۸۸ء کو ہر مندر کا بنیادی پتھر حضرت میاں میرؒ کے دستِ مبارک سے رکھوایا۔ اتفاقاً حضرت میاں میرؒ کے ہاتھ سے وُہ بنیادی اینٹ اُلٹی رکھی گئی۔ جس کو معمار نے اٹھا کر سیدھا کر دیا۔ اس پر گورو ارجن دیو بہت خفا ہوئے۔ اور کہا۔ ایسے مقدس ہاتھ کی اینٹ تم نے کیوں سیدھی کی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ مندر ایک دفعہ تباہ ہو کر پھر آباد ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور احمد شاہ ابدالی کے حملہ امرتسر ۱۷۶۱ء کے دوران یہ مندر تباہ ہو کر چار سال کے بعد آباد ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ گورو ارجن دیو نے لاہور آ کر حضرت میاں میرؒ نے درخواست کی تھی کہ وُہ ہر مندر کا سنگِ بنیاد رکھیں۔

یہ واقعات سکھوں نے اپنی تواریخ میں لکھے ہیں۔ مگر مسلم مؤرخین کی کُتب میں ان کا حوالہ

نہیں ملتا۔ اور نہ ہی کسی معاصر تذکرہ نگار اور مؤرخ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ کرنل بھولا ناتھ اپنی کتاب "شہر لاہور دی تاریخ" میں لکھتے ہے کہ "گورو ارجن میاں میرؒ صاحب بڑے متّرسن"۔

"انسائیکلو اُردو" سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اور اب ان دو چار سالوں میں گوردوارہ امرتسر کو وزیر اعظم ہندوستان مسز اندرا گاندھی کے حکم سے بمباری کر کے تباہ کر دیا گیا تھا۔

گوروجی کی زندان خانہ سے رہائی

ایک دفعہ دیوان چندو مل حاکم شہر نے گوروجی کو ذاتی مخاصمت اور عداوت کی وجہ سے گرفتار کر کے قیدخانہ میں ڈال دیا تو اس وقت حضرت میاں میرؒ نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے ان کو جیل سے رہا کرایا۔ دیوان مذکور آپ کا شدید مخالف ہوا۔ تو اس نے بادشاہ کے حضور آن کی سیاسی سرگرمیوں کا تذکرہ کر کے ان کو واجب القتل ٹھہرایا۔ جب وُہ شاہی قلعہ لاہور آئے تو انہوں نے اشنان کی درخواست کی۔ دریائے راوی جو ان ایّام میں قلعہ کے نیچے سے بہتا تھا۔ اشنان کرنے کے لیے دریا میں داخل ہوئے۔ مگر پھر واپس نہ اُبھرے اور دریا میں بہہ گئے۔ اور اب اس جگہ ان کا گوردوارہ عہد رنجیت سنگھ میں تعمیر ہوا۔

شیخ عبدالرؤف لوتھر (سکھ نومسلم) کی روایت ہے کہ قدیم گرنتھ بابا گورونانک میں ان کی پیشگوئی درج تھی کہ امرتسر کے ہرمندر کا سنگِ بنیاد وُہ شخص رکھے گا۔ جو اس علاقے میں سب سے بہتر ہو گا۔ اور زمانہ جانتا ہے کہ یہ کام حضرت میاں میرؒ کے ہاتھوں سر انجام پایا۔ ہرمندر امرتسر (تالاب) کے صدر دروازے کے قریب "مقام میاں میرؒ" تھا۔ جہاں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اور دوسرے بزرگانِ کے تبرکات تھے۔ مگر اب یہ نہیں ہیں اور انکو وہاں سے اُٹھا دیا گیا ہے۔ سردار علی احمد خاں جب ۱۹۷۹ء میں امرتسر گئے تھے تو انہوں نے دربار صاحب امرتسر میں "دربار صاحب آرٹ گیلری" میں حضرت میاں میرؒ اور حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کی تصاویر دیکھیں تھیں جو کہ سوبھا سنگھ آرٹسٹ کی تیار کردہ تھیں۔

حضرت میاں میرؒ قادری

اور شہزادہ محمد داراشکوہ قادریؒ

شہزادہ داراشکوہؒ حضرت میاں میرؒ کا نہایت مخلص ارادت مند تھا اور حضرت بھی اس سے بے انتہا محبت و پیار کرتے تھے۔ شہزادہ لکھتا ہے کہ جب شاہجہان حجرہ حضرت میاں میرؒ سے باہر نکلا۔ تو میں تنہا وہاں آپ کے پاس گیا اور اپنا سر ان کے پائے مبارک پر رکھ دیا۔ آپ نہایت مسرت و خوشی سے اپنا دستِ مبارک میرے سر پہ پھیرتے رہے: گویا کہ آپ نے مجھے عرشِ معلیٰ تک پہنچا دیا اور نہایت مہربانی سے رخصت کیا۔

آنجناب کے بعض اصحاب کی زبانی ہے کہ جب حضرت نے میرے برہنہ پا آنے کا ذکر سنا تو بہت خوش ہوئے۔

ایک دن اپنے مریدین خاص ملّا صالح، شیفیع احمد، میاں حاجی محمدؒ بنیانی وغیرہم سے فرمایا کہ شہزادہ داراشکوہ پر ہماری خصوصی توجّہ ہے۔ اور تم بھی ایسا ہی کرو۔ اگر اس سے انحراف کرو گے تو خداوند قدوس سے انحراف کرو گے۔

شہزادہ مزید لکھتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنا خاص آدمی حضرت کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ میرا (داراشکوہ) ملازم ہے۔ تو فرمایا "خوب تم اس کے ملازم ہو۔ بیٹھ جاؤ" اور اسے اپنے قریب جگہ دی اور یہ مصرع پڑھا۔

اے گُل بتو خرسندم تو بوئی کسے داری

(اے پھول تجھے دیکھ کر خوش ہوں۔ کہ تو کسی کی خوشبو لئے ہوئے ہے)

پھر اس پر بکمال مہربانی فرمائی۔ اور اُسے ذکر و شغل میں مشغول کیا۔

حضرت خواجہ بہاریؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے کبھی تسبیح نہیں پڑھی۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور کے ہاتھ میں کبھی تسبیح نہیں دیکھی گئی۔ فرمایا۔ میں شہزادہ داراشکوہؒ کے لئے پڑھ رہا ہوں۔

ایک دفعہ حاجی محمدؒ نیانی کو فرمایا کہ "شہزادہ داراشکوہؒ ہماری جان اور ہمارا نور بصر ہے۔"

صاحب "سکینۃ الاولیاء" لکھتا ہے کہ ہفتم ماہ ذوالحج بروز دوشنبہ کی رات علی الصبح میں نے خواب میں دیکھا حضرت میاں میرؒ کو گھر سے باہر محوِ استراحت پایا۔ اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ آنجناب نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہ "میرے نزدیک آؤ۔" آپ نے میرے سینے کو ننگا کیا اور اپنے سینے سے کُرتا ہٹا کر مقامِ قلب کو میرے سینے کے مقام قلب سے ملایا اور فرمایا "لے یہ اپنی امانت۔" ان کے سینۂ مبارک کے چھونے سے بے شمار انوار میرے سینے میں اُتر آئے

ہفتم ماہ رمضان ۱۰۵۱ھ مطابق ۱۶۴۲ء دوشنبہ کی رات کو پروردگار عالم کی بے پایاں عنایات اور حضرت میاں میرؒ کی توجہ سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔ پہر رات باقی تھی اور میں رُو بہ قبلہ حالت مشغول میں بیٹھا تھا۔ یکایک گھبراہٹ میں اُٹھا اور دیکھا کہ ایک بلند و بالا اور دلفریب و خوشنما روضہ ہے۔ جس کے اردگرد باغ ہے۔ میں نے خیال کیا یہ حضرت میاں میرؒ کا روضۂ مبارک ہے۔ روضے کے اندر گیا تو دیکھا کہ درمیان میں قبر ہے۔ حضرتؒ قبر سے باہر آئے ہیں اور گنبد سے باہر آ کر کرسی پر بیٹھے ہیں۔ جب آپکی نظر مجھ پر پڑی تو کمال مسرّت سے فرمایا کہ میرے پاس آؤ۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں حضرت کے ہاتھ اور پاؤں کو پکڑتا۔ بوسہ دیتا اور آنکھوں سے ملتا تھا۔ اس موقعہ پر آپ نے مجھے شیرینی بھی دی اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مشغول کیا۔

شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے کہ جب حضرت میاں میرؒ کا وصال ہوا تو میں اکبر آباد (آگرہ) میں تھا۔ اس وقت پہر رات باقی تھی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر دستگیر میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور حضرت فرماتے ہیں کہ تم ہماری نماز جنازہ ادا کرو۔ میں ایسا سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ مگر آپ کے اصرار پر نمازِ جنازہ ادا کی۔ اور پھر اضطراب کی حالت میں جاگ اُٹھا۔ چند روز کے بعد لاہور سے اطلاع آگئی کہ عین اسی دن اور اسی وقت جب میں نے یہ واقعہ دیکھا تھا۔ یہ المناک حادثہ پیش آیا تھا۔

اس نے حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ خلیفۂ اعظم حضرت میاں میرؒ قادری سے سلسلہ قادریہ میں ۱۲ اپریل ۱۶۴۰ء کو بیعت کی تھی۔ وُہ خود لکھتا ہے کہ مجھے لیلۃ القدر کی زیارت ہوئی ہے اور یہ حضرت میاں میرؒ کا کرم ہے۔

میرک حسین خوافی شہزادہ داراشکوہ کے استاد تھے۔ وہ لاہور میں رہتے تھے۔ ان کے والد سید فصیح الدین کی وفات پنجشنبہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۸۰ء کو لاہور میں ہوئی تھی اور ان کی قبر مبارک لاہور میں ہے۔ شہزادہ اپنے استاد کو افضل الفضلا، علامہ زمانی، دستگاہ حقائق و معارف کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

جب شہزادہ داراشکوہ نے "سکینۃ الاولیا" کی ترتیب و تدوین کے لئے مواد اکٹھا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ لاہور آیا اور حضرت میاں میرؒ کے تمام مریدین سے ملا۔ جو اس وقت حیات تھے اور دوسرے بزرگان سے بھی ملاقات کی اور ان سے حضرت میاں میرؒ کی حیاتِ مبارکہ کے متعلق دریافت کیا۔ ان بزرگان میں حضرت سید اشرفؒ قادری، حضرت شیخ عبدالوحدؒ قادری، حضرت مرزا عبدالرحمٰنؒ مزاری قادری، حضرت شیخ عبدالغنیؒ قادری، حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ، حضرت خواجہ بہاریؒ قادری اور حضرت مُلّا عبدالغفورؒ قادری وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ شہزادہ کا یہ ایک نہایت عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ ہے کہ اس نے حضرت میاں میرؒ کے حالات زندگی منضبط کر کے ایک اہم تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ وگرنہ دوسرے اولیائے کرام کی طرح ان کے حالات بھی معلوم نہ ہو

سکتے۔ یہاں تک کہ کئی ایک اولیائے لاہور کے علاوہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے حالات بھی نہیں ملتے۔

مزید تفصیل کے لئے راقم الحروف کا مقالہ "شہزادہ داراشکوہ قادری کا لاہور سے عشق" ملاحظہ فرمائیں۔

علاوہ بریں شہزادہ داراشکوہ قادری نے "سکینۃ الاولیا" میں قیامِ لاہور کے دوران شیخ وحیدالدین، محمود بینوا، سیفر الدین، مُلاّ معصوم، مُلاّ عصمت اللہ، حاجی علی کوسوی، مہر محمد خاں، مبارک حسین خوافی، صُوفی محمد ناصر، مُلاّ محمد خاں، مولانا فتح محمد خاں، میاں فاضل، مُلا اسحاق، سلطان علی، شیخ داؤد بھروی، غازی خاں، عارف باللہ شیخ قطب وغیرہ کے حوالے سے بھی روایات بیان کی ہیں۔

شہزادہ داراشکوہ شاہجہان کا پہلا بیٹا تھا جو ملکہ ممتاز محل کے بطن سے ۱۹ صفر المظفر ۱۰۲۴ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۶۱۶ء کو تولد ہوا۔ اس کا نام اس کے دادا شہنشاہ جہانگیر نے رکھا تھا۔ ابوطالب کلیم نے اس کی ولادت کی تاریخ اس طرح لکھی۔

بہ گوشِ دل از بہرِ تاریخ آمد
"گُلِ اولینِ گلستانِ شاہی" ۱۰۲۴ھ

چھ سال کی عمر میں مُلاّ عبداللطیف سلطان پوری کو اس کا استاد مقرر کیا گیا۔ پھر میرک شیخ کو مقرر کیا گیا۔ جس سے اس نے علوم متداولہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ شیخ مذکور نہایت عالم فاضل اور حضرت میاں میرؒ کے عقیدت مند تھے۔ دینی علوم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس نے فنِ خطاطی اور نقاشی میں بھی مہارت حاصل کی تھی۔ داراشکوہ کو شاہجہان نے ولی عہد سلطنت مقرر کر دیا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً بہت سے اعلیٰ مناصب پر فائز رہا اور آخر میں ۶۰ ہزار ذات، ۴۰ ہزار سوار کا فقید المثال منصب بھی عطا ہوا۔ جس میں ۳۰ ہزار دواسپہ سہ اسپہ بھی تھے۔ جون ۱۶۴۵ء میں اس کو الہ آباد کی صُوبیداری تفویض ہوئی۔ مارچ ۱۶۴۷ء میں پنجاب کی صوبیداری ملی۔ ۱۶۴۹ء

میں گجرات، ۱۶۵۲ء میں ملتان اور ۱۶۵۷ء میں بہار کی صوبیداری ملی۔ لیکن داراشکوہ کی تمام توجہ لاہور پر رہی۔ کیونکہ اس کے پیر و مرشد اور اس کے پیر و مرشد کی رہائش اس شہر قدیم میں تھی اس نے یہاں متعدد منڈیاں بنوائیں۔ "آئینہ محل" کے نام سے ایک محل تعمیر کیا۔ شاہجہان نے آصف جاہ کے مرنے کے بعد اس کی تیار کردہ حویلی داراشکوہ کو دے دی تھی۔ حضرت خواجہ بہاری اور حضرت ملا شاہ کے مقابر اور خانقاہوں کی تعمیر بھی اس نے کروائی تھی۔ ۱۶۵۲ء میں جب اس کو قندھار کی مہم سپرد کی گئی تو اس نے لاہور میں قلعہ قندھار کے نمونے کا ایک مصنوعی قلعہ تعمیر کرایا۔ تاکہ فتح قندھار کا تجربہ کیا جاسکے۔ مگر قندھار فتح نہ ہوسکا۔ ۱۶۵۷ء میں شاہجہان بیمار ہوا۔ اور اس کی صحت دن بدن گرنے لگی۔ تو اطرافِ ملک میں مختلف خبریں پھیلنے لگیں۔ اور اس طرح اس کے فرزندوں 'داراشکوہ'، شجاع، اورنگ زیب' مراد میں جنگ تخت نشینی شروع ہوگئی۔ معرکہ ساموگڑھ میں داراشکوہ کو شکست ہوئی اور وہ اپنے خزانوں سمیت لاہور پہنچا اور یہاں سے بھی راہِ فرار اختیار کر کے ملتان سے قندھار کا ارادہ کیا مگر راستے میں ایک زمیندار ملک جیون دھاندر (سندھ) نے داراشکوہ اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ اور دو بیٹیوں کو قید کر کے اورنگ زیب کے پاس دہلی بھیج دیا۔ حالانکہ شہزادہ نے ایک دفعہ اس کی شاہ جہان سے جان بخشی بھی کرائی تھی۔ اس سفر میں اس کی بیوی نادرہ بیگم کا انتقال بوجہ اسہال ہوگیا۔ چنانچہ اس کی لاش لاہور بھیج دی۔ اس کے تابوت کے ہمراہ ستر آدمی ساتھ گئے تاکہ اس کو خانقاہِ عالیہ حضرت میاں میر کے قریب دفن کردیا جائے۔

داراشکوہ کو اسلامی علوم و فنون پر بہت عبور تھا۔ اس نے ہندو یوگیوں سے ملنا شروع کر کے ویدانت کی طرف خصوصی توجہ کی۔ جس کی وجہ سے اورنگ زیب نے اس کے خلاف علما سے فتویٰ لے لیا کہ وہ کافر ہوگیا ہے۔ اس لئے واجب القتل ہے۔ چنانچہ اس کو ۳۰۔ اگست ۱۶۵۹ء کو قتل کردیا گیا۔ اور مقبرہ ہمایوں دہلی کے تہہ خانہ میں شہزادہ دانیال اور شہزادہ مراد کے ساتھ دفن کردیا گیا۔ شہزادہ داراشکوہ کو جس لباس میں قتل کیا گیا تھا" عمل صالح"

مصنفہ محمد صالح کنبوہ لاہوری کے مطابق اس لباس میں اس کو دفن کیا گیا۔

اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جن میں سفینۃ الاولیا۔ سکینۃ الاولیار، دیوان داراشکوہ رسالہ حق نما، حسنات العارفین، مجمع البحرین، سِرّ اکبر یا سِرّ الاسرار، نامۂ عرفانی اور سوال وجواب داراشکوہ یا بابا لعل داس بہت مشہور ہیں۔

شہزادے کی تصوف پر دو کتابیں "سفینۃ الاولیا" "سکینۃ الاولیار" برصغیر پاک و ہند میں اپنی طرز کی پہلی کتابیں ہیں جو انتہائی محققانہ انداز میں لکھی گئی ہیں اور ان ہر دو کُتب کو تذکرہ نویسوں نے مستند ماخذ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی مجمع البحرین اور سِرّ اکبر پر بڑے اعتراضات ہوئے جو اُس نے بنارس کے پنڈتوں، سنیاسیوں اور یوگیوں کے زیرِ اثر آجانے کی وجہ سے لکھی تھیں۔ وُہ اِن لوگوں سے مکالمے کرتا تھا۔ بابا لعل داس سے اُس کا اس قسم کا ایک مکالمہ اُس کے میر منشی چندر بھان برہمن نے قلم بند کیا۔ مجمع البحرین اُس نے ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۴ء میں لکھی۔ جس میں اس نے ہندومت اور اسلام کے درمیان اختلاف ختم کرنے کی کوشش کی اور وحدتِ ادیان کے نظریے کو لے کر ان دونوں مذہبوں کو مساویانہ حیثیت دی۔ سِرّ اکبر اُس نے ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء میں مکمل کی۔ اس میں اُس نے اپنشدوں کے پچاس ابواب کا ترجمہ فارسی میں کیا اور واضح الفاظ میں کہا کہ سورۂ واقعہ میں جس کتاب مکنون کا ذکر ہے وُہ قرآن مجید نہیں، مذہبی لوح محفوظ ہے بلکہ یہی اُپنشد ہیں۔ بہرحال ہمیں مجمع البحرین اور سِرّ اکبر سے کچھ غرض نہیں۔ ہم سفینۃ الاولیار اور سکینۃ الاولیار کی وجہ سے داراشکوہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اُس کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔

شہزادہ داراشکوہ کا اپنے خط میں لکھا ہوا "سفینۃ الاولیار" کا نسخہ

"مقالات مولوی محمد شفیع" جلد چہارم میں مولوی محمد شفیع پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور لکھتے ہیں کہ انہوں نے شہزادہ داراشکوہ کے اپنے خط سے تحریر کردہ "سفینۃ الاولیا" کا نادر و

نایاب نسخہ دیوان انند کمار پنجاب یونیورسٹی کے پاس دیکھا تھا۔ جو کہ ان کے خاندانی کتاب خانہ میں موجود تھا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضرت شیخ نورالدینؒ ابوالحسن علی بن یوسف کی عربی زبان میں تالیف "بہجتہ الاسرار کا فارسی زبان میں ترجمہ بنام "زبدۃ الآثار"۔ شہزادہ دارا شکوہ کی فرمائش پر کیا تھا۔

حضرت میاں میرؒ فاروقی لاہوری کی تعریف میں یوں لکھتا ہے۔

دل و جانم فدائے میاں میرؒ دیدن حق لقائے میاں میرؒ
عارفانِ جہان ہمہ گروند در طریق اقتدائے میاں میرؒ
بہترین بلادِ ہندوستان شہر لاہور جائے میاں میرؒ
پادشاہ سکندر و دارا قادری خاکپائے میاں میرؒ

شہزادہ دارشکوہ

اپنی تصنیفات کے حوالے سے

شہزادہ دارا شکوہؒ کو آپ "سفینۃ الاولیار" اور "سکینۃ الاولیا" کی تحریروں کے مطابق دیکھیے

آپ "سفینۃ الاولیار" میں لکھتے ہیں "کہ اس احقر دارا شکوہ کو خواب میں خلفائے راشدین سے شرف زیارت نصیب ہوا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا۔ کہ چار بزرگ سفید لباس میں ملبوس ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ احقر نے ان میں سے ایک سے دریافت کیا کہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ آنحضرتؐ کے دوست ہیں۔ احقر بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ یہ سب حضرات ایک دریا سے گزر کر ایک بہت بلند پہاڑ پر پہنچے۔ اور سب برابر برابر کھڑے ہو گئے یہ احقر سامنے آیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔ السلام علیکم یا صدیق اکبر رضؓ۔ جواب ملا۔ وعلیکم السلام۔ میں نے فاتحہ کی درخواست کی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی پھر یہ احقر حضرت عمر فاروق رضؓ، حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں باری باری دعا کے لئے طالب ہوا۔ اور سب نے اس احقر کی درخواست پر علیحدہ علیحدہ فاتحہ پڑھی۔ پھر فرمایا کہ ہم سب ایک امر پر مامور ہیں۔ بعد ازاں اس احقر کو خصوصی عنایات کے ساتھ رخصت فرمایا۔ احقر اس جواب پر اپنے نصیب کی بیداری اور سعادت مندی دارین تصور کرتا ہے کہ ایسے گرامی قدر عطیۂ الٰہی سے مشرف ہوا۔ اللہ کا شکر ہے۔"

۲ "پہلی رات کو جب اس حقیر اور ادنیٰ مرید نے حضور غوث پاکؒ کا تذکرہ لکھنا شروع کیا تو

حقیقتاً اپنے آپ کو بغداد شریف میں حضرت کے گنبد شریف میں حضرت امام موسیٰ کاظمؓ و حضرت غوث اعظمؒ کے مزارات اقدس کے طواف میں مشغول پایا۔ گویا اس تذکرہ کے لکھنے کی برکت سے یہ سعادت مندی احقر کو حاصل ہوئی اور یقین ہوگیا کہ میری تحریر قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(۳) حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ کے متعلق لکھتے ہیں "دارالسلطنت لاہور کی اطراف کے تمام باشندے آپ کے مرید اور معتقد ہیں۔ لاہور ایک نہایت متبرک اور بزرگ شہر ہے۔ اس شہر جیسا زمین پر دوسرا نہیں ہے۔ آج یہ شہر اولیاء، صالحین، علما و فضلا کا مرکز بنا ہوا ہے بہت سے مشائخ اور اولیاء کے مزارات ہیں۔ ایک مشہور روایت کے مطابق لاہور کے محلہ طِلا میں ایک بیماری کے پھیلنے سے پہلے مرد و عورت کئی ہزار حفاظ موجود تھے۔ اور آج بھی اس محلہ میں کافی حفاظ ہیں۔ ہر جمعرات کو آپ کے روضۂ اطہر پر ہزاروں آدمی حاضر ہوتے ہیں اور مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات یا چالیس دن کامل روضہ کا طواف کرے۔ اس کی ہر ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ یہ عاجز بھی آپ کے روضہ اور آپ کے والدین اور ماموں تاج الاولیاءؒ کے مزارات واقع غزنی پر حاضری دے آیا ہے۔"

(۴) حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری کے متعلق لکھتے ہیں "یہ احقر کئی مرتبہ آپ کے روضۂ انور پر حاضری کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ اس فقیر کی ولادت بھی اجمیر کے خطّہ میں ساگر تال کے اوپر ہوئی ہے اور تاریخ ولادت اس فقیر کی ماہ صفر دوشنبہ کی رات ۱۰۲۴ھ بمطابق ۱۶۱۶ء ہے۔ والد صاحب (شاہجہان) کے گھر تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکا تولد نہیں ہوا تھا۔ اور عمر ۲۴ سال کی ہو چکی تھی۔ جو والد صاحب نے از راہ عقیدت و ارادت جو آپ سے تھی۔ نذر و نیاز پیش کر کے دعا کی۔ تو آپ کی دعا و برکت سے یہ فقیر پیدا ہوا اور اس کی رحمت سے اُمید ہے کہ وہ اپنی اور اپنے دوستوں کی محبت عطا فرمائے۔ اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

(۵) حضرت میاں میر قادریؒ لاہوری کے ضمن میں لکھتے ہیں "یہ احقر بادشاہ کی رفاقت میں دو مرتبہ حاضری دے آیا ہے اور حضرت میاں میرؒ اس خاکسار کے حال پر ہمیشہ کرم فرما رہے تھے۔" مزید حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ شہزادہ داراشکوہ ہماری جان اور ہمارا نورِ بصر ہے۔"

(۶) "سکینۃ الاولیا" میں لکھتا ہے کہ "۲۰ سال کی عمر میں بروز پنجشنبہ میں سو رہا تھا کہ ہاتف غیب کی صدا آئی اور چار بار اس کو دہرایا گیا کہ جو بات روئے زمین کے بادشاہوں کو میسر نہیں۔ وہ خداوند قدوس سے تمہیں عطا ہوئی۔"

(۷) پھر لکھتا ہے کہ "ایک دفعہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مجھ پر اتنے مہربان ہوئے کہ جو بات دوسروں کو مہینوں میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ مجھے پہلی رات نصیب ہو گئی اور جو بات کسی طالب کو سالہا سال میں ملتی ہے۔ وہ مجھے بغیر ریاضت کے مل گئی۔

(۸) مزید لکھتا ہے کہ "ایک دفعہ خواب میں حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا۔ آپ نے میرے سینے کو اپنے سینے سے اور میرے قلب کو اپنے قلب سے ملایا اور فرمایا۔ اپنی امانت لے لو۔"

(۹) ایک دفعہ حضرت میاں میرؒ کی عنایات بے پایاں سے مجھے لَیْلَۃُ القدر والی رات نصیب ہو گئی۔

اس ضمن میں حضرت غوث الثقلین سید عبد القادرؒ جیلانی فرماتے ہیں "کہ جو شخص میرے مریدوں میں ہو گا۔ اس کے گھوڑے کے پاؤں میں بھی لغزش نہیں ہو گی۔ اور بے شک قیامت تک اس کی محافظت کروں گا۔" سفینۃ الاولیاء کے دیباچہ میں وہ اپنے آپ کو "فقیر داراشکوہ حنفی قادری لکھتا ہے۔

(۱۰) شہزادہ لکھتا ہے کہ "میں غزنی میں حضرت شیخ رضی الدینؒ علی مولا کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوا۔ جو مقبرہ سلطان محمود غزنوی کے متصل واقع ہے۔ وہیں درگاہ میں میں نے نمازِ عصر پڑھی علاوہ بریں میں نے ملک اللہؒ بابا پُرزہ، خواجہ شمس العارفینؒ، حکیم سنائیؒ، امام محمد حداد، ابو محمد اعرابی

خواجہ محمد باغبان، خواجہ احمد مکیؒ، شیخ بہلول، خواجہ ابوبکر بلغاری۔ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری کے والد معظم سید عثمانؒ، حاجی یلدی ختم الاولیا۔ تاج اولیاء شاہ میرؒ کے مزارات مقدسہ کی بھی زیارت کی ہے"۔

(۱۱) غزنی اور کابل کے وسط میں قصبہ چرخ میں حضرت یعقوبؒ چرخی نقشبندی کے مزار پر بھی حاضری دی۔

(۱۲) "سفینۃ الاولیا" میں لکھا ہے کہ "میں نے حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی، حضرت سید نظام الدینؒ اولیا، حضرت شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی، حضرت شیخ برہان الدینؒ غریب، حضرت شیخ حمید الدینؒ ناگوری اور حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری کے مزاراتِ عالیہ پر بھی حاضری کا شرف حاصل کیا ہے"۔

شہزادہ دارا شکوہ قادری نے "سکینۃ الاولیا" کی ترتیب و تدوین میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا تھا۔ تاکہ آپ کے پیر و مرشد حضرت میاں میرؒ فاروقی کی سوانح حیات ہر لحاظ سے ایک جامع اور منفرد کتاب ہو۔ نیز اس میں اس نے بے شمار اولیائے عظام اور صوفیائے عظام کے اقوال و فرمودات نقل کیے ہیں۔ اور اس طرح یہ ایک نہایت نادر و نایاب نسخہ کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

۱ قرآن حکیم ۷۰، آیات۔
۲ مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف۔ ۳۶، آیات۔
۳ تفسیر سلمی مؤلفہ شیخ ابو عبدالرحمٰنؒ محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ السلمی المتوفی ۴۱۲ھ/ ۱۰۲۲ء
۴ تفسیر قشیری مؤلفہ شیخ ابوالقاسمؒ عبدالکریم بن ہوازن قشیری م ۴۶۵ھ/ ۱۰۷۳ء
تفسیر لطائفِ الاشارات)
۵ تفسیر شیخ حکیم ابوالقاسمؒ سمرقندی م ۳۴۲ھ/ ۹۵۴ء سمرقند۔
۶ تفسیر شیخ روزبہان بقلیؒ م ۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء شیراز

۷ خلاصۃ المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادرؒ مصنفہ امام عبداللہ یافعیؒ م ۷۶۰ھ / ۱۳۵۹ء
جنت المُعلیٰ مکہ معظمہ۔

۸ تکمعہ

۹ فتوحاتِ مکیہ مصنّفہ شیخ اکبر محیّ الدین محمد بن علی ہاشمی اندسی ابن عربیؒ م ۶۳۸ھ / ۱۲۴۱ء
مزار صالحیہ "جبل قاسون"۔

۱۰ فصوص الحکم " " " "

۱۱ تذکرۃ اولالیا مصنّفہ شیخ فریدالدینؒ عطار م ۶۰۷ھ / ۱۲۱۱ء نیشاپور

۱۲ عوارف المعارف مصنّفہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدینؒ ابو حفص عمر بن محمد عبداللہ
سہروردی ۶۳۲ھ / ۱۲۳۵ء بغداد شریف۔

۱۳ نفحات الانس مصنّفہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ م ۸۹۸ھ / ۱۴۹۳ء ہرات

۱۴ مثنوی مولانا جلال الدینؒ رومی م ۶۷۳ھ / ۱۲۷۵ء قونیہ (ترکی)

۱۵ فصل الخطاب فی المحاضرات از خواجہ محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاری خواجہ
محمد پارساؒ ۸۲۲ھ / ۱۴۲۰ء جنت البقیع مدینہ منوّرہ۔

۱۶ کشف المحجوب مصنّفہ حضرت داتا گنج بخش سیّد علی بن عثمان لاہوری م ۴۶۵ھ /
۱۰۷۳ء۔ لاہور۔

۱۷ غنیۃ الطالبین از غوث الثقلین حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ م ۵۶۰ھ / ۱۱۶۴ء
بغداد شریف۔

۱۸ بحر الحقائق والمعانی التفسیر السبع المثانی تالیف علامہ نجم الدین رازی معروف بہ ابن
دایہ م ۶۵۴ھ ، ۱۲۵۶ء بغداد شریف۔

۱۹ توزکِ جہانگیری از شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر م ۱۶۲۸ء / ۱۰۳۷ھ ، لاہور

۲۰ دیوان مُلّا شاہ بدخشانی م ۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۲ء لاہور

۲۱ سفینۃ الاولیا مؤلفہ شہزادہ محمد داراشکوہ قادری، شہادت ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء
دہلی۔

۲۲ تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن تالیف شیخ کامل ابی محمد روزبھان ابن ابی النصر بقلی شیرازی ۶۰۶ھ / ۱۲۱۰ء شیراز۔

۲۳ تفسیر حسینی، مصنفہ حسین ابن العلی ہروی مطبوعہ ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۲ء۔

۲۴ معجم البلدان، شیخ امام شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی۔ المتوفی ۶۲۵ھ / ۱۲۲۸ء۔

۲۵ لمعات مصنفہ شیخ فخر الدین ابراہیم ہمدانی المعروف عراقی ۷۸۸ھ / ۱۳۸۶ء دمشق، مولانا جامیؒ نے اس کی شرح اشعۃ اللمعات کے نام سے لکھی۔

۲۶ تفسیر ملا معین واعظ کاشفی ہروی بن مولانا شرف الدین حاجی محمد ہروی م ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء ہرات۔

۲۷ لوائح جامیؒ، از مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ م ۸۹۸ھ / ۱۴۹۳ء ہرات۔

۲۸ تفسیر یحییٰ بن معاذ رازی (ابوزکریا واعظ) م ۸۷۲ء / ۲۵۸ھ نیشاپور۔

۲۹ تفسیر عرائس مصنفہ حضرت شیخ ابومحمد بن ابی نصر شیرازی۔ م ۶۰۶ھ / ۱۲۱۰ء شیراز

۳۰ تفسیر واسطی مصنفہ محمد بن موسیٰؒ واسطی۔ (ابن فرغانی) م ۳۰۸ھ / ۹۲۱ء۔ مرو

مندرجہ بالا قدیم تفاسیر و کتب کے علاوہ شہزادہ داراشکوہ قادریؒ نے ان بزرگان کے اقوال و فرمودات بھی نقل کیے ہیں۔

۱ حضرت شیخ حسن بصریؒ م ۱۱۰ھ / ۷۲۹ء بصرہ

۲ حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ م ۱۶۲ھ / ۷۷۹ء۔ جبلہ، ملک شام

۳ حضرت شیخ ذوالنون مصریؒ م ۲۴۰ھ / ۸۵۵ء، بغداد شریف

۴ حضرت بایزیدؒ بسطامی م ۲۳۴ھ / ۸۴۹ء بسطام

۵ حضرت شیخ شبلیؒ م ۳۳۴ھ / ۸۴۹ء بغداد شریف۔
۶ حضرت سہل بن عبداللہ تستری م ۲۸۳ھ / ۸۹۷ء، تستر۔
۷ حضرت حسینؒ بن منصور حلاج م ۳۰۹ھ / ۸۲۵ء، بغداد شریف۔
۸ حضرت ابراہیم خواص م ۲۹۱ھ / ۹۰۴ء، اصفہان
۹ حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ م ۲۷۰ھ / ۸۸۴ء، کرمان
۱۰ حضرت ابوالحسینؒ نوری م ۲۹۵ھ / ۹۰۸ء، بغداد شریف۔
۱۱ حضرت شیخ عمرو بنؒ عثمان مکّی صُوفی م ۹۱۰ء / ۲۹۷ھ، بغداد شریف۔
۱۲ حضرت ممشادؒ دینوری ۲۹۹ھ / ۹۱۲ء عراق۔
۱۳ سید الطائفہ ابوالقاسم حضرت شیخ جنید بغدادیؒ م ۲۹۷ھ / ۹۱۰ء، بغداد شریف۔
۱۴ شیخ ابوالعباس محمدؒ بن احمد عطاء م ۳۰۹ھ / ۹۲۲ء بغداد شریف
۱۵ حضرت ابوبکرؒ کتانی ۳۲۲ھ / ۹۳۴ء، مکہ معظمہ۔
۱۶ حضرت ابوالحسینؒ حصری م ۳۴۱ھ / ۹۵۳ء، بغداد شریف
۱۷ حضرت شیخ ابوجعفر حدّاد، ۳۴۱ھ، ۹۵۳ء، مکہ مکرّمہ۔
۱۸ حضرت شیخ ابوبکرؒ مصری م ۳۴۵ھ / ۹۵۷ء، مصر
۱۹ حضرت شیخ ابوبکر محمد بن داود دمشقی دینوری وقی ۳۵۹ھ / ۹۷۰ء شام
۲۰ حضرت شیخ ابوالقاسمؒ نصیر آبادی م ۳۷۲ھ / ۹۸۳ء، مکہ معظمہ
۲۱ حضرت ابوطالبؒ مکی م ۳۸۶ھ / ۹۹۷ء مکہ مکرّمہ
۲۲ حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم مصری بصری م ۳۷۱ھ / ۹۸۲ء، بصرہ
۲۳ حکیم سنائی غزنوی م ۴۲۵ھ / ۱۰۳۴ء، غزنی۔
۲۴ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی م ۴۲۵ھ / ۱۰۳۴ء، خرقان۔
۲۵ حضرت شیخ ابوسعیدؒ ابوالخیر م ۴۴۰ھ / ۱۰۴۹ء، مہنہ

۲۶ شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری م ۴۸۱ھ / ۱۰۸۹ء ہرات

۲۷ شیخ ابو محمد شنبکی م ــــ ھ / ــــ ء بطائح نزد موضع حدادیہ۔

۲۸ حضرت تاج العارفین ابوالوفا م ۵۰۱ھ / ۱۱۰۸ء بغداد شریف۔

۲۹ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی م ۵۰۵ھ / ۱۱۱۲ء، بغداد شریف۔

۳۰ شیخ حماد دباس استاد حضرت غوث الاعظم م ۵۲۵ھ / ۱۱۳۱ء، بغداد شریف (ابو عبداللہ حماد بن مسلم)

۳۱ حضرت شیخ نظامی گنجوی م ۵۹۶ھ / ۱۲۰۰ء۔ گنجہ

۳۲ حضرت شیخ ابوسعید قیلوی م ۵۵۷ھ / ۱۱۶۳ء، قیلویہ

۳۳ حضرت شیخ مجد الدین بغدادی م ۶۱۶ھ / ۱۲۲۰ء، اسفرائین۔

۳۴ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی۔ م ۶۶۱ھ / ۱۲۶۳ء شیراز۔

۳۵ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی م ۶۳۸ھ / ۱۲۴۱ء، دمشق (جبل قاسون، صالحیہ)

۳۶ شیخ نجم الدین رازی م ۶۵۴ھ / ۱۲۵۷ء، بغداد شریف۔

۳۷ حضرت شیخ ابوعبید اللہ بلیانی م ۶۸۶ھ / ۱۲۸۸ء۔

۳۸ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی م ۷۲۱ھ / ۱۳۲۲ء۔ مکہ معظمہ

۳۹ حضرت امام عبداللہ یافعی م ۷۶۰ھ / ۱۳۵۹ء، مکہ معظمہ

۴۰ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی م ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء، قیصر عارفاں (بخارا)

۴۱ حضرت حافظ محمد شمس الدین حافظ شیرازی م ۷۹۲ھ / ۱۳۹۰ء شیراز۔

۴۲ سید علاؤالدین اودھی، شہادت ۹۹۸ھ / ۱۵۹۰ء۔ اودھ

مندرجہ بالا اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے علاوہ حضرت شیخ عمار یاسر مرید شیخ ابوالنجیب سہروردی بغدادی، حضرت عقیل سخی، حضرت محمد معشوق طوسی قباپوش ترک، حضرت عثمان

عمارہؒ، حضرت ابوبکرؒ بن سلیمان، حضرت ابوبکر سکاکؒ، حضرت محمدؒ بن واسع، حضرت عبدالرحمٰن خراسانی کے بھی ارشادات و فرمودات شامل کتاب کئے گئے ہیں۔

ان دو کتابوں یعنی سفینۃ الاولیاء اور سکینۃ الاولیاء کی حد تک ہم شہزادہ دارا شکوہ کے صرف مداح ہی نہیں بلکہ ممنون احسان بھی ہیں۔ بالخصوص حضرت میاں میرؒ کے مفصل معاصر حالات صرف دارا شکوہ کی وجہ سے ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔

دارا شکوہ اور اورنگ زیب عالمگیر

یہ سیاسی تاریخ نہیں۔ اس میں ایک ایسے ولی کامل کے حالات درج کئے گئے ہیں جن کی مثال دنیا میں خال خال ملے گی۔ دارا شکوہ نے آپ کے حالات قلم بند کئے۔ آپ کا وصال ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں ہو گیا۔ پانچ سال بعد دارا شکوہ نے ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء میں حضرت ملا شاہ قادریؒ کی بیعت کی۔ ۱۰۴۹ھ میں اس نے "سفینۃ الاولیاء" لکھی تھی اور سکینۃ الاولیاء ۱۰۵۲ھ میں۔ یہ سب کچھ بڑا روح پرور اور ایمان افروز تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بنارس کے پنڈتوں اور یوگیوں سے متاثر ہوا۔ حضرت میاں میرؒ کے وصال سے پورے بیس سال بعد اس نے "مجمع البحرین" ۱۰۶۵ھ میں تصنیف کی۔ جس میں اسلام اور ہندومت میں اپنی طرف سے وحدت ثابت کی۔ دو سال بعد ۱۰۶۷ھ میں اس نے "سر اکبر" لکھی جس میں اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سورۂ واقعہ میں مذکور کتاب مکنون اُپنشد ہیں۔ دارا شکوہ کے خیالات مسلمانانِ برصغیر کے لیے بے حد المناک تھے۔ انہیں جلال الدین اکبر کے دینِ الٰہی کا اچھی طرح علم تھا۔ کمال الدین محمد احسان "روضۃ القیومیہ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور جانشین خواجہ محمد معصومؒ کو دارا شکوہ کی اس روش سے سخت تکلیف پہنچی اور خواجہ صاحب پیرانہ سالی کے باوجود مدینہ منورہ میں حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہاں مراقبے میں دارا شکوہ کی تمام ہندو نواز حرکات

بیان کیں اور عرض کیا کہ وُہ کفر کا استیلا رچا ہتا ہے اور سلسلۂ مجددیہ کا سخت مخالف ہے۔ "روضۃ القیومیہ" اور "خزینۃ الاصفیاء" میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمشیر بدست نمودار ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ جو شخص تمہارا دشمن ہے، ہمارا دشمن ہے، اُس کے لیے یہ شمشیر قہر الہٰی ہے۔ خواجہ صاحب نے مراقبے سے سر اُٹھایا تو کہنے لگے۔ داراشکوہ ہندوستان میں مارا گیا۔

سیاسی سطح پر ہندوستان میں جو کچھ ہوا اس کے لیے کتب تاریخ کی ورق گردانی کی جائے ساموگڑھ میں شکست کھانے کے بعد وُہ بھاگ کر قندھار کی طرف جانا چاہتا تھا۔ درہ بولان کے قریب دادر کے ملک جیون نے اُسے اہل و عیال اور ہمراہیوں سمیت اورنگ زیب کے جرنیلوں کے حوالے کر دیا۔ دہلی پہنچنے پر "سیر المتاخرین" کے بیان کے مطابق داراشکوہ پر مقدمہ چلا اور "مجمع البحرین" کی بنا پر اُسے واجب القتل قرار دیا گیا۔ ایک قادری کی حیثیت سے اس مصنّف کو اس بات کا سخت درد ہے کہ ایک ذہین اور فطین خوش اعتقاد قادری شہزادے کا حشر نہایت ہی المناک ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے زیادتیاں بھی کیں۔ ہندوستان میں تخت نشینی کی جنگوں کے موقع پر مُغلوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ "سفینۃ الاولیاء" اور "سکینۃ الاولیاء" کے مصنّف کا یہ انجام ہوا۔

یہ جُملہ معترضہ تھا لیکن قارئین کرام کو تمام پہلوؤں سے باخبر رکھنا ضروری تھا۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ برصغیر میں قادریہ سلسلے کے عروج کا زمانہ ہے۔ ان کے وصال کے قریب قریب ایک اور قادری شاہباز طریقت حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ ۱۰۳۹ھ / ۱۱۰۲ھ جو اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے داراشکوہ اورنگ زیب کے درمیان تخت نشینی کی جنگ لڑی گئی۔ ان کی تصنیفات میں داراشکوہ کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ اپنی کتاب "نور الہدیٰ خورد" میں وُہ اورنگ زیب کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔

حضرت سلطان بادشاہ خلائق پناہ محیّ الدین اورنگ زیب بادشاہِ غازی عادل، بادل زاہد

عابد، واقفِ اسرارِ ربّانی آگاہِ علمِ سبحانی۔

اپنے رسالہ "قُربِ دیدار" کے شروع میں یہ شعر لکھا ہے ؎

عمل شاہی عبید اللہ الہ است

کہ اورنگ زیب غازی بادشاہ است

حضرت سلطان باہوؒ نے اورنگ زیب کے متعلق اپنی "کلید التوحید" اور "امیر الکونین" کی ابتدائی سطور میں بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ایک سلطان العارفین معاصر قادری بزرگ کا اورنگ زیب کے متعلق بار بار ان خیالات کا اظہار بے حد معنی خیز ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ وُہ دارا شکوہ سے بے خبر رہے۔ حضرت میاں میرؒ کو نہیں جانتے تھے۔

حضرت سلطانؒ باہُو دلی تک تشریف لے گئے ہیں۔ جب انہوں نے ابھی شور کوٹ ضلع جھنگ میں ارشاد و ہدایت کا سلسلہ پوری طرح شروع نہیں کیا تھا۔ تمام ملکی حالات سے اچھی طرح باخبر ہو کر انہوں نے وُہ رائے قائم کی تھی۔ جس کا ذکر سطور بالا میں ہوا ہے۔ اس میں اُن کے باطنی عرفان کی جھلک بھی نظر آ رہی ہے۔

اب سلطان العارفین حضرت سلطان باہُوؒ کے پایہ کے قادری بزرگ جب سب کچھ دیدۂ بصیرت سے دیکھنے کے بعد اورنگ زیب کے متعلق اِن خیالات کا اظہار فرماتے ہیں تو مصنّف کے لئے خاموشی اختیار کرتے کے بغیر اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہ جاتا۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

اور اورنگ زیب عالمگیر

شاہجہان کے بعد جب اورنگ زیب تخت نشین ہوا تو اس نے حضرت میاں میرؒ کے روضہ مبارک خانقاہ اور مسجد کی تکمیل کرائی۔ نیز حضرت مُلا شاہؒ بدخشانی مُرشد داراشکوہ قادری کے متعلق گورنر کشمیر کو لکھا۔ کہ ان کو دارالخلافہ میں بھیجا جائے۔ مگر اس نے بادشاہ کو تحریر کیا کہ مُلا اس عمر میں سفر نہیں کر سکتے اور انہوں نے جو رباعی مکمل لکھی ہے وُہ آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ یہ رباعی اس کتاب میں دُوسری جگہ مرقوم ہے۔ اورنگ زیب حضرت میاں میرؒ کے مزارِ اقدس پر بھی حاضر ہوا۔

مشہور ہے کہ شہزادہ داراشکوہ قادری نے حضرت میاں میرؒ قادری کی ایک نہایت عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرانے کا ارادہ کیا تھا۔ جس کے لئے اس نے ہر قسم کا سامان عمارت سنگِ مرمر سنگِ سُرخ اور دیگر قیمتی پتھروں کے علاوہ مصالحہ بھی اکٹھا کیا تھا۔ مگر اس کے قتل کے بعد یہ تمام سامان بادشاہی مسجد لاہور کی تعمیر میں صرف ہوا۔

اِس مرحلے پر ایک خاص بات غور کے قابل ہے۔ داراشکوہ کے پورے اہتمام کے باوجود حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر ایک "تاج محل" کیوں تعمیر نہ ہوا؟ حضور کی شخصیّت کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کو نام و نمود سے کلیۃً اجتناب تھا اور مزاج ترک اور فنا کا غلبہ تھا۔ زمانہ لال قلعہ، تختِ طاؤس اور تاج محل بنا رہا تھا اور آپ

ترک کے نظریئے کو اس درجہ پر لے گئے تھے کہ اہلِ عالم پر الم نشرح ہو جائے۔ یہ جاہ وجلال، یہ شان وشوکت اور یہ تجمّل سب کچھ لاحاصل ہے۔ زمانہ انہی چیزوں کے لیے دیوانہ ہو رہا تھا مگر آپ نے اپنے کمال درجے کے ترک سے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ عزم وہمت وصول الی اللہ کے لیے چاہیے باقی چیزوں کے لئے اس دیوانگی کا کیا فائدہ۔ آپ نے وصیّت کی تھی کہ ہماری میت کو اُس زمین میں دفن کیا جائے۔ جس میں چوُنہ ہو جو ہڈیوں کو بھی کھا جائے۔ اس لیے آپ کے رُوحانی تصرّف کے باعث آپ کے مزار پر کوئی پُرشکوہ مقبرہ نہ بنا اور جمع شدہ پتھروں سے ایک ایسی مسجد تعمیر ہو گئی جو وُسعت، حُسن اور عظمت کے اعتبار سے ایک غیر فانی شاہکار ہے۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اس مسجد کی خوبیاں حضرت میاں میرؒ کی روحانی عظمت کی دلیل بنی۔

جب اورنگ زیب شہزادہ داراشکوہ کے تعاقب میں لاہور آیا تو اس نے افواج کے ساتھ اچھرہ میں قیام کیا تھا۔ پھر اپنے چھٹے سال جلوس ۱۶۶۴ء میں لاہور آیا تو باغ دلکشا میں قیام کیا۔ اور اسی باغ میں اس نے نماز عید الاضحیٰ ادا کی۔ غالباً اس زمانہ میں اس نے حضرت میاں میرؒ کے روضۂ عالیہ اور دیگر نامکمل عمارات وغیرہ کی تعمیر کا حُکم دیا تھا۔

لاہور میں وُہ مقامات جہاں

حضرت میاں میر قادریؒ

ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہا کرتے تھے

ا۔ حضرت شاہ بلاول رحمتہ قادری کی قبر کے نزدیک موضع میر واد پور میں سایہ دار درختوں کے نیچے حجرۂ شیخ ہُود کے بالائی حصہ میں۔

۲ موضع بھوگیوال کے نزدیک ایک ریت کے ٹیلے پر شہر کے شرقی اطراف میں۔

۳ باغ سلطان پرویز کے قرب و جوار میں سرائے بل کے باغ کی عمارت میں۔

۴ نولکھا باغ میں ایک سرس کے درخت کے نیچے جو حضرت ملّا کلاںؒ قادری سے ہم کلام ہوا تھا۔ اور اس نے کہا تھا کہ میرے پتوں میں یہ خاصیت ہے۔ اور میرا پھل پھول بیج اور جڑ فلاں فلاں باتوں میں نافع ہے۔ نیز میری تسبیح نفع پہنچانے والی ہے اور میں یَانَافِعُ کا ورد کرتا ہوں۔

۵ باغ میرزا کامران کی عمارت میں جو حوض میں بنائی گئی تھی اور اب یہ عمارت زیر آب آگئی ہے۔

۶ باغ نواب قلیچ خاں کی عمارت میں جو باغ میرزا کامران کے بائیں جانب واقع تھی اور آج کل یہ عمارت منہدم ہو چکی ہے۔

۷ انارکلی کے باغ کے ارد گرد اور باغ مذکور میں جو شہر کے جنوبی طرف واقع ہے۔

۸ مذکورہ بالا باغ کے جنوبی گوشے میں گنبد بے در میں۔

"انتا" تالاب کے کنارے واقع عمارت میں جو سرائے ہوشیار خاں کے نزدیک ہے۔

۱۰ فیروز پور کو جانے والی سڑک پر ایک گنبد میں جو شہر کے جنوبی اطراف میں واقع ہے اور اُسے "گُنبھ" کہتے ہیں۔

۱۱ بی بی حاج بی بی تاج (بیبیاں پاکدامناں) کے قبرستان میں بیری کے درختوں کے نیچے۔

۱۲ حضرت میاں میرؒ کے روضۂ منورہ کے قریب مقبرہ بیشیر و خاں میں ایک بڑے درخت کے نیچے جو چھوٹا سا ایوان ہے۔

۱۳ بھوگیوال کے نزدیک بدو باغ میں شہر کی جنوبی سمت درختوں کے نیچے۔

۱۴ قاسم خاں کے باغ کی ایک دیوار کے عقب میں ایک چار دیواری ہے۔ جہاں شیشم کا ایک بڑا درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے آپ مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔

۱۵ باؤلی دولت خاں اور پرانی عید گاہ کے نزدیک مقبرہ احمد بیگ خاں کے دروازے کے اُوپر جو گنبد ہے۔

۱۶ باغ فیضی میں جہاں اب دائی دلارام کا مقبرہ ہے۔ وہاں باؤلی کے اوپر عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔

۱۷ مقبرہ شیخ رکن الدین روہیلہ میں جو عالم گنج قدیم کے قریب ہے اور "عالم گنج قلیچ خاں" کے نام سے مشہور ہے۔

۱۸ باغ خانِ اعظم کے متصل باغ اور مقبرہ شیخ جوہر میں۔

۱۹ باغ راجو میں جو اچھرہ اور دولت آباد کے نزدیک ہے۔

۲۰ باغ خانِ اعظم میں جہاں شاہ مراد کا مقبرہ اور اس کے بیٹے کا محل ہے۔

۲۱ جواہر خاں کے باغ کے نزدیک جھنگی میں۔ اب یہ جگہ زیرِ آب ہے۔

۲۲ اچھرہ کے قریب ایک باغ میں۔ جب آنجناب کا وصال ہوا۔ تو اسی سال وہ درخت گر پڑا تھا۔

۲۳ باغ ہوشیار خاں کی شرقی طرف گندم کے کھیت ہیں۔ جب تک یہ کھیت سرسبز رہتے آپ ان کے سائے میں بیٹھتے تھے۔

۲۴ قبر شیخ عبدالرحمٰن کے متصل جو باغ ہوشیار خاں کی مغربی طرف واقع ہے۔

۲۵ باغ نواب مرتضیٰ خاں میں جو اب "باغ وزیر خاں" کہلاتا ہے۔

۲۶ ملات جہانگیر کے دیوان محمد تقی کے باغ میں۔

۲۷ باغ ملک علی کوتوال میں۔

۲۸ باغ خاتون میں۔

۲۹ دریائے راوی کے قریب شاہدرہ کے متصل بیلے میں۔

۳۰ باغ میرزا مومن میں۔

اس وقت درج بالا ساڑھے تین سو سال قبل کی آبادیوں، مقبروں، باغوں، باؤلیوں، قبروں وغیرہ کے نشانات ختم ہو چکے ہیں۔ صرف قبر حضرت شاہ بلاولؒ، موضع بھوگیوال، باغ یا بارہ دری میرزا کامران اور قبرستان بی بی حاج، تاج (بی بی پاک دامناں) کے نشانات قائم ہیں۔

تشریح مقامات، باغات، آبادیات جہاں

حضرت میاں میر فاروقی رحمتہ اللہ علیہ

اپنی رہائش واقع انارکلی سے برائے عبادت، ریاضت اور مجاہدہ معہ اپنے اصحاب تشریف لے جایا کرتے تھے

۱ حضرت شیخ بلاول رح قادری کا مقبرہ کوٹ خواجہ سعید کے جانب شمال دریائے راوی کے کنارے اس کی تیار کردہ خانقاہ میں تھا۔ جہاں موجودہ صورت میں بارہ دری مہاراجہ شیر سنگھ و اجیت سنگھ ہے جن کو سرداران سندھانوالیہ نے وہاں گولی مار کر قتل کر دیا تھا۔ موضع میرداد اور شیخ بود کے بالائی حجرہ کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔ اور حضرت شاہ بلاول قادری کی قبر اب باغ راجہ دینا ناتھ (یحییٰ کالونی) گھوڑے شاہ روڈ پر اب بھی مرجع خلائق ہے۔

۲ بھوگیوال جو لاہور سے مشرقی جانب ہے۔ اب وہاں کوئی ریتلہ ٹیلہ نہیں ہے۔ یہ بھوگیوال باغبان پورہ اور سنگھ پورہ کے درمیان واقع ہے۔

۳ باغ سلطان پرویز ابن جہانگیر کوٹ خواجہ سعید اور چاہ میراں کے درمیان واقع تھا۔ اور اس کا مقبرہ اس باغ کے وسط میں تھا۔ اب مقبرہ موجود ہے۔ مگر باغ نیست و نابود ہو چکا ہے۔ اس باغ کے متصل سوامی جل کے باغ کی عمارت بھی ختم ہو چکی ہے۔

۴ نولکھا باغ میرزا کامران پسر بابر بادشاہ نے تیار کیا تھا۔ جو دریائے راوی کے جانب شہ کنارے موجودہ آبادی فیض باغ کے قریب واقع تھا۔ مگر اب اس کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ یہ شہزادہ کامران کا لاہور میں دوسرا تعمیر کرایا باغ تھا۔

باغ وبارہ دری میرزا کامران (شاہدرہ) موجودہ صورت میں دریائے راوی کے بیچ میں اب بھی نہایت شکستہ حالت میں موجود ہے۔ شہنشاہ بابر، ہمایوں اور شیر شاہ سوری بھی یہاں ٹھہرے تھے۔ اور جہانگیر بھی خسرو کے تعاقب میں اس باغ میں فروکش ہوا تھا۔ میرزا کامران ۱۵۳۰ء سے ۱۵۴۰ء تک لاہور کا گورنر رہا۔

۶ باغ قلیچ خاں کی عمارت جو باغ میرزا کامران کے بائیں جانب واقع تھی۔ اب نہیں ہے۔ یہ نواب قلیچ خاں شہزادہ دانیال پسر اکبر بادشاہ کا خسر تھا۔ جو ۱۵۸۹ء تا ۱۵۹۲ء اور ۱۶۰۲ء تا ۱۶۰۵ء لاہور کا گورنر رہا تھا۔

۷ شہر لاہور کی جنوبی اطراف میں اب باغ انارکلی نہیں ہے۔ مگر مقبرہ صاحب جمال زوجہ شہزادہ پرویز سول سیکرٹریٹ میں موجود ہے۔

۸ باغ انارکلی بھی نہیں ہے۔ اور اس کے جنوبی گوشے میں گنبد بے در بھی زمانہ کے ہاتھوں ختم ہو چکا ہے۔

۹ "انشتا" تالاب کے کنارے کی عمارت جو سرائے ہوشیار خاں کے متصل تھی۔ اب نہیں ہے۔

۱۰ ایک گنبد جو فیروز پور کو جانے والی سڑک (فیروز پور روڈ) جو شہر کی جنوبی طرف ہے اور اس کو "گنبھ" کہا جاتا ہے۔ اب مفقود ہے۔

۱۱ قبرستان بی بی حاج و بی بی تاج (دختران سید احمد توختہ ترمذی) اب بھی محمد نگر میں محفوظ ہے۔ اس کے قریب باغ خواجہ غازی خاں (گڑھی شاہو کے نواح میں) میں ہمایوں بادشاہ بمعہ لشکر ٹھہرا تھا۔

۱۲ حضرت میاں میرؒ کے روضہ کے متصل مقبرہ بشیر و خاں کے پاس چھوٹا سا ایوان تھا۔ اب نہ تو یہ مقبرہ ہے اور نہ ہی ایوان کا نشان ہے۔

۱۳ بھوگیوال (باغبان پورہ کے قریب بدو باغ اب نہیں ہے۔ مگر باغ نواب میاں

خاں پسر نواب سعد اللہ خاں کے باغ کے نشانات، چار دیواری، مقبرہ اور دو مساجد اندرون باغ خستہ حالت میں موجود ہے۔

۱۴ باغ قاسم خاں (نواب مہدی قاسم خاں) اب نہیں ہے۔ یہ قاسم خاں لاہور کا گورنر ۱۶۱۸ء سے ۱۶۲۳ء تک رہا ہے۔ میرزا حکیم برادر حکیم اکبر بادشاہ جب کابل سے لاہور پر حملہ آور ہوا تھا۔ تو اس کی افواج یہاں ہی ٹھہری تھیں۔ قاسم خاں نواب اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ والد ملکہ نور جہاں کا داماد تھا۔ ملکہ نور جہاں کی بڑی بہن اس سے بیاہی گئی تھی۔ اس طرح یہ جہانگیر کا ہم زُلف تھا۔

۱۵ گنبد جو پرانی عید گاہ (گڑھی شاہو) اور باؤلی دولت آباد کے متصل مقبرہ احمد بیگ خاں کے دروازے کے اُوپر تھا۔ اب نیست و نابود ہو چکا ہے۔ مصنف "تحقیقات چشتی" نے "وقائع جہانگیری" کے حوالے سے لکھا ہے کہ جہانگیر نے یہ عید گاہ بیس لاکھ روپے کے خرچہ سے گڑھی شاہو کے بڑے پُل ریلوے کے پرلی طرف تعمیر کرائی تھی۔

۱۶ باغ فیض (مقبرہ دلارام) اور باؤلی کے اوپر وغیرہ نشانات ختم ہو چکے ہیں۔ شاید یہ آبادی فیض باغ میں ہو۔

۱۷ عالم گنج قدیم (عالم گنج قلیچ خاں اندجانی) مقبرہ شیخ رکن الدین روہیلہ بھی اب تلاش نہیں کیے جا سکتے۔ مُلّا عبد الحمید لاہوری اپنی تصنیف "بادشاہنامہ" میں عالم گنج آبادی غیاث پورہ کے قریب بتاتا ہے۔ عالم گنج، ہاشم پورہ، غیاث پورہ، دارا پورہ، نزدیک نزدیک آبادیاں تھیں۔ جہاں اب روضۂ انور حضرت میاں میرؒ ہے۔

۱۸ باغ خان اعظم، باغ شیخ جوہر اور اس کا مقبرہ اب نہیں ہیں۔ شمس الدین محمد اتکہ خاں، خانِ اعظم غزنوی عہد اکبر میں ۱۵۶۰ء سے ۱۵۶۱ء تک لاہور کا گورنر رہا۔ اس کے دو داماد تھے۔ (۱) شہزادہ خسرو پسر جہانگیر (۲) شہزادہ مراد بن اکبر۔

۱۹ باغ راجو اور دولت آباد کے قریب) شہنشاہ جہانگیر اپنی تالیف "توزک جہانگیری"

میں خسرو کو ایک ساتھی رابو کا ذکر ملتا ہے۔ جس کو خسرو کی حمایت کے الزام میں سولی چڑھایا گیا تھا۔ شاید یہ باغ اس نے بنایا ہو جو اچھرہ میں واقع تھا۔

۲۰ باغ خانِ اعظم میں جو مقبرہ شاہ مراد اور اس کے فرزند کے محل کے قریب تھا۔ یہ بھی اب نہیں ہے۔

۲۱ باغ جواہر خاں کے قریب جھنگی میں۔ اب اس کا نشان نہیں مل سکا۔

۲۲ اچھرہ کے گرد و نواح ایک درخت کے نیچے آپ عبادت کرتے تھے۔ اس کا نشان اُس زمانہ میں درخت کے گرنے سے ختم ہو گیا تھا۔

۲۳ باغ ہوشیار خاں کی مشرقی جانب کھیت میں۔ اب مفقود ہے۔ تالاب ہوشیار خاں کے کنارے ۱۶۳۴ء میں شاہجہان خیمہ زن ہوا تھا۔

۲۴ باغ ہوشیار خان کی مغربی جانب قبر شیخ عبدالرحمٰن کے نزدیک۔ اب ان کے نشانات بھی محفوظ نہیں رہے۔ یہ ہوشیار خاں ملکہ نورجہاں کا خواجہ سرا تھا۔ اور باغ گرینڈ ٹرنک روڈ پر سر تاج فلور مل کے عقب میں تھا۔

۲۵ باغ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری ان ایام میں ختم ہو چکا تھا اور اس کی جگہ باغ وزیر خاں تعمیر ہو چکا تھا۔ شیخ فرید بخاری ۱۶۱۰ء سے ۱۶۱۶ء تک عہد جہانگیر میں لاہور کا گورنر تھا۔ وزیر خاں ۱۶۳۲ء سے ۱۶۳۹ء تک لاہور کا گورنر رہا۔ اس باغ کو باغ نخلی بھی کہا جاتا تھا۔ جناح ہال کے سامنے اب ناصر باغ ہے۔ جب احمد شاہ ابدالی لاہور آیا تو اس نے بمعہ اپنی افواج کے باغ وزیر خاں میں قیام کیا تھا۔

۲۶ باغ محمد تقی جو محلات جہانگیری کا دیوان تھا۔ اب نہیں ہے۔

۲۷ باغ ملک علی کوتوال کا بھی اب نشان تک نہیں ملتا۔ ملک علی کوتوال عہد اکبری میں لاہور شہر کا کوتوال تھا۔ اس کی قبر قبرستان میانی میں اب بھی موجود ہے۔ اس کوتوال کو ایک جرم کی پاداش میں سولی پر چڑھایا گیا تھا کہ دُلا بھٹی کس طرح قید خانہ سے فرار ہو گیا۔

۲۸ باغ خاتون کا بھی پتہ نہیں مل سکا۔

۲۹ بیلا دریائے راوی نزد شاہدرہ اب نہیں ہے۔

۳۰ باغ میرزا مومن بھی اب نیست و نابود ہو چکا ہے، مومن ۱۶۰۰ء سے ۱۶۰۲ء عہد اکبری میں لاہور کا صوبیدار رہا تھا۔ "توزک جہانگیری" میں لکھا ہے کہ بادشاہ جہانگیر نے اس باغ میں ۱۶۲۱ء میں قیام کیا تھا۔ اور پھر اندر نامی ہاتھی پر سوار ہو کر شہر آیا تھا۔ یہ باغ دریا تے راوی کے کنارے تھا اور اس میں سرو کے دلکش اور طویل پودوں کے علاوہ آم، چنار اور دیگر پھل دار درخت نہایت دیدہ زیب تھے۔ مومن خاں خواجہ شمس الدین خوانی کا بھائی تھا جس کے نام سے شہر لاہور میں محلہ خوانی پورہ تھا۔ خواجہ شمس الدین خوانی کی وفات ۱۶۰۰ء میں لاہور میں ہوئی اور یہیں دفن ہوا۔ اور اس کے بعد اس کا بھائی میرزا مومن گورنر لاہور مقرر ہوا۔

حضرت میاں میرؒ قادری

کا ایرانی مجتہد سے مناظرہ

نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کا وزیر اعظم آصف جاہ تھا اور اس کی ملکہ نورجہاں شاہی محلات پر چھائی ہوئی تھی۔ چونکہ وُہ شیعہ تھے۔ اس لیئے انہوں نے کاردبار حکومت پر چھا جانے کا مکمل پروگرام بنایا تھا۔ انہوں نے بہت سے مجتہد وغیرہ ایران سے بلوا رکھے تھے جو دربار پر تسلّط جمانے کے لیئے ہر کارروائی کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے عزیزوں کو بڑے بڑے منصب عطا کر رکھے تھے۔ ملکہ نورجہاں کا والد اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ، نواب آصف جاہ، نواب صادق خاں طہرانی، نواب جعفر خاں پنجاب کے وقتاً فوقتاً صوبیدار رہے اور ان لوگوں کا قیام لاہور ہی میں رہا۔ اعتماد الدولہ کا مقبرہ تو آگرہ میں بنا۔ مگر آصف جاہ وزیر اعظم نواب صادق خاں طہرانی اور اس کے فرزند نواب جعفر خاں کے مقابر لاہور میں شاہدرہ باغبانپورہ اور گڑھی شاہو میں اب بھی موجود ہیں۔ شاہی دربار میں تو حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندی اور اُن کے رفقائے کار نے اس طوفان کو روکا۔ اور اس کی پاداش میں اُن کو زندان کی سیر بھی کرنا پڑی۔ لاہور میں علمائے کرام نے اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ مگر اس سلسلہ میں جو سعادت حضرت میاں میرؒ کو حاصل ہوئی۔ وہ کس اور کو نہ حاصل ہو سکی۔ ہوا یُوں کہ شہاب الدین شاہجہان کے عہد میں ملکہ ممتاز محل جو اس کی بیوی اور نواب آصف جاہ کی دُختر تھی۔ پھر ایسی کوششیں شروع کیں۔ جن میں یہ تمام خاندان ملوّث تھا۔ چنانچہ آصف جاہ

کے ایما پر شاہجہان نے بادشاہِ ایران کو خط لکھا کہ آپ ایران سے کسی قابل ترین مجتہد کو دربار میں بھیجیں۔ جو یہاں کے سنی علما سے مناظرہ کر سکے۔ ایک خط حاکم لاہور کو بھی تحریر کیا کہ جب ایرانی مجتہد لاہور پہنچے تو اس کی خوب خاطر مدارات کرنا۔ نیز اسے حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں بھی لے جانا۔ ساتھ ہی لاہور میں دوسرا خط حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ عالیہ میں ارسال کر کے ان کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد جب یہ مجتہد جس کا شمار ایران کے عظیم مجتہدین میں ہوتا تھا۔ لاہور پہنچا۔ تو اس کی خوب خاطر مدارات کی گئی۔ اور اس کو حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ بڑے خلوص اور محبت سے ملے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ باتوں باتوں میں آپ نے سوال کیا۔

کیوں صاحب! آپ کبھی کربلائے معلّٰی بھی حاضر ہوئے ہیں؟

ایرانی مجتہد۔ جی ہاں! اللہ کا شکر ہے۔ کئی بار اس سعادت سے مستفید ہو چکا ہوں۔

حضرت میاں میرؒ۔ تو پھر وہاں کے فضائل بیان کیجئے۔

ایرانی مجتہد۔ اس خاکِ پاک کی ایک ادنیٰ خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نواح میں سات سات کوس تک دفن ہونے والے روزِ محشر بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہونگے۔

حضرت میاں میرؒ۔ کیا یہ فضیلت انبیائے کرام کے مرقد و مدفن کو بھی حاصل ہے۔

ایرانی مجتہد۔ کیوں نہیں۔ نبی کے مرقد کے ارد گرد دس دس کوس تک دفن ہونے والے بلا حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔

حضرت میاں میرؒ۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کے چاروں اطراف دس دس کوس تک مدفون لوگ جنتی ہیں۔ تو پھر ان دو بزرگوں کی بھی بخشش کی اُمید ہو سکتی ہے جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو بہ پہلو دفن ہیں۔

ان بزرگوں سے آپ کی مراد خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ اور

خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ سے تھی۔ اس سوال کو سُن کر ایرانی مجتہد اعظم پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اور واپس حاکم شہر کے ساتھ چلا گیا۔

اب اُسے خیال آیا کہ جب لاہور میں ایسے مایۂ ناز عالم موجود ہیں تو دارالسلطنت شاہی میں کن کن علماء سے واسطہ پڑے گا۔ چنانچہ وہ لاہور سے ہی ایران واپس چلا گیا۔

خلفائے عظام و مریدین

حضرت میاں میر قادریؒ

حضرت میاں میرؒ اپنے وقت میں بہت کم لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ بلکہ جو لوگ آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ اوّل تو ان کا دامن نہ پکڑتے اور اگر پکڑتے تو اسے کامل اور عارف بنا دیتے۔ آپ نے اپنے اردگرد ایسا حلقہ بنا لیا تھا۔ جو حقیقتاً اولیائے کبار میں شامل ہوتے تھے۔ مزید برآں جس قدر تاریخ میں آپ کے خلفا اور مریدین باسعادت کی تعداد محفوظ ہے۔ اس قدر لاہور کے کسی ولی کے خلفاء اور مریدین کے نام نہیں ملتے۔ تذکرے ان کے ذکر سے خالی ہیں۔ اور یہ سہرا گلیتہً شہزادہ داراشکوہؒ قادری تلمیذ ارجمند حضرت ملّا شاہؒ بدخشانی کے سر جاتا ہے۔ جنہوں نے لاہور میں بیٹھ کر ان لوگوں کے حالات لکھے گئے اور اس کی یہ محنت لائق ستائش و تحسین ہے۔

اب ہم آپ کے خلفا اور مریدین کے حالات لکھتے ہیں جنہوں نے آپ کے طریق کار کو احسن طریق سے اپنایا اور ناموری حاصل کی۔

حضرت حاجی نعمت اللہ قادریؒ سرہندی

حضرت میاں میرؒ کے مریدین باصفا میں ماسوائے حضرت نتھے شاہؒ دیوان کے آپ سب سے پہلے حاضر ہوئے اور آپ سے استفاضہ و استفادہ کیا۔ آپ کو حضرت غوث الثقلین سید

عبدالقادر جیلانی سے بے پناہ عقیدت وارادت تھی۔ جو جنون کی حد تک تھی۔ "سفینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ کبھی کبھی آپ کے دل میں خیال آتا کہ شاید حضرت پیرانِ پیرؒ کو بھی اس محبت کا علم ہے یا نہیں۔ ایک شب آپ نے خواب دیکھا کہ کسی وجہ سے پریشان ہیں۔ اسنے میں حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی تشریف فرما ہوئے اور ایک سفید پگڑی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ "ملاّ نعمت اللہ ایسے مواقع پر ہم تمہیں یاد رکھتے ہیں۔ اگلے روز انہیں لاہور کے ایک بزرگ نے بلایا اور ایک پگڑی دیتے ہوئے فرمایا۔ لو یہ پگڑی حضور غوث پاکؒ نے آپ کو مرحمت فرمائی ہے۔ یہ بزرگ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ قادری لاہوری تھے۔ آپ کا کہنا ہے کہ جن ایام میں حضرت میاں میرؒ تحصیلِ علم میں مشغول تھے۔ ہم کئی سال تک ان کو پڑھاتے رہے اور ہم نے ان کو اپنا تمام علم سکھا دیا۔ مگر اس دوران ہمیں ان کے اصل حالات معلوم نہ ہو سکے کہ آنجناب کتنے کامل اور مکمل انسان ہیں۔

ایک دفعہ ایک سوداگر اپنے فرزند کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو بہت مالِ تجارت دے کر بھیجا تھا۔ مگر اب یہ واپس آ کر کہتا ہے کہ وہ مال و اسباب ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے فلاں مقبرہ کے زیرِ دیوار یہ روپیہ دفن کیا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ مال برآمد ہو گیا۔

صاحب "سکینۃ الاولیا" لکھتا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میری ایک کنیز تھی۔ جس سے مجھ کو عشق تھا۔ چند روز سے وہ بھاگ گئی ہے۔ مجھے اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ مہربانی فرما کر میرے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ فلاں مقام پہ جا کر کھڑا رہ۔ اس راستے سے ایک گاڑی آئے گی تو اس کے پاس جانا اور کہنا کہ میری کنیز کو گاڑی سے نکال دو۔ یقیناً وہ ایسا کریں گے۔ لیکن تم نے ان گاڑی والوں سے استفسار نہ کرنا کہ یہ گاڑی کہاں سے آئی ہے۔ اور کہاں جائے گی اور اس میں کون ہے اور گاڑی کس

کی ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور کنیز گاڑی سے مل گئی

ایک دفعہ حاجی نعمت اللہ سرہندیؒ نے ریاضت کا شغل ترک کر دیا جو حضرت میاں میرؒ نے قیامِ سرہند میں ان کو بتایا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ روحانی لطف سے محروم ہو گیا تو حج کرنے کے لیے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت میاں میرؒ سے اجازت حاصل کرنے کے لیے لاہور آیا۔ حاجی صاحب کو دیکھتے ہی آپ نے اس کو شغل ترک کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے حقیقتِ حال بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا یہ شیخ جمیل الدین درویش سرہندی خلیفہ شیخ وجیہہ الدین نے تم کو جو کہا تھا کہ شغل ترک کر دو۔ انہوں نے تم کو اس نیک کام سے بھٹکا دیا ہے۔ اسے عالم ملکوت کی خبر ہی نہیں۔ حاجی نعمت اللہ نے حج پر جانے کی اجازت طلب کی اور اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ حاجی۔ اگر تم کو یہاں ہی حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہو جائے تو پھر کہو۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہ سعادت مجھے یہاں ہی حاصل ہو جائے۔ تو سبحان اللہ۔ حضرت میاں میرؒ نے حاجی کے لئے ایک جگہ متعین کر دی اور فرمایا کہ آج رات کو یہ اسم پڑھنا۔ حاجی نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے دن اُس نے آ کر آپ کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا اور معذرت چاہی۔ آپ نے استفسار کیا کہ کیا حج کر لیا۔ اس نے جواباً کہا کہ آپ کی توجّہ سے میں مسنونہ طریقے سے منزل بہ منزل مکہ معظمہ پہنچا۔ مناسک حج بجا لایا اور اس طرح مجھے یہاں ہی حج کی سعادت حاصل ہو گئی۔ حضرت میاں میرؒ نے اس کو پھر مشغولِ حق کر دیا اور وُہ کامل ہو گیا۔

حاجی نعمت اللہؒ سرہندی نے قیامِ سرہند میں جبکہ حضرت میاں میرؒ بہت بیمار ہو گئے تھے۔ آپ کی اس قدر خدمت کی تھی کہ حضرت کے فضلات بول و براز تک اپنے ہاتھ سے اٹھا لیا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۱۷ھ مطابق ۱۶۰۹ء عہد نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ ہوئی۔ اِن ایّام میں نواب قلیچ خاں اندجانی صوبیدار لاہور تھا۔ "سکینۃ الاولیا" میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ

سرہند سے لاہور آرہے تھے کہ راستے میں آپ کا انتقال ہوگیا اور قبر کا پتہ نہ چل سکا۔
قطعہ تاریخِ وصال اس طرح ہے۔

نعمت اللہ حاجی حرمین
زینت روضہ جناں عارف
سال ترحیل دے خرد فرمود
ولی نعمت جہاں عارف

حضرت مُلّا ابراہیمؒ روحی قادری

آپ علوم ظاہری و باطنی سے کماحقہٗ واقف تھے اور صاحب کرامات وکشف بزرگ تھے۔ آپ نے اس قدر ریاضت، مجاہدات اور سلوک کی منازل طے کیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے بے شمار عجیب و غریب باتیں آپ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ میاں معزّالدین قادری اور میاں پراچہ قادری آپ سے ہی فیض یاب ہوئے تھے۔ اس طرح میوات، نارنول اور ہرات کے بے شمار آدمی آپ کے فیض سے مستفید ہوئے۔ تجارت کا پیشہ اپنایا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ ہمارے پاس عمدہ گھوڑے ہیں۔ مگر کوئی گاہک نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر گھوڑے کے کان میں لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھ کر پھونک دو۔ عمل کرنے پر بہت سے خریدار آگئے اور ان لوگوں نے دس سے بیس گنا منافع حاصل کیا۔

وفات ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء میں بعد عہدِ شہنشاہ جہانگیر ہوئی۔ اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ والد ملکہ نورجہاں حاکم پنجاب تھا۔ آپ کی قبر کے نزدیک حاجی سلیمانؒ کی قبر ہے جو آپ کے پیر بھائی تھے۔ مزار اقدس قبرستان گاؤں میاں میرؒ میں اس چاردیواری کے اندر واقع ہے۔ جو سڑک میاں میر سے گلبرگ کو جاتی ہے۔

حضرت سیّد اشرف قادریؒ

حضرت میاں میرؒ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ صحیح النسب سادات کرام میں سے تھے جوانی میں بے خوابی کی کثرت سے بہت لاغر اور نحیف ہو گئے تھے۔ بالآخر آپ حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں شب بسری کرنے لگے۔ ایک دن شاہجہان حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ تو جملہ اصحاب کے علاوہ آپ بھی وہاں حاضر تھے۔ فنافی اللہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت میاں میرؒ نے آپ کو اپنی ریش مبارک کے چند بال عنایت فرمائے تھے۔ جن میں سے ایک انہوں نے شہزادہ داراشکوہ کو دیا تھا۔ آپ کا مزار باغ حضرت ملّا شاہ بدخشانیؒ سے جانب جنوب واقع ہے۔

وفات ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء بروز شنبہ لاہور میں ہوئی۔ زمانہ جہانگیر کا تھا اور میرزا غیاث بیگ حاکم لاہور تھا۔

حضرت نورالدینؒ قادری

آپ حضرت میاں میرؒ کے خادم تھے اور آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہ کر فیوض برکات حاصل کرتے تھے۔

وفات ۱۰۲۶ھ مطابق ۱۶۱۷ء میں ہوئی اور قبر حضرت ننھّے شاہؒ دیوان کے چبوترہ پر ہے۔

حضرت میاں ننھّا المعروف بہ ننھّے شاہؒ دیوان قادری

آپ لاہور میں پیدا ہوئے۔ خوجہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اوائل عمر سے ہی حضرت

میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پھر انہیں کے ہی ہو کر رہ گئے۔ آپ کا شمار حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے خاص الخاص خلفاء میں ہوتا ہے۔ اور ان کے محرم راز اور یار دمساز تھے۔ صرف آپ کو ہی اپنے پیر و مرشد کے پاس رہنے کی اجازت تھی اور تمام عمر انہیں کے قدموں میں گزار دی، شہزادہ دارا شکوہؒ قادری نے اپنی تصنیف "سکینۃ الاولیاء" میں حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی کی زبانی روایت کی ہے کہ میاں نتھا محبوب خدا اجل شانہٗ تھے۔ حالانکہ دنیاوی طور پر وہ اُمّی محض تھے۔ پھر آپ نے اتنا علم لدّنی حاصل کر لیا تھا۔ کہ آپ لوحِ محفوظ کی تحریر پڑھ سکتے تھے۔ شہزادہ مزید لکھتا ہے کہ نباتات اور جمادات وغیرہ آپ سے ہم کلام ہوا کرتے تھے۔ حالت استغراق میں آپ پر اس قدر بے خودی طاری ہو جاتی تھی کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ رہتی تھی۔ عام طور پر آپ حضرت میاں میرؒ اور مُلّا محمد سیالکوٹی کے ساتھ بیٹھے رہا کرتے تھے اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ کرامات بیشمار بتائی جاتی ہیں۔

ایک دفعہ ایک مُردہ چوہا میاں نتھاؒ کی گلی میں پڑا تھا اور اس کا چمڑہ بھی اُدھڑ چکا تھا۔ میاں نتھاؒ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہاں کیوں پڑا ہے، اور سڑا ہے۔ اُٹھ چلا جا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وُہ چوہا اتنا سُنتے ہی زندہ ہو کر بھاگ گیا۔

ایک روز میاں نتھاؒ ایک گنبد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب باہر آنے لگے تو گُنبد نے آواز دی کہ میاں نتھاؒ ذرا ٹھہر جاؤ۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے۔ وُہ بولا کہ میں یہی گُنبد ہوں۔ جس میں آپ قیام فرما رہے ہیں۔ اگر آپ ابھی باہر گئے تو بارش ہو گی۔ چنانچہ آپ ٹھہر گئے اور پھر بارش شروع ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت میاں میرؒ کو آنکھ کی پلکوں میں پھنسی نکل آئی۔ جرّاح کو بلوا کر دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ غلبہ خون ہے۔ اس پر نشتر ماری جائے۔ خون نکل جائے گا۔ تو خود بخود پھنسی جاتی رہے گی۔ اسی دوران میاں نتھاؒ آگیا۔ اس نے کہا کہ اس کا علاج میں کروں گا۔

چنانچہ وہ مراقبے میں بیٹھ گیا۔ گھڑی بھر کے بعد سر اُٹھایا اور کہا کہ اس کا علاج کیھرے کے بیچ میں انہیں گھس کر ملنے سے آرام آجائے گا۔ چنانچہ ایسا کرنے سے پھنسی کا نام و نشان تک نہ رہا۔

حضرت مُلّا سعید رح کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت میاں نتھا حضرت میاں میر رح کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آنجناب نے پوچھا کہ آج کل کس طرف جا کر مشغولِ حق ہوتے ہو۔ عرض کی۔ اچھرہ کے قریب ایک جنگل ہے۔ جہاں لوگوں کی آمد و رفت کم ہے۔ پہلے وہاں میں ایک کھیت کے کنارے اور کھجور کے سائے تلے مشغول ہوتا تھا۔ لیکن اس ہفتے وہاں کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی۔ وہ اس طرح کہ جنگل کے درخت بآوازِ بلند "سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کا ورد کر رہے تھے۔ اور اس ورد کی آواز اس قدر بلند تھی کہ مجھے اپنی عبادت میں خلل محسوس ہوا۔ اس لئے وُہ جگہ چھوڑ کر اب خلیفہ جنید کے محلّے والے مزار پر مشغولِ ذکر رہتا ہوں۔ اب مجھے کوئی رکاوٹ اور مزاحمت نہیں ہے۔

وفات بروز پنج شنبہ ۱۰۲۷ھ بمطابق ۱۶۱۸ء میں اپنے پیر و مُرشد کے پاس ہوئی۔ یہ جہانگیر کا زمانہ تھا۔ اور لاہور کا صوبیدار نواب قاسم خاں تھا۔ آپکی وفات پر حضرت میاں میر رح نے فرمایا کہ میاں نتھّا رح فقیر خانہ کی رونق اپنے ہمراہ لے گیا ہے۔ مزارِ اقدس چار دیواری حضرت میاں میر رح کے بالمقابل قبرستان عوام الناس کے درمیان واقع ہے اور ایک اونچے چبوترے پر ہے۔ جب حضرت میاں میر رح کا وصال ہوا تو آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ مجھے میاں نتھّا رح کے پاس دفن کرنا۔ حضرت میاں میر رح اِن کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

قطعہ تاریخ وصال اس طرح ہے۔

حضرت نتھّا رح کہ ولی خداست
عارف حق واقف علم الیقین
سال وصالش چو بہ جستم زوال
گفت کہ محبوب بہشت بریں ۱۰۲۷ھ

حضرت حاجی سلیمانؒ قادری

آپ نہایت نیک نام بزرگ اور حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے مریدین باصفا میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ترک و تجرید میں ناموری حاصل کی تھی۔

وفات ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۱ء عہد جہانگیر میں ہوئی اور صوبیدار لاہور نواب قاسم خاں تھا۔ مزار اقدس حضرت مُلا ابراہیمؒ رُوحی قبرستان میں برلبِ سڑک گلبرگ ان کی قبر کے پاس ہے

حضرت سیّد نُوریؒ قادری

حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری سے شرف بیعت تھا۔ ریاضت اور مجاہدہ میں یگانۂ روزگار تھے۔

وفات ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء عہد نورالدین جہانگیر لاہور میں ہوئی۔ اس وقت لاہو کا صُوبیدار خدمت پرست خاں تھا جسکی قبر محراب مسجد گڑھی شاہو میں ہے۔

حضرت شیخ نُورالدّینؒ قادری

حضرت میاں میرؒ بالاپیر کے خُدّام میں سے تھے اور آپ کے حلقۂ ارادت و عقیدت میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ صاحب "سکینۃ الاولیا" نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ عبادت و ریاضت میں منفرد تھے۔

حضرت بہارلنگؒ قادری

بہت بڑے عبادت گزار اور حضرت میاں میرؒ کے مریدین میں شمار ہوتے ہیں "سکینۃ الاولیا" میں آپ کا ذکر نہایت اچھے پیرائے میں کیا گیا ہے۔

وفات ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۷ء میں ہوئی۔ اس وقت دہلی کا بادشاہ نورالدین جہانگیر تھا اور لاہور کا صوبیدار آصف جاہ برادر ملکہ نورجہاں تھا۔

حضرت حاجی مصطفیٰ سرہندی قادریؒ

دراصل سرہند کے کلال ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت میاں میرؒ کی شہرت سُن کر لاہور آگئے۔ صاحب حالات و مقامات بلند تھے اور حضرت میاں میرؒ کے خاص الخاص مُریدین میں سے تھے۔ زُہد و تقویٰ میں مُنفرد تھے۔ اور خواہشاتِ نفسانی سے نفرت کرتے تھے۔ اکثر سُکر اور غلبہ آپ پر طاری رہتا تھا۔ ایک روز نماز میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ رکوع میں حالت استغراق پیدا ہوگئی۔ جب مقتدیوں نے یہ حالت دیکھی تو اپنی اپنی نماز ادا کر کے چلے گئے۔ اور آپ سترہ روز تک اسی کیفیت میں رہے۔ آپ اپنے پیر و مُرشد کے نہایت فرمانبردار اور اطاعت گزار تھے۔

وفات ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۶۳۰ء میں ہوئی۔ جو شہاب الدین شاہجہان کا عہد حکومت تھا۔ یہ دن بدھ کا اور ماہ صفر کی ۱۶ ر تاریخ تھی۔ اس وقت صوبیدار لاہور عنایت اللہ یزدی تھا۔ مزار قبرستان حضرت میاں میرؒ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالکارمؒ قادری

سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں میرؒ سے بیعت تھے اور انہیں کی خدمتِ اقدس میں رہا کرتے تھے۔

وفات ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۱ء عہد شہاب الدین شاہجہان میں ہوئی۔ اِن ایام میں صوبیدار لاہور عنایت اللہ یزدی تھا۔ مزارِ اقدس حضرت میاں نتھا قادریؒ کی چاردیواری میں (قبرستان مسافر خانہ) ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالخیر قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ کے مُرید تھے اور انہیں سے قادری سلسلہ میں بیعت یافتہ تھے وفات ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۲ء عہد حکومت شہاب الدین شاہجہان صاحبقران میں ہوئی۔ عنایت اللہ یزدی اس وقت صوبیدار لاہور تھا۔ مزارِ اقدس حضرت میاں نتھاؒ کے احاطہ چار دیواری میں اُن کے پاس ہی ہے۔ جس کا چبوترہ اُونچا ہے۔

حضرت مُلّا خواجہ بہاریؒ قادری

حاجی پورہ پٹنہ صوبہ بہار کے باشندے تھے۔ اوائل عمر میں ہی علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور قصّبہ گودھ پور میں شیخ جلال الدینؒ اولیاء کے درس میں شامل ہوئے۔ جب آپ نے حضرت میاں میرؒ کے کمالات کی شہرت سُنی۔ تو لاہور تشریف لے آئے اور مُلّا محمد فاضل لاہوری کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ پھر حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ آپ نے ساری عمر تجرّد میں بسر کی۔ "صاحب سکینۃ الاولیا" لکھتا ہے۔

"طریقت و عرفان کے رستوں کے چلنے والے۔ حقیقت اور وجدان کے معارف کے عارف۔ توکل و رضا کی کشتی۔ فقر و غنا کے طریق کے راہرو۔ اہلِ حقائق کے شیخ۔ تمام تعلقات سے علیحدہ، حضرت باری کے برگزیدہ خواجہ بہاریؒ۔"

شہزادہ داراشکوہ قادری نے اپنی تصنیف "سکینۃ الاولیاء" اور مُلّا عبدالحمید لاہوری مصنّف "بادشاہ نامہ" میں آپ کی بے شمار کرامات درج کی ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

ایک روز آپ غازی خاں کے ہاں عُرس کی تقریب میں شامل تھے اور حاضرین میں مسئلہ

توحید پر بحث ہو رہی تھی۔ موسم سرما تھا اور گھر کے صحن میں آگ جل رہی تھی۔ خواجہؒ بہاری صحن سے اُٹھ کر آگ میں جا بیٹھے اور ایک گھڑی وہاں رہے۔ پھر فرمایا توحید میں قیل مقال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حال ملاحظہ کرو۔ بعد ازاں آگ سے اُٹھ کر باہر آ گئے۔

جن ایام میں آپ ملّا فاضل کے ہاں رہائش رکھتے تھے۔ ان دنوں ایک دن ملّا صاحب کی اہلیہ حضرت خواجہ بہاریؒ کے لیے آش بھرا پیالہ لے کر اُن کے حجرے میں داخل ہوئیں۔ تو کیا دیکھتی ہیں کہ آپ کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور آپ کے اعضاء فرش پر بکھرے پڑے ہیں یہ منظر دیکھ کر مُلّا فاضل کی اہلیہ نے شور مچا دیا۔ اس اثناء میں ان کا شوہر بھی آ گیا اور یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ اولیاء اللہ کے کئی مقام اور حالات ہوتے ہیں۔ جو تم نے دیکھا۔ اس پر حیرانگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب آ کر دیکھو۔ وُہ تو مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔

جب والیٔ ایران صفی میرزا نے ۱۰۵۱ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں قندھار پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو شہزادہ دارا شکوہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا مجال ہے کہ وہاں آ سکے۔ وُہ یا تو مصائب میں گرفتار ہو جائے گا۔ یا جان سے ہی مارا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک ماہ بعد خبر آئی کہ اس کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔

مصنّف تاریخ "مرأۃ العالم صاحب سیر المتاخرین" کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ جن ایام میں شاہجہان صاحبقران لاہور میں تھا تو دارا شکوہ کے مکان میں گیا۔ مصنّف "تاریخ مراۃ" العالم خواجہ دریار خاں ناظر ہمراہ تھے۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ آتے وقت حضرت خواجہؒ بہاری کو دیکھتے چلیں گے۔ تم جا کر ان کو خبر کر دو۔ خواجہ ناظر کا کہنا ہے کہ جب میں مُلّا کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وُہ ابھی باہر گئے ہیں۔ چندے انتظار کیا کہ بادشاہ کی سواری نمودار ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ تم یہاں ہی ٹھہرو۔ جب مُلّا آئے۔ تو ہمارا اسلام کہنا اور یہ مصرع پڑھنا۔

طاقت مہماں نداشت   خانہ بہ مہماں گزاشت

حضرت خواجہ بہاری رحؒ واپس آئے تو خواجہ ناظر نے بادشاہ کے فرمان کے مطابق وُہ مصرع پڑھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ظلِّ سُبحانی نے ذرّہ نوازی فرمائی کہ یہاں تشریف لائے۔ مگر میں عمداً باہر چلا گیا تھا۔

شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ آپ شالامار باغ گئے۔ وہاں آپ نے دو تین مرتبہ فرمایا ”مجھے طلب نہیں کرتے اور اگر وہ طلب کریں تو مرشد کے پاس دفن کرنا“

ایک شخص کے بیٹے کے جسم پر برص کے داغ نمودار ہو گئے۔ حکیم اس کے علاج سے تنگ آ گئے۔ آپ چونکہ بچوں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اس لیے آپ نے اس کے باپ سے کہا کہ اس کا علاج نہ کرانا۔ جب وہ لڑکا آپ کے پاس آتا۔ تو آپ برص کے داغوں کو اپنی انگلیوں سے ملتے۔ یہاں تک کہ برص کے تمام داغ ختم ہو گئے اور بچّہ تندرست ہو گیا۔

آپ کا شمار حضرت میاں میرؒ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم کے علاوہ آپ اسرارِ حقائق سے بھی واقف تھے۔ پیر و مُرشد کے وصال کے بعد آپ مرجع خلائق ہوئے اور بڑی ناموری حاصل کی۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ مجھے ملا ہے وُہ میرے پیر و مرشد کا ہی فیضان ہے۔ جس وقت وُہ پان چبا کر پھینک دیتے تھے تو میں اٹھا کر اپنے مُنہ میں رکھ لیتا تھا۔ اور یہ اس کی برکت ہے۔ قرآن پاک، احادیث، فصوص الحکم، لمعات لوائح، مثنوی مولانا رُوم سب میں مجھے مہارت تامہ ہے اور میں ان کے تمام عُلوم اور عبارات کے معانی جانتا ہوں۔

آپ کسی سے نذر و نیاز اور فتوح نہیں لیتے تھے۔ مگر قدرے قلیل۔ اگر کوئی مرید کھانا لاتا۔ تو حسب ضرورت تناول فرما لیتے۔ نہایت خوش تقریر تھے۔ اکثر اوقات بات کرتے آپ کو جذب ہو جاتا تھا۔ فقر و تجرید میں باکمال تھے۔

شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے کہ آپ کو مجھ سے کمال محبّت تھی اور مجھے بھی ان کی صحبت میں اکثر بیٹھنے کے مواقع نصیب ہوئے ہیں اور کافی دن ہم نے اکٹھے ہی گزارے ہیں۔

حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے وصال کے بعد آپ ہر سال اُن کا عرس کیا کرتے تھے۔ اور ان کی رہائش بھی حضرت کے روضۂ منور کے پاس تھی۔ شہزادہ لکھتا ہے کہ جن ایام میں میں اپنی تالیف "سکینۃ الاولیاء" کی تکمیل کر رہا تھا۔ تو وہاں آیا اور آپ نے مجھے تمام حالات و واقعات سے مطلع کیا۔

لکھا ہے کہ لاہور میں "مدرسہ مُلّا خواجہ بہاریؒ" میں نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم نے اپنی تعلیم چنیوٹ سے آکر مکمل کی تھی اور حضرت خواجہ بہاریؒ نے پیش گوئی کی تھی کہ سعد اللہ خاں وزیر سلطنت بنے گا۔ اس کا ذکر صاحب "مراۃ العالم" کے مصنف بختاور خاں نے کیا ہے۔

محمد اسلم بن محمد حفیظ پسروری انصاری قادری اپنی تالیف "فرحت الناظرین" میں لکھتا ہے "بارہا فردوس آشیانی (شاہجہان) بہ خانۂ ملّا خواجہ رفتند ملاقات نہ کرد و خود بخانۂ فردوس آستانی آمدہ بارہا ملاقات بخود مسرور ساختند۔ مُلّا محا سعد اللہ خاں را بادی کمال تعلق و اعتقاد بوُد۔"

وفات ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۲ء عہد شہاب الدین شاہجہان لاہور میں ہوئی۔ اس وقت لاہور کا صُوبیدار نواب وزیر خاں تھا۔

آپ کا مقبرہ روضہ عالیہ حضرت میاں میرؒ کی چار دیواری اور قصبہ میاں میرؒ کے درمیان ریلوے لائن کے متصل نزد آبادی دیہہ ایک عظیم الشان گنبد میں ہے۔ جو ایک نہایت مضبوط اُونچے چبوترے پر واقع ہے۔ حضرت میاں میرؒ کے خلفا اور مریدین میں سے سب سے عالیشان مقبرہ آپ کا ہے۔ آپ کا مقبرہ ہر چہار اطراف سے نہایت قیمتی پتھروں اور سنگِ سُرخ سے مزّین تھا۔ نیز چبوترہ نہایت سنگین تھا۔ مگر عہد رنجیت سنگھ میں یہ تمام قیمتی پتھر اُتار لیے گئے۔ اور پھر ایک فرانسیسی جنرل ایوی ٹیبل نے بھی رہی سہی کمی پوری کر دی اور مقبرہ کی خوبصورتی ختم کر دی۔ انگریزی حکومت کے دور میں پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کا ایک آفیسر اس میں رہائش رکھتا تھا۔ بعد میں یہ مقبرہ سجادگان حضرت میاں میرؒ کے قبضہ و تصرّف میں آ گیا۔

حضرت مُلّا حامد گوجر قادریؒ

لاہور کے رہنے والے تھے۔ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی جو قبول نہ ہوئی۔ مگر متواتر حاضر ہونے سے حضرت میاں میرؒ نے آپ کو اپنا مُرید بنالیا اور بیعت سے مشرف فرمایا۔ پھر ریاضات و مجاہدات میں اس قدر مصروف ہوئے کہ دُنیا و مافیہا کی ہوش تک نہ رہی۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ پر عالم ملکوت کے اسرار منکشف ہونے لگے۔

وفات ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۵ء عہد شاہجہان میں لاہور میں ہوئی۔ نواب وزیر خاں اس وقت صُوبیدار لاہور تھا۔ حضرت میاں میرؒ کی وفات سے پانچ ماہ اُنیس روز قبل ۱۷ رمضان المبارک کو وصال فرمایا۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ مزار پُرانوار حضرت میاں میرؒ کے روضہ کی چار دیواری سے باہر قبرستان عوام الناس میں ہے۔ ۱۹۸۴ء میں اس احاطہ کی تعمیر پر کافی رقم خرچ ہوئی۔ جس میں سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے پانچ سو روپیہ دیا۔

حضرت اخوند میرک شیخ ہرویؒ

آپ سیّد فصیح الدین لاہوری کے صاحبزادے اور قاضی محمد اسلم ہروی کے بھتیجے حضرت میاں میرؒ کے مرید اور شہزادہ دارا شکوہؒ کے استاد گرامی قدر تھے۔ شہزادہ لکھتا ہے کہ حضرت اخوند میرک شیخ جو میرے علوم ظاہری کے استاد اور عالم و فاضل ہیں۔ زہد و ورع اور راست بازی میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ شہزادہ نے ان سے ادبیات فارسی و عربی، تفسیر اور علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ نے حضرت میاں محمد مرادؒ قادری لاہوری مُرید حضرت میاں میرؒ سے علم حاصل کیا تھا۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی عبدالسلام لاہوری بھی تھے۔ حضرت شیخ محمدؒ لاہوری

آپ کے ہم درس تھے۔ اور مُلّا ابوبکرؒ مُریدِ ارشد حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی آپ کے شاگرد تھے۔

جب حضرت اخوند میرک شیخؒ نے حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو شہزادہ داراشکوہ نے اس کو رُقعہ دے دیا۔ جو اُس نے اپنی دستار میں رکھ لیا۔ مگر جب وُہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو وہ رقعہ دینا بھُول گیا اور حضرت نے خود ہی نکال لیا جس سے وُہ آپ کی بزرگی کا قائل ہوگیا۔

صاحبِ "سفینۃ الاولیاء" لکھتے ہیں کہ حضرت اخوند میرک شیخ کے والد سید فصیح الدین تھے ان کا کہنا ہے کہ جب حضرت خواجہ عبدالحق جامیؒ برہان پوری کا وصال ہوا تو ان کی نمازِ جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ شیخ فصیح الدین کی وفات پنجشنبہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۸۰ء میں لاہور میں ہوئی۔ اور لاہور میں مدفون ہوئے۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی عہد شاہجہان میں دو ہزاری منصبدار تھے اور عہد عالمگیری میں تمام سلطنت کے صدر الصدور رہے۔

حضرت اخوند میرک شیخ ہروی ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں وفات پا گئے۔

حضرت حاجی محمد صالحؒ کاشمیری قادری

آپ سرزمین کشمیر سے لاہور آکر حضرت میاں میرؒ سے بیعت یافتہ ہوئے تو حضرتؒ صاحب نے آپکی تربیت حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی کے سپُرد کی۔ آپنے بھی اپنے پیرو مُرشد کی طرح ریاضت اور مجاہدات میں بڑا نام پیدا کیا۔ بہت سی کرامات بھی آپ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ آپ کے پیرو مُرشد آپ پر بدرجہ کمال عنایت فرماتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ایک دفعہ آپ نے ان کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک پُرنور شہر میں ترو تازہ باغ کے اندر ٹہل رہے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون سا مقام ہے۔ فرمایا۔ "بہشت" جس کا ذکر تم اکثر سُنتے رہتے ہو۔ پھر فرمایا کہ تم جلد ہی میرے پاس آجاؤ گے۔

وفات ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۶ء عہد شاہجہان لاہور میں ہوئی۔ اس وقت صوبیدار لاہور نواب وزیر خاں بانی مسجد وزیر خاں اندورنِ شہر لاہور تھا۔ آپ کی قبر مقبرہ حضرت میاں میرؒ سے نیچے اُتر کر جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد کے وصال سے چوالیس دن بعد جمادی الاوّل میں انتقال فرمایا۔

حضرت مُلّا ابوبکر قادری

جب آپ حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آنجناب نے آپکی تربیت بھی حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی کے سپرد فرمائی تھی۔ دنیا سے کنارہ کش اور عزلت گزینی کی زندگی پسند کرتے تھے۔ آپ حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی اور حضرت شیخ میرک حسینؒ کے ہم سبق تھے۔ حضرت مُلّا شاہؒ آپ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے تمام کتابیں پھینک دیں اور دُنیا سے قطع تعلق کر لیا اور کتابیں طلباء میں تقسیم کر دیں اور پھر یکسوئی سے عبادات اور ریاضات میں مصروف ہو گئے۔

وفات ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں ہوئی۔ شاہجہان بادشاہ تھا اور اس کی طرف سے لاہور کا صوبیدار معتمد خاں تھا۔ قبر لاہور کے مضافات نئے گجرات میں ہے۔

حضرت مُلّا عیسیٰؒ قادری سیالکوٹی

آپ بھی حضرت میاں میرؒ کے مرید تھے۔ سیالکوٹ سے لاہور کر آپ سے فیضان حاصل کیا۔ شہزادہ دارا شکوہؒ سے ان کی ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ یہاں ہم کو تمام پرند و چرند کا ذکر و شغل سنائی دیتا ہے۔ فقر میں بڑا نام پیدا کیا۔ اپنے پیر و مُرشد کے علم کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت میاں میرؒ چرند اور پرند کو بھی ذکر میں مشغول فرمانا جانتے تھے۔

حضرت حافظ اسماعیلؒ قادری

آپ کا شمار حضرت میاں میرؒ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ صاحب حالات وکرامات اور مقاماتِ عالیہ پر فائز تھے۔

وفات ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۴۰ء عہد شاہجہان میں ہوئی۔ صوبیدار لاہور معتمد خاں تھا۔

حضرت شاہ عبد الغنیؒ قادری

آپ کا شمار حضرت میاں میرؒ کے اجل خُلفا میں ہوتا ہے۔ اور آپ کے قدیم یاروں میں سے تھے۔ حاجی محمد لاہوریؒ سے پہلے اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں پہنچے۔ مجاہدات اور ریاضات میں نہایت مشقتیں جھیلیں۔ خوش وضع تھے۔ مگر لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ اکثر خاموش رہتے۔ حضرت میاں میرؒ کے وصال کے بعد آپ نے ان کے مرقدِ منور کے باہر ایک حجرہ بنا کر وہیں رہائش اختیار کرلی اور روضۂ اقدس کی خدمت اور دیکھ بھال کرتے تھے۔ شہزادہ داراشکوہ جب لاہور آتا تو آپ ہی اس کو اپنے پیر و مُرشد کے روضہ کا طواف کراتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ خلوت بہت اچھی چیز ہے۔ بیابانوں اور جنگلوں میں رہنے سے جمعیّت قلب حاصل ہوتی ہے۔

وفات روز سہ شنبہ ۱۷ ماہ ذوالحج ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۸ء عہد شاہجہان میں بمقام لاہور ہوئی۔ صُوبیدار لاہور قاضی افضل تھا۔ آپ کا مقبرہ شالامار باغ اور مقبرہ حضرت مادھو لال حسینؒ کے درمیان قبرستان شاہ عبد الغنیؒ میں نشیبی اطراف میں واقع ہے۔ شمس العلماء خان بہادر سیّد محمّد لطیف اپنی انگریزی تالیف "ہسٹری آف لاہور" میں لکھتا ہے کہ آپ کا مقبرہ شہزادہ داراشکوہؒ نے تعمیر کرایا تھا۔ جس پر نہایت عمدہ اور نفیس نیلی کاشی کاری تھی۔ امتدادِ زمانہ سے اس کے نقوش مٹ چکے ہیں۔ جانب شرق کافی وسیع

اور پختہ احاطہ ہے۔ پر فضا جگہ ہے۔ مقبرہ کی طرز تعمیر حضرت میاں میرؒ کے روضۂ عالیہ کی طرح ہے۔ جانب مغرب محراب مسجد ہے۔ اب اندرون مقبرہ سبز ٹائیلیں لگائی گئی ہیں۔ نیز مقبرہ کے اردگرد چاروں اطراف میں لکڑی اور شیشے کے بہترین چوکھٹ بنا کر بھی لگائے گئے ہیں۔

حضرت شیخ غیاث قادریؒ

حضرت میاں میرؒ کے خادم تھے اور آپنے ان کی صحبت سے کماحقہٗ استفادہ کیا تھا۔ زہد و تقویٰ میں مقامات بلند پر فائز تھے۔

سنہ ۱۰۵۰ھ مطابق سنہ ۱۶۴۱ء میں عہد شاہجہان میں وفات پائی۔ صحیح تاریخ کا تعین نہیں ہو سکا۔ سنہ ۱۶۴۱ء میں صوبیدار لاہور معتمد خاں تھا۔

حضرت حاجی سلیمان ثانیؒ قادری

آپ کا شمار بھی حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے خدام میں ہوتا ہے۔ عابد اور متقی بزرگ تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں یکتائے زمانہ تھے۔

قبر حضرت میاں ننّھا المعروف بہ حضرت ننّھے شاہؒ دیوان قادری کے پاس ہے۔ جو کہ قبرستان عوام الناس میں واقع ہے۔

حضرت میاں نور محمد قادریؒ

حضرت میاں نور محمد قادری کا شمار بھی حضرت میاں میرؒ کے خدّام میں ہے۔ صاحب "سکینۃ الاولیا" لکھتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ کے وصال سے قبل آپ اُن کی خدمت کے لئے ان کے ہمراہ رہے۔ پیر و مرشد کی ان پر خصوصی توجّہ تھی اور بوقت وصال حضرت

میاں میرؒ نے چند ایک تبرکات شہزادہ داراشکوہ کو دینے کے لیے آپ کے پاس ہی رکھے تھے۔ جو انہوں نے بوقت ملاقات شہزادہ کے حوالے کر دیئے تھے۔ اور بہت سی باتیں بطور وصیت فرمائی تھیں۔ جو قیام سرہند میں بیماری کے دوران حضور پاکؒ اور حضرت خضر علیہ السلام سے عنایت ہوئی تھیں اور جس سے آپ کو صحت ہوئی تھی۔ ان تبرکات میں ایک سیپ کی کشتی تھی۔ جو حضور غوثؒ پاک نے عنایت فرمائی تھی۔ وفات لاہور میں ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔

حضرت حاجی سیّد عبدالرحمانؒ قادری

آپ نے حضرت میاں میرؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ صحیح النسب سادات کرام سے تھے۔ چودہ سال مرشد پاک کی خدمتِ اقدس میں رہے۔ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ شہزادہ داراشکوہؒ سے آپ کی کئی دفعہ ملاقات ہوئی۔ حضرت میاں میرؒ آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ جنگلوں اور بیابانوں میں ریاضات و مجاہدات کے لیے جانے سے قبل کھانا کھا کر جانا چاہیئے۔ کیونکہ خالی پیٹ عبادت کرنا درست نہیں۔ حج کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ شاعر بھی تھے۔ چند ایک اشعار ملاحظہ ہوں۔

چیست انسان یکے طلسم عجیب   درجہان و درونِ او دوجہان
چیست پیش ہمہ نگو دیدن   چیست دانش خفا بر حفظ لسان
چیست عرفاں بہ عجز خود اقرار   پس فنا در بقائے حضرت آں

حضرت حاجی پراچہؒ قادری

حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے خادم خاص تھے۔ ہر وقت آپکی خدمتِ اقدس میں رہتے تھے۔ نہایت نیک نفس اور پاکباز بزرگ تھے۔

بعد از وفات لاہور میں دفن ہوئے۔

حضرت میاں محمد شریف قادریؒ

حضرت میاں میرؒ کے مرید تھے۔ ان کو اور حضرت مُلّا عیسیٰؒ سیالکوٹی کو آنجناب نے ایک ہی دن مشغولِ ذکر و فکر کیا تھا۔ صاحب تجرید و تفرید، گوشہ نشین اور عزلت گزیں تھے۔ یہ دونوں اصحاب ایک ہی جگہ عبادت کرتے تھے۔ ایک ہی جگہ رہتے اور اکٹھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جس وقت شہزادہ داراشکوہ اپنی کتاب "سکینۃ الاولیا" لکھ رہے تھے اس وقت آپ قلعہ روہتاس میں گوشہ نشین تھے اور ریاضت و مجاہدات میں مصروف تھے۔

حضرت میاں محمد مرادؒ قادری

آپ حضرت میرک شیخ محمدؒ لاہوری کے استاد تھے۔ والد کرم مفتی ملّا عبدالسلام لاہوری تھے۔ جب حضرت میاں میرؒ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی تو جو کچھ پاس تھا۔ سب فقیروں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ نیز مُفتی کا عہدہ بھی چھوڑ دیا۔ گوشہ نشینی میں بیٹھ گئے۔ اپنے آپ کو ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف کر لیا اور بدرجہ کمال ترک و تجرید اختیار کر لی۔ ہر وقت حافظ شیرازی کے اشعار زبان پر رہتے۔ فرمایا۔ کہ ایک دن حضرت میاں میرؒ نے پان کھا کر پھینکا تو میں نے اٹھا کر کھا لیا۔ جس سے میری حالت بدل گئی۔ اور پھر دُنیا چھوڑ کر اپنے مکان کے اندر گوشہ نشین ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے پیر و مُرشد چند سال تک صرف ایک سانس میں رات گزار دیتے تھے۔ اور جب اُن کی عمر ۸۰ سال کی ہوئی تو چار سانس لے کر شب بسری کرتے تھے۔

وفات لاہور میں اپنے ہی مکان میں ہوئی جو کہ اندرون شہر لاہور واقع تھا۔

حضرت مُلّا فتح محمد قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ بالا پیر قادری لاہور کے مُرید ارجمند تھے۔

حضرت سیّد احمدؒ بنوری قادری

سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ نے بھی حضرت میاں میرؒ قادری سے شرفِ بیعت حاصل کیا تھا۔

حضرت مُلّا خواجہ کلاں قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی پر مکمل طور پر حاوی تھے۔ مضافاتِ لاہور کے رہنے والے تھے۔ صاحب خوارق وکرامات بزرگ تھے جن دنوں لاہور میں طاعون کی وبا پھیلی۔ تو آپ نے ایک سال قبل ہی اس وبا کی پیش گوئی فرما دی تھی کہ ہر شخص پر لازم ہے کہ ستّر ہزار مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ورد کرے۔ جو ایسا کرے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ وہ اور اس کے اہل وعیال اس سے محفوظ رہیں گے۔ آپ کو کشفِ قبور بھی حاصل تھا۔ حضرت میاں میرؒ کے وصال سے قبل ہی آپ وفات پاکر لاہور میں دفن ہوئے۔

حضرت میاں حاجی محمدؒ نبیانی قادری

سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں میرؒ سے بیعت تھے۔ حضرت عباسؓ کی اولاد سے تھے۔ فقر اور تجرید سے واقفیّت تامہ رکھتے تھے۔ نیز سفر بہت کرتے تھے۔ سپاہیانہ لباس زیب تن رکھتے تھے۔ شہزادہ دارا شکوہؒ لکھتا ہے کہ میرے پیر و مُرشد حضرت ملّا شاہ بدخشانیؒ اُن کی بہت تعریف کرتے تھے۔ شہزادہ نے بذاتِ خود ان سے ملاقات کرکے حضرت میاں میرؒ کے بہت سے

حالات تحریر کئے۔ حج الحرمین الشریفین سے بھی مستفید ہوئے۔ ایک تکیہ جس کا سہارا لے کر حضرت میاں میرؒ نے سات سال ذکرِ الٰہی میں گزارے تھے۔ وہ انہوں نے میاں حاجی محمدؒ کو عطا کر دیا تھا۔ جو انہوں نے شہزادہ دارا شکوہؒ کو دے دیا تھا۔

آپ پیر و مرشد کے اقوال اور وہ اشعار جو وہ پڑھا کرتے تھے۔ اِن کو خوب یاد تھے۔ شاعر بھی تھے اور نقائی تخلص تھا۔

نمونہ کلام۔

صد شکر کہ از عشقت مردودِ جہاں گشتم　　ناموس چکار آید مارا سوائے محبت را
دیوانۂ عشق تو، تنہا ست زغیر تو　　ذوقیست بہ تنہائی تنہائے محبت را

آپ حضرت میاں میرؒ کے اصحاب کبار میں سے تھے۔ نہایت پُرتکلف لباس پہنتے تھے۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جس وقت میں عالم تجرید میں تھا۔ تو میرے تن کی گودڑی پارہ پارہ ہوگئی تو راہ چلتے لوگ میرے پاؤں میں گرنے لگے اور ہاتھ چومنے لگے۔ اتفاقاً حضرت میاں میرؒ اس طرف سے گزرے تو آپ نے یہ حالت دیکھ کر اس سے منع فرمایا کہ اچھا لباس پہنا کرو۔ آپ نے حضرت میاں میرؒ کی وفات پر ایک غزل بھی لکھی تھی۔

وفات ہفتم ماہ رمضان المبارک بروز سہ شنبہ ۱۰۵۴ھ مطابق ۱۶۴۵ء عہدِ شاہجہان میں ہوئی۔ اس وقت لاہور میں گورنر قلیچ خاں تھا۔

حضرت میاں میرؒ کے روضۂ عالیہ کے باہر چار دیواری حضرت نتھے شاہؒ دیوان قادری میں مدفون ہیں۔ غزل کے چند اشعار جو آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت میاں میرؒ کے وصال پُرملال پر کہے تھے۔

شبے کہ از غم آں غمگسار می گویم　　چو ابر نعرہ زناں، زار زار می گویم
بسانِ ابر گہے گریہ گہ فغاں دارم　　بحالِ زارِ خودم، ابر دار می گویم
غم تو، از دلِ پُرخون نمی رود، چہ کنم!　　من از غم تو، چو ابر بہار می گویم

بیادِ شمع جمال تو، بی تو شمع صفت گہی بدامن وگہ بر کنار می گویم

قرار و صبر رفت، از دلِ شکستۂ من بہ آہ و نالہ دل، بیقرار می گویم

بگفت ناصحم، این گریہ ات چراست ببیں! بگفتمش، کہ من از عشق یار می گویم

تقایٔ از غمِ آں ماہِ خوش لقا مُردم من از دو دیدۂ خونبار زار می گویم

حضرت خواجہ محمد شریفؒ قادری

حضرت میاں میرؒ قادری کی ہمشیرہ حضرت بی بی جمال خاتونؒ کے صاحبزادے تھے۔ جب حضرت میاں میرؒ کا وصال ہو گیا تو شہزادہ دارا شکوہؒ نے ان کو سیستان سے بلوا کر درگاہِ عالیہ حضرت میاں میرؒ کا سجادہ نشین مقرر کیا اور تمام عمارات، دیہہ اور جاگیر متعلقہ وغیرہ مُعلّیٰ ان کو تفویض کیں۔ ان کے دو صاحب زادے (۱) شیخ نور علی، (۲) مہدی شاہ تھے۔ موجودہ خاندان میاں میرؒ کے آپ مورثِ اعلیٰ تھے۔

وفات ۱۰۵۴ھ مطابق ۱۶۴۵ء عہد شاہجہان میں ہوئی۔ اس وقت لاہور کا صوبیدار نواب قلیچ خاں تھا۔ قبر خواجہ محمد شریفؒ قادری درگاہِ مُعلّیٰ کے زینہ سے اُتر کر مغرب کی جانب واقع ہے:

حضرت شیخ عبدالواحدؒ قادری

آپ حضرت میاں میرؒ قادری کے مُرید تھے اور ان کے قدیم یاروں میں سے تھے۔ پورے اکیس سال آپ کی خدمتِ اقدس میں رہے۔ صاحب ورع و تقویٰ، صدق و صفا کی کان اور عارفِ کامل تھے۔ ریاضات اور مجاہدات میں طاق تھے۔ ایک دفعہ جب شہزادہ داراشکوہؒ قادری آپ سے مِلا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے پیر و مُرشد حضرت میاں میرؒ کے رُوبرو جب بھی تمہارا نام (داراشکوہ) لیا جاتا۔ تو آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ اور حاضرین کو فرماتے

کہ ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ کیونکہ اُسے بڑی بھاری مشکلات کا سامنا ہے۔ پھر فرمایا۔ لاہور سے اکبر آباد جاؤ اور ان کی (داراشکوہ) صُورت دیکھ کر اس صُورت کا مراقبہ کرو۔ چالیس روز وہاں قیام کرنا اور حفظ وسلامتی کے لیے دُعا کرنا۔ ان اسماء کو پڑھنا۔ شہزادے کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالواحدؒ قادری نے وہ اسماء مجھے بتلا دیئے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہمارے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے کہ فلاں شخص کا تصوّر کر کے متوجّہ ہو کر بیٹھا کرو۔ وُہ اپنے پیر و مرشد کے فیضان کی بے پناہ تعریف و توصیف بیان کرتے تھے۔ حضرت میاں حاجی محمدؒ بنیانی کے قرابتدار تھے۔

وفات بروز سہ شنبہ ماہ محرّم ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۷ء عہد شہاب الدین شاہجہان بادشاہ دہلی لاہور میں ہوئی۔ اس وقت صُوبیدار لاہور نواب قلیچ خاں تھا۔

حضرت شیخ محمدؒ لاہوری

سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ نے حضرت میاں میرؒ سے شرفِ بیعت حاصل کیا تھا۔ جو آپ پر نہایت مہربان تھے۔ حضرت صاحبؒ کا معمول تھا کہ جو کھانا آتا۔ وہ اس کے گھر بھیج دیتے تھے۔ کیونکہ آپ کو اس کی عیالداری کا احساس تھا۔ جب شہزادہ داراشکوہؒ قادری کتاب "سکینۃ الاولیاء" کے لئے لاہور سے مواد اکٹھا کر رہا تھا تو آپ نے اس کو اپنے پیر و مرشد کی بے شمار کرامات بتائی تھیں۔ اوائل میں لاہور کے ایک مدرسہ میں معلّم تھے۔ مصنّف "سکینۃ الاولیاء" لکھتا ہے۔ کہ ان کے استاد اخوند میرک شیخ اور آپ ایک ہی جگہ مفتی عبدالسلام لاہوری سے درس [illegible] تے۔ اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے حامل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اولیائے [illegible]ین میں میرے مُرشد پاک سے زیادہ کوئی صاحب علم نہیں ہے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے

وفات ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۷ء عہد شاہجہان میں ہوئی۔ اس وقت لاہور کا صوبیدار نواب قلیچ خاں تھا۔

حضرت مسکین شاہ امری قادری

آپ کا اسم گرامی عنایت اللہ لقب شاہ امری تھا۔ جب لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں میرؒ کی شہرت سُن کر انکی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت سے مشرّف ہوتے۔ شمس العلماء سیّد محمد لطیف مصنّف "ہسٹری آف لاہور" لکھتے ہے کہ آپ گوشہ نشین اور عزلت گزین بزرگ تھے اور کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ آپ کی گزران کس طرح ہوتی ہے۔ جب انہوں نے حضرت میاں میرؒ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ میرا مرید مسکین ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ہی رزق بہم پہنچاتا ہے۔ رزقِ حلال کے حصول کے لیے آپ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ جس جگہ آپ کا مقبرہ موجودہ شکل میں ہے وُہ آپ کی اراضی تھی۔ آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔

وفات ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۸ء عہد شاہجہان میں ہوئی اور صُوبیدار لاہور قاضی افضل تھا۔ آپ کا روضہ لاہور چھاؤنی میں برلب سڑک واقع ہے۔ جو شہزادہ داراشکوہؒ نے بنوایا تھا۔

حضرت مُلّا سعید خانؒ قادری

حضرت مُلّا تقریباً پچاس سال تک حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں رہے اور انہیں سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ "سکینۃ الاولیاء" میں شہزادہ داراشکوہؒ نے آپ کی زبانی بے شمار کرامات و خوارق حضرت میاں میرؒ قادری بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک کرامت اس طرح ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں میرؒ ایک دفعہ شہر سے باہر ایک پرانے خالی مکان میں پندرہ روز تک مشغولِ عبادت رہے۔ پھر وہاں سے جانے لگے تو قریبی کنوئیں کے پاس ایک سقے کا گھر تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ آپ یہاں سے تشریف لے

جانے لگے ہیں تو اس نے دریافت کیا کہ آپ یہاں سے کیوں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں سکونِ قلب نصیب نہیں۔ اُس شخص نے کہا۔ کل کچھ لوگ شادی کے سلسلے میں یہاں آئے تھے اور وہ رات بھر کھیل تماشہ میں مشغول رہے۔ اس لیے آپ نے ایسا محسوس کیا۔ آپ صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ سے بھی ان کا خاص تعلق تھا۔ اور اُن کے ساتھ کئی سال کشمیر میں رہے۔

حضرت شیخ عبدالحقؒ مجذوب قادری

آپ کو بھی حضرت میاں میرؒ کے مریدین میں سے بتایا جاتا ہے۔ آپ مجذوب تھے اور سارے شہر میں مجذوبانہ طور پر پھرا کرتے تھے۔ تقریباً بدن پر کپڑے نہ ہوتے تھے۔ ایک دن آپ سردی کے موسم میں بدھو کے آوا واقع موجودہ گرینڈ ٹرنک روڈ بالمقابل انجینئرنگ یونیورسٹی چلے گئے۔ تاکہ سردی سے بچاؤ ہو جائے۔ ملازمین آوا نے ٹھٹھا مذاق اور استہزا کیا۔ اور وہاں سے نکال دیا۔ اِدھر خدا کی قدرت سے اینٹیں پکنی بند ہو گئیں۔ اور سُرخ ہونے کو نہ آتی تھیں اس آوے کا مالک بدھو ولد سدھو کمہار تھا۔ جو امرائے دربار کے ٹھیکے لیتا تھا۔ جب اس کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو وہ اس مجذوب کی تلاش میں نکلا اور بالآخر اس کو پا لیا۔ نیز اس کی بڑی منت سماجت کی۔ خدمت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اینٹیں تو سرخ نہ ہوں گی۔ مگر مہنگے بھاؤ بک جائیں گے۔ انہی ایام میں شالامار باغ زیرِ تعمیر تھا۔ تو اس کی یہ تمام اینٹیں بنیادوں میں بھری گئیں۔

وفات ۱۰۸۲ھ مطابق ۱۶۷۱ء عہدِ اورنگ زیب عالمگیر میں ہوئی تو اس کا مقبرہ بدھو نے بنوایا۔ جو اب مسمار ہو گیا ہے مگر قبر ایک بلند و بالا چبوترے پر نہر اپر باری دوآب کے کنارے ریلوے کی کوٹھیوں میں گالف گراؤنڈ کے نزدیک واقع ہے۔ کوٹھی نمبر ۱۰۴ ہے۔ محکمہ ریلوے نے اس قبر کے اردگرد لوہے کا جنگلہ لگوا دیا ہے۔

حضرت مُلّا عبد الغفور قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے باکمال اصحاب میں سے تھے اور مجاہدات و ریاضات میں یگانہ روزگار تھے۔ لاہور میں درس و تدریس کے مشاغل میں مصروف تھے کہ حضرت میاں میرؒ کی بزرگی کی شہرت سُن کر ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرفِ بیعت سے سرفراز ہوئے۔ میاں حاجی محمدؒ بنیانی روایت کرتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ کسی سے نذر نیاز قبول نہ فرماتے تھے۔ گزران مشکل ہو گئی تو ایک دن میرے پاس آئے اور تمام کیفیت سے آگاہ کیا۔ میں اُن کو اپنے پیر و مُرشد کی خدمتِ اقدس میں لے گیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کے لئے دعائے خیر کی۔ آخری عمر میں آپ لاہور سے باہر چلے گئے تھے۔ اور وہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کی تبلیغ و اشاعت میں باقی عُمر بسر کی۔

آپ حضرت میاں میرؒ کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے۔ مزار اقدس کلانور اکبری ضلع گورداس پور (بھارت) میں ہے۔

حضرت مبارک حسینؒ خوانی

آپ حضرت میاں میرؒ کے مرید صادق تھے۔ جب شہزادہ داراشکوہ قادری لاہورؒ میں اپنی تالیف "سکینۃ الاولیا" کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں لاہور آیا تو ان سے بھی ملاقات کی۔ اس نے شہزادہ سے اپنے پیر و مُرشد حضرت میاں میرؒ کی کئی ایک کرامات کا تذکرہ کیا جو اس نے اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔

حضرت شاہ بُرہان بخاریؒ لاہوری

آپ کی ولادت ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں ہوئی۔ بخارا کے سادات خاندان سے

تعلق رکھتے تھے۔ آپ حضرت میاں میرؒ قادری کے معاصر تھے اور اُنکی مجالس میں برابر نشست فرماتے تھے۔ نواب سعد اللہ خاں جب ڈرہ یتیمی کی حالت میں لاہور آیا تھا۔ تو آپ نے ہی اسے حضرت مُلّا خواجہ بہاری قادری کے سپرد کیا تھا۔ جنہوں نے نواب صاحب کی تربیت کا انتظام کیا تھا۔ قدیم تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ بہاریؒ قادری کے حکم سے جھنگ چلے گئے تھے۔ جہاں تبلیغ وارشاد میں مشغول رہے۔ لکھا ہے کہ بچپن اور جوانی آپ نے لاہور ہی میں بسر کی تھی۔

وفات آپ کی ۱۰۶۱ھ مطابق ۱۶۵۱ء میں چنیوٹ میں ہوئی۔ بیرون دہلی دروازہ لاہور سرکلر روڈ پہ بھی آپ کی قبر بتائی جاتی ہے۔ شاہجہان بادشاہ کا زمانہ تھا اور صوبیدار قاضی افضل تھا۔

حضرت شاہ جمال نوری قادریؒ

لکھا ہے کہ جب آپ حضرت میاں میرؒ کی خدمت عالیہ میں پہنچے تو انہوں نے آپ کو اپنے ایک مرید حضرت شاہ ابو سعیدؒ معصوم قادری کے حوالے شغل و اشغال میں مصروف کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جنہوں نے آپ کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرائیں۔ نسبی طور پر آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی اولاد امجاد سے بتائے جاتے ہیں۔ جب لاہور آئے تو حضرت محمد اسماعیلؒ سہروردی المعروف میاں وڈا کے درس میں شریک ہوئے۔ جب آپ نے تمام علوم و فنون میں کمال حاصل کر لیا۔ تو ایک روایت کے مطابق حضرت میاں میرؒ قادری نے آپ کو گوجرانوالہ کی خلافت تفویض کی۔ چنانچہ آپ نے وہاں جا کر سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

وفات ۱۰۶۱ھ مطابق ۱۶۵۱ء میں گوجرانوالہ میں ہوئی۔ یہ شاہجہان کا عہد حکومت تھا اور صوبیدار لاہور قاضی افضل تھا۔ مزار اقدس بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ ہے۔

حضرت شیخ احمد سنامیؒ قادری

آپ حضرت میاں میرؒ کے قدیمی ارادت مندوں اور مریدوں میں سے تھے۔ قصبہ سنام کے رہنے والے تھے۔ علوم باطنی کی تعلیم و تربیت ان ہی کی زیرنگرانی ہوئی۔ اکثر اوقات جنگلوں اور پہاڑوں میں گزارتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ میل جول سے اجتناب کرتے تھے۔ حضرت شیخ احمدؒ دہلوی آپ کے بہت معتقد تھے۔ اور یہ دونوں اکٹھے رہتے تھے۔ لباس میں کرتا اور لنگی زیب تن کرتے تھے۔ اور رومال باندھتے تھے۔ بڑھاپے میں بھی پیدل چلتے تھے۔ جب پہاڑوں میں جاتے تو بیس چالیس دن تک غاروں میں عبادت کرتے رہتے تھے۔ حالانکہ اُن کے پاس خوراک کا کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا۔

وفات ۱۰۵۹ھ مطابق ۱۶۵۰ء بروز جمعہ گیارہ ماہ شعبان ہوئی۔ عہد شاہجہانی تھا صوبیدار لاہور قاضی افضل تھا۔

حضرت شیخ احمدؒ دہلوی

آپ حضرت شیخ احمدؒ سنامی کے دوست اور حضرت میاں میرؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت یافتہ تھے۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ صاحب ریاضت و مجاہدہ بزرگ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ اور علمِ تصوّف کے ماہر تھے کتاب "فصوص الحکم" مصنفہ شیخ محی الدین ابن عربی اور "فتوحات مکیہ" کا درس دیتے تھے شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے کہ فصوص الحکم کے کچھ حصّے اس نے ان سے پڑھے تھے۔ تیراندازی میں کامل اور طبابت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ سیر و سیاحت کا بہت شوق رکھتے تھے۔ کبھی اپنے وطن دہلی چلے جاتے تھے۔ اور کبھی کانگڑہ کے پہاڑوں کی سیر کرتے رہتے تھے۔

حضرت میاں ابوالعالیؒ قادری

آپ نے حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عبادت و ریاضت میں مقام حاصل کر لیا۔ بصرہ کے رہنے والے تھے جہاں ان کے والد قاضی تھے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ پھر لاہور آکر حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں رہ کر فیض یاب ہوئے۔ ملامتی طریقہ رکھتے تھے حالانکہ حضرت میاں میرؒ کے طریقے میں اور کسی مرید نے یہ طریقہ نہیں اپنایا۔ شہزادہ داراشکوہؒ سے بھی انکی ملاقات تھی۔ اور اس نے ان کو اس طریقہ سے منع فرمایا تھا۔ انہوں نے مثنوی مولانا روم کے چند شعروں کی شرح لکھی تھی جو صاحب "سکینۃ الاولیا" نے اپنی تصنیف میں درج کی ہے۔ حضرت ملا شاہؒ بدخشانی ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔

مثنوی مولانا روم کے چند اشعار کی شرح جو آپ نے کی۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے پیش خدمت ہے۔

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد　　　　وآنکہ بی روزیست روزش دیر شد

(مچھلی ہر وقت دریا میں ہوتی ہے۔ مگر دریا کی حالت کا اسے کچھ علم نہیں ہوتا۔)

صوفی ابن الوقت باشد در مثال　　　　لیک صافی فارغست، از ماہ و سال

(اگر صوفی وقت اور حال کی پیروی کرتا ہے۔ تو وہ ابن الوقت ہے اور اگر وہ دو جہاں سے مستغنی ہے۔ تو وہ صوفی ہے۔)

حضرت مُلّا شاہ بدخشانی رح

شہزادہ محمد داراشکوہ قادری پسر شہاب الدین شاہجہان صاحبقراں کے مُرشد پاک اسم گرامی شاہ محمد، کُنیت حضرت اخوند، لقب لسان اللہ تھا۔ والد ماجد کا نام مُلّا عبدی تھا۔ آپ کی ولادت قصبہ ارکسان مِن مضافات اُوستاق نزد بدخشاں ہوئی۔ اوائل عُمر سے ہی آپکی طبیعت تصوّف کی طرف مائل تھی۔ اس لیے وطن چھوڑ کر کسی مُرشدِ کامل کی تلاش میں سرزمین کشمیر پہنچے۔ تین سال کے قیام کے بعد چُونکہ آپ کی تلاش پوری نہ ہو سکی تھی۔ اس لیے ہندوستان پہنچے اور مدینۃ الاولیاء لاہور کے راستے آگرہ پہنچے۔ جب وہاں بھی آپ کی جستجو پوری نہ ہوئی تو کسی شخص کے بتانے پر کہ لاہور میں ایک مردِ کامل ہے ۱۶۱۴ء میں لاہور تشریف لے آئے اور حضرت میاں میر قادری رح کے حلقۂ ارادت و عقیدت میں داخل ہوئے۔ آپ نے تمام زندگی اپنے پیر و مُرشد حضرت میاں میر رح کی طرح حالتِ تجرّد میں گزاری۔ چونکہ آپ سرد ملک کے رہنے والے تھے۔ اس لیے مرشدِ پاک کے فرمان کے مطابق گرمیاں کشمیر بسر کرتے اور سردیوں میں لاہور اپنے پیر و مرشد کی خدمتِ اقدس میں گزارتے۔ آپ نے سخت مجاہدات و ریاضات میں زندگی بسر کی۔ آخری عمر میں کشمیر جانا ترک کر دیا اور شب و روز اپنے پیر و مُرشد کی خدمتِ اقدس میں رہنے لگے۔ جس مکان میں آپ کی رہائش تھی۔ وہاں سادگی کا یہ منظر تھا کہ ساری عُمر چراغ تک نہ جلایا اور تمام وقت حضرت اقدس رح کے ساتھ عبادت و ریاضت

میں گزارا۔ بہت کم سوتے تھے۔ اور گھنٹوں حبسِ دم کی مشق کرتے۔ صاحب کشف و کرامات تھے اور علوم معرفت و حقیقت میں شہرۂ آفاق۔ آنجناب نے تمام عمر اپنے مکان میں چراغ نہ جلایا۔ نہ چولہے میں آگ جلائی۔ نہ کھانا پکایا اور نہ ہی کوئی خادم رکھا۔ صرف ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی اور حضرت میاں میرؒ کے تمام مریدین میں ممتاز ہوئے۔ سات برس تک ہر رات ایک سانس میں گزاری اور حبسِ دم سے ذکرِ خفی میں مشغول رہے۔ عشا کا وضو نماز فجر تک بفضلہٖ تعالےٰ قائم رہتا۔ ولایت کشمیر میں یہ بات مشہور تھی کہ جو بدعتی آپ کے سامنے سے گزر جاتا۔ اُسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور چاروں خلفائے راشدین نظر آجاتے۔

حضرت مُلّا شاہؒ کو جب کسی بادشاہ امیر یا وزیر کے آنے کی اطلاع ہوتی تو عصا ہاتھ میں لے کر خیابان میں سیر کرنے چلے جاتے۔ اس طرح آپ بادشاہ کی تعظیم میں کھڑے ہونے سے بچ جاتے اور جب دیکھتے کہ بادشاہ جانے کی تیاری کر رہا ہے تو پہلے ہی اُٹھ کر اِدھر اُدھر ٹہلنا شروع کر دیتے۔

آنکھ مبارک نا آشنائے خواب رہی۔ کبھی غسل ضروری کی ضرورت پیش نہ آئی۔ فرمایا کرتے تھے کہ احتلام نیند میں ہوتا ہے اور جنابت عورت کے قرب سے اور میں نیند اور عورت سے پاک ہوں۔ اس لئے غسل ضروری کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

شاہجہان آپ سے کشمیر میں ملا تھا۔ کیونکہ اس کو آپ کے خلاف بہت بھڑکایا گیا تھا۔ مگر جب وُہ آپ کے خیالات سے مستفید ہوا تو قتل کرنے سے درگذر کیا۔ اس واقعہ پر حضرت میاں میرؒ نے بھی آپ کی سفارش کی تھی کہ مُلّا وحدت الوجودی ہے، کافر نہیں۔

جن ایّام میں آپ کشمیر میں تھے تو آپ نے علی الاعلان سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفائے راشدین کی مدح و توصیف بیان کرنی شروع کر دی۔ جس سے شیعہ حضرات آپ سے سخت برافروختہ ہوئے۔ جہاں تک کہ مقابلہ تک نوبت پہنچی۔ مگر آپ کے خیالات سُن کر وُہ تائب ہوئے۔

آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم، خلفائے راشدین، اصحابِ کبار اور غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رح کی زیارت نصیب ہوئی۔ اِس سعادت عظمیٰ کے حصول کے بعد آپکے بے شمار دوست مسلک اہل سنت والجماعت سے منسلک ہو گئے۔

حضرت مُلّا شاہ رح بدخشانی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضرت پیران پیر سیّد عبدالقادر جیلانی رح کا معتقد ہوں۔ کیا ان کو میری حالت کا علم نہیں۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ برہنہ سر ایک لق و دق صحرا میں کھڑے ہیں۔ اتنے میں حضور غوث پاک رض تشریف لائے۔ اور ایک سفید دستار دی اور فرمایا کہ میں تمہاری کیفیت سے واقف ہوں۔ اور تمہارے ننگے سر سے بھی۔ جب صبح ہوئی تو حضرت شاہ ابو المعالی رح کا ایک خادم آیا اور کہا کہ آپ کو حضرت شاہ رح صاحب قبلہ یاد کرتے ہیں۔ حضرت مُلّا شاہ رح فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت شاہ ابو المعالی رح نے مجھے ایک سفید دستار عطا کی اور فرمایا کہ یہ وہی دستار ہے جو آج رات کو حضرت غوث الاعظم رض نے آپ کو عطا کی تھی۔

بحیثیت شاعر آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کو موحدانہ اور عارفانہ اشعار کہنے کا بہت شوق تھا اور اس میں ملکہ رکھتے تھے۔ شہزادہ داراشکوہ قادری نے اپنی تصنیف لطیف "سکینۃ الاولیا" میں آپ کا بہت سا کلام نقل کیا ہے۔ ان کے دیوان میں حمد، نعت منقبت، مثنویات، رباعیات اور مکتوبات بھی ہیں۔ شاہ تخلص کرتے تھے۔ آپکی غزلیں مسلک وحدت الوجود، اعلیٰ تخیل اور علوئے فکر کی آئینہ دار ہیں۔ مجموعہ کلام حقائق و معارف سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت مُلّا شاہ رح کے دیوان کے قلمی نسخے برٹش میوزیم لنڈن، خدا بخش لائبریری بانکی پور پٹنہ (بھارت) وغیرہ میں موجود ہیں!

نمونہ کلام

آں کیست کہ در راہِ ولایت شاہست   شاہِ ہمہ اولیائے آں درگاہ است

اللہ و رسولِ غوث گفتش قدماکٔ   قولَ رَتَبَ کُلِّ وَلِیّ اللہ است

گفتم توحید راہ و گشتی درتاب   درتاب نہ ورتاب کہ اینت دُرناب
ظاہر شود و یا زہما نجا غایب   موج دریا ، زذاتِ دریا ، دریاب

آں یوسفِ مہ جمال، در ہر جہ نیست   بر تخت کسے تا ننشند ، شہ نیست
در دستِ تصرّفستابے حق درذکر   راہے کہ بمنزل نرساند ، رہ نیست

مصنّف " فرحت الناظرین " حضرت مُلّا شاہ بدخشی کے عنوان سے لکھتا ہے ۔

" از خلفای قدوۂ عرفان شیخ میر قادری قدس سرہٗ بود شعارِ عارفانہ داشت و اشعارِ موحدانہ می گُفت و دائم منبسط بود ، دارا شکوہ اعتقادِ مفرطی باد داشتہ ، ملّا یک چند پیش از انتقال پیر روشن ضمیر زمستان بہ لاہور و تابستان بہ کشمیری گذرانید ، بعد ازاں بموجب اشارہ آں رہنمایان سرگشتگان وادیٔ طلب در کشمیر رفت اقامت انداخت و باعانت نواب بیگم صاحب و دارا شکوہ عمارات عالیہ طرح نمود ، فردوس آشیانی (شاہجہان) یک بار بہ منزل روتشریف بردہ بودند "

زیارتِ نبی اکرمؐ بحالتِ بیداری

محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ نے کتاب " ہفتاد الاولیاءؒ " کے حوالے سے اپنی تالیف " زیارت نبیؐ بحالتِ بیداری " میں تحریر کیا ہے کہ حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ نے بحالتِ بیداری تاجدارِ مدینہ سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زیارت کی ہے اور آپ اپنے مریدین کو حضورِ رسالت مآبؐ ۔ حضرت غوث الثقلین سید عبد القادرؒ

جیلانی اور دیگر اصحاب کبار کی زیارت کرا دیتے تھے۔ مصنف کتاب مذکور مزید لکھتا ہے کہ
حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری المتوفی سنہ ۱۰۶۳ھ عہد شاہجہانی کے ساتھ بھی ایسی ہی کیفیت ہوئی تھی۔
شہزادہ داراشکوہؒ قادری آپ کو بادشاہوں کا جائے پناہ اور ذوالنونؒ ثانی
کہتے تھے۔ کیونکہ آپ اس کے مرشد پاک تھے۔

نعت شریف

حضرت مُلّا شاہ بدخشانی نور اللہ مرقدہٗ
(از قلمی نسخہ ملکیتی پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)

یقین است در قلب اہل جہاں
یقین را کہ ماند است در آسماں
یقین است آں اوی خیر البشرؐ
یکی لیلۃ البدرہ با یکد کرہ
یقین است معراج خیر الانام
علیہ السلام و علیہ السلام

(مُلّا شاہ بدخشانیؒ)

نعت شریف

سلوک اوّل آمد بدست نبی — طریقت بود نام صبح شبی
چو پا در طریقت برہ یار شد — بدست طریقت گرفتار شد
چناں گشت اورا طریقت تمام — بہ تخت حقیقت نشیند مدام
بہ تخت حقیقت نشید لیسی — نہ پایاں رسد بازہ بالا رسی

ندیدی اگر روی آن ماہ را　　نمانہ بصُبح وبشارت قضا
صلوٰتِ خدا دیدہ باشد تمام　　علیہ الصّلوٰت علیہ السلام

نعت شریف

کل معرفت راہمین بوی کرد　　بآن کل روی براوی کرد
کلابش بود عطر فقرِ تمام　　علیہ السّلام و علیہ السّلام

نعت شریف

سلام علی نام خیر الانام　　من و نام آن یک علیہ السّلام
من و نام یک آفتابِ یقین　　من و نام یک آسمان و زمین
من و نام آن نامی پاک دل　　کہ خورشید از نام او شد خجل
دراں دم کہ او زاد از مادرش　　شد از آسمان نام پیغمبرش
فلک خانہ را خانہ سنت کند　　فلک خانہ را چاہ نخشب کند
شہم از بلاغت شود اختتام　　علیہ الصّلوٰت و علیہ السّلام

(حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی ثمّ لاہوری)

(خلیفۂ اعظم حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری لاہوری)

آپکی بہت سی تصنیفات و تالیفات ہیں۔جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

١ تفسیرِ مُلّا شاہؒ میں قرآن مجید کے چند پاروں کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ اس میں سورت فاتحہ، سُورت بقرہ، سُورت آل عمران اور سُورت یوسف علیہ السلام کی تفسیر ہے۔ یہ سنہ ١٠٤٦ء

میں تحریر کی گئی۔

دوسری جلد منظومات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل رسائل ہیں۔

۲ رسالہ بسم اللہ۔

۳ رسالہ حمد و نعت و منقبت۔

۴ رسالہ یوسف زلیخا

۵ رسالہ ہوش

۶ رُقعات

۷ دیوانِ اوّل

۸ رسالہ تعریفات، خانقاہات و باغات و منازل کشمیر

۹ رسالہ شاہیہ

۱۰ دیوان دوم

۱۱ شرح رباعیات۔

۱۲ قصائد عربی

۱۳ رسالہ نسبت۔

۱۴ رسالہ مرشد

۱۵ رسالہ دلولہ

۱۶ رسالہ دیوانہ

آپ وحدت الوجودی تھے اور آپکے مریدین بھی یہی خیال رکھتے تھے۔ شیخ ولی المشہور ولی ارم شاہان چغتائیہ کا منصب چھوڑ کر آپکی خدمت میں آگیا۔ یہ لوگ علانیہ ہمہ اوست کے قائل تھے اس موضوع پر دیوان ملّا شاہؒ۔ دیوان داراشکوہؒ اور دیوان ولی ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب کو اس بات کا علم تھا کہ داراشکوہ آپ کا مرید ہے۔ اور آپ اس

سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اسی بنا پر جب وہ داراشکوہ کو قتل کر کے ہندوستان کے تخت پر بیٹھا تو آپ کو دہلی طلب کیا گیا۔ گورنر کشمیر نے بادشاہ کو لکھا کہ آپ سفر کے قابل نہیں ہیں اور یہ اشعار لکھے ہیں۔ جو ارسال کر رہا ہوں ؎

صحنِ دلِ من چو گلِ خورشید شگفت
کامد حق و غبارِ باطل را رفت
تاریخ جلوس شاہِ حق آگہ را
"ظلِ الحق"۔ گفت الحق ایں راحق گفت

اس پر بادشاہ نے آپ کو دارالخلافہ بلانے کا حکم منسوخ کر دیا اور لاہور میں مستقل اقامت گزینی کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ آپ مستقلاً لاہور تشریف لے آئے۔

آپ کا وصال ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۲ء عہد اورنگ زیب میں ہوا تھا۔ گورنر لاہور نواب خلیل اللہ خاں تھا۔ اس سال اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے بھائی شہزادہ مراد کو قتل کیا تھا۔ مرقد منور اس احاطہ چار دیواری میں ہے۔ جو شہزادہ داراشکوہ نے نہایت محبت و عقیدت سے تعمیر کرایا تھا۔ چار دیواری حضرت میاں میرؒ کے مقبرہ کی چار دیواری کی طرح تھی، جس کا شمالی دروازہ آج تک محفوظ ہے۔ کسی زمانہ میں یہ جگہ عالم گنج کے نام سے مشہور تھی۔ رنجیت سنگھ نے اپنے عہد جبر و استبداد میں اس مقبرہ کا تمام سنگ مرمر، سنگِ سرخ اور دیگر قیمتی پتھر اُتار کر رام باغ امرتسر کی تعمیر کے لیے بھیج دیا تھا۔ موضع میاں میر ایک پختہ چار دیواری سے محصور تھا۔ جو دراصل باغ "ملا شاہ" تھا۔ اس باغ کو مہدی شاہ ولد خواجہ محمد شریف ابن حضرت بی بی جمالؒ خاتون اور سجادہ نشین درگاہ حضرت میاں میرؒ نے ایک گاؤں کی شکل میں منتقل کر دیا تھا۔ باغ کے چار گوشوں پر چار گنبد تھے۔ بقول مولوی نور احمد چشتی مصنف "تحقیقات چشتی"، پہلا گنبد رمضان گوجر کے مکان میں جنوبی طرف آگیا ہے۔ مغرب کا گنبد چوہدری عطا محمد۔ مشرقی گنبد سید اصغر علی شاہ کے مکان میں اور شمالی گنبد سید ظفر علی شاہ کے مکان میں آچکا ہے۔ چار دیواری کا ارتفاع ۱/۲ ۴ گز تھا۔ طول ۱۲۰ گز اور

عرض بھی ۱۲۰ گز تھا۔ چاروں گوشوں پر چار بُرجیاں کلاں بھی تھیں۔ شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ اور حضرت مُلّا شاہ عالم گنج اور دارا پور کے گردونواح میں مدفون ہیں۔ مگر اب ان دونوں مقامات کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

نیز اِن دو قدیم آبادیوں کے پاس غیاث پورہ، دارا پورہ، ہاشم پورہ، جوگی پورہ، محلّہ خواتی پورہ، خیر پورہ اور دھرم پورہ وغیرہ بھی تھے۔ خیر پورہ اور دھرم پورہ عہد اکبر میں آباد ہوتے تھے۔

وہ باغ جو شہزادہ داراشکوہ نے بنوایا تھا۔ اس کی چار دیواری بھی اور اس کے چاروں کونوں پر بُرجیاں تھیں۔ ان میں اب بھی ایک برجی موجود ہے۔ جو بالکل شالامار باغ کی چار دیواری کے اُوپر کی برجیوں کی مانند ہے اور اس باغ کے درمیان میں آپ کا دو منزلہ روضہ تھا۔ مقبرہ سنگ مرمر، سنگ ابری، سنگ مُوسیٰ، سنگِ سُرخ اور دوسرے قیمتی پتھروں سے مزیّن تھا۔ جو سکھ گردی کا شکار ہو گئے۔

قطعہ تاریخ وصال اس طرح ہے۔

شہ محمد کہ عارفِ حق بود
عالم و عامل و خدا آگاہ
گفت سالِ وصال او سرور
کہ عجب قطبِ وقت مُلّا شاہؒ

حضرت
مُلّا شاہ بدخشانیؒ
کے مُریدینؒ

حضرت میاں میرؒ کے خلفاء اور مریدین کے بعد آپ کے خلفاء میں سب سے زیادہ مُرید آنجناب کے مُرید ارشد حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ کے ہیں۔ جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے۔ یہ سب اصحاب مصنف "سکینۃ الاولیا" سے قریبی رابطہ رکھتے تھے۔

شہزادہ دارشکوہؒ قادری

حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت عطا فرمائی تھی۔ مزید تفصیل اس کتاب میں دوسری جگہ دی گئی ہے۔ اس نے "سفینۃ الاولیاء" اور "سکینۃ الاولیا" لکھ کر ابدی مقام حاصل کر لیا ہے۔ اس کی ہمشیرہ شہزادی جہاں آرا بیگم اس کو "صاحب باطن وظاہر" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں

شہزادہ داراشکوہؒ اور اس کی ہمشیرہ جہاں آرا بیگم سلسلہ عالیہ قادریہ میں چغتائی بادشاہوں اور شہزادوں میں سب سے پہلے بیعت یافتہ ہیں۔ "سکینۃ الاولیا" میں آپ کو رابعہ عصرؒ، فاطمہ و مریم وقت، عارفہ عابدہ اور واصلہ کاملہ تحریر کیا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے آپ کی

تالیف "صاحبیہ" کا ملاحظہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ شہزادی اپنی تصنیف "صاحبیہ" میں لکھتی ہے۔ "مجھے زندگی میں سکون کی تلاش تھی۔ جب میں نے آپ کے متعلق سُنا تو کئی مرتبہ بیعت کی خواہش کا اظہار کیا۔ مگر آپ نے التفات نہ فرمائی۔ بالاخر میں خود حاضرِ خدمت ہوئی تو آپ نے شرفِ بیعت سے سرفراز فرمایا اور مجھے وظیفہ کرنے کے لیے دیا۔" حضرت مُلّا شاہؒ نے آپ کے نام دو عریضے تحریر کئے تھے۔ جس میں شہزادی کو آپ نے تلقین کی تھی کہ اپنے عزیز بھائی (داراشکوہؒ) کی قدر کرو۔ اگر اس کا وجود شریف نہ ہوتا تو یہ سعادت تمہیں نصیب نہ ہوتی۔ شہزادی بھی ان کو خط لکھا کرتی تھی۔ شہزادی کو حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ سے بھی بے پناہ عقیدت تھی اور اس بزرگ پر اس نے ایک کتاب بنام "مُونس الارواح" تحریر کی تھی۔ شہزادی حافظِ قرآن بھی تھی اور شاعرہ بھی تھی۔

شہزادی جہاں آرا بیگم اپنی تالیف لطیف "صاحبیہ" میں لکھتی ہے کہ۔

"مجھے میرے بھائی داراشکوہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مشغول کیا اور میرے مُرشد کی تنبیہہ اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین اور دوسرے اولیائے کرام کے تصوّر کا طریق میرے دل نشین کیا۔ چنانچہ میں نے ایک رات اپنے گھر کی مسجد میں نصف شب کے بعد نمازِ تہجد ادا کی۔ اور ایک گوشے میں قبلہ رُو ہو کر بیٹھ گئی اور توجہ مبذول کی۔ اس اثنا میں مسجد پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ جو نہ بیداری تھی اور نہ خواب۔ میں نے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مقدس دیکھی۔ جس میں صحابہ کرام اور اولیائے کبار شریک تھے۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی ایک جماعت آنحضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہے۔ حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی بھی اس مجلس میں شریک ہیں اور انہوں نے اپنا سر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں پر رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے مُلّا شاہؒ تو نے تیموری چراغ روشن کر دیا۔ اپنے پیر و مُرشد (حضرت

ملّا شاہؒ کی برکت سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بزرگانِ دین کی مجلس دیکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زبان سے کلام سُنا۔"

شہزادی مزید لکھتی ہے کہ

"امیر تیمور کی نسل سے صرف ہم دو بھائی بہن اس سعادت سے مشرف ہوئے ہیں۔ ہمارے اسلاف میں سے کوئی بھی خدا طلبی اور حق گوئی کی راہ پر گامزن نہیں ہوا۔"

جب اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے باپ شاہجہان کو قلعے میں قید کر لیا تو شہزادی اپنے والد کے پاس ہی رہی۔ اور بعد از وفات دہلی میں حضرت نظام الدینؒ اولیاء کی پائینتی میں دفن ہوئی۔

ملّا محمد امین کاشمیریؒ

آپ کے پیر و مرشد آپ کو فضلائے شہر میں شمار کرتے تھے۔ بہترین خطاط تھے اور علوم متداولہ میں مہارت رکھتے تھے۔ ظاہری فضیلت کے ساتھ آپ باطنی فضیلت میں بھی ممتاز تھے۔ درس و تدریس ان کا مشغلہ تھا۔ موزوں طبع رکھتے تھے۔

ملّا عبد النبیؒ

آپ فضلائے شہر میں سے تھے اور اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ سیر کے لیے جایا کرتے تھے۔ حضرت ملّا شاہؒ فرماتے تھے۔ اس نے باطن کو اپنے میں سمو لیا ہے اور اس کا وقت ہمیشہ خوشی میں گزرتا ہے۔

حاجی عبد اللہؒ

آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو شہزادہ دارا شکوہؒ کی التماس پر ذکرِ حق میں مشغول فرمایا تھا

اور آپ لاہور سے کشمیر جا کر آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔

محمد حلیم رح

شہزادی جہاں آرا بیگم نے "صاحبیہ" میں ان تمام مریدوں کے حالات اور صفات بیان کی ہیں والد کا نام گل بیگ بدخشانی تھا حضرت مُلا شاہ آپ کو حقیقی بچوں سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے۔

مندرجہ بالا تمام اصحاب کشمیر میں بھی حضرت مُلا شاہ رح بدخشانی کی خانقاہ میں رہے تھے۔

حضرت مُلا شاہ بدخشانی نے ایک مرتبہ شہزادہ دارا شکوہ رح کو کہا کہ ان خشک مزاج مولویوں اور جاہل زاہدوں نے مجھے اس قدر ستایا کہ میں نے دل میں مصمم ارادہ کیا کہ آئندہ کبھی کسی کو ذکر و شغل میں نہیں ڈالوں گا اور ارشاد و تلقین بند کر دوں گا۔ مگر چونکہ میرے پیر و مرشد حضرت میاں میر رح کا طریقہ نہایت اعلیٰ تھا اس لئے میں یہ جاری رکھوں گا۔ رونا مردوں کا کام نہیں اور اللہ تعالےٰ کا فرمان کہ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ پر عمل کروں گا۔

حضرت میاں میر رح فرماتے تھے کہ میرا چراغ مُلا شاہ رح روشن کریں گے اور وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے چراغ ہیں۔

دیوان امرناتھ تالیف "ظفر نامہ رنجیت سنگھ" میں لکھتا ہے کہ جب دارا شکوہ اپنے بھائی اورنگ زیب کے خوف سے ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے کہا "ترا دولت اُخروی است، چشم بر بند" اور جب اس نے آنکھ بند کی تو اورنگ زیب کو بادشاہ بنے اور خود کو بہشت میں دیکھا۔ دیوان امرناتھ راجہ دیناناتھ وزیر خزانہ رنجیت سنگھ کا بیٹا تھا۔ شاہجہان کہا کرتا تھا کہ ہندوستان میں دو شاہ ہیں۔ ایک شاہجہان اور دوسرا مُلا شاہ رح۔

حضرت میاں میر رح کے جن خلفا، مریدین اور منتسبین کے حالات دستیاب ہوئے۔ وہ بلاکم و کاست تحریر کئے گئے ہیں اور ان کے علاوہ یہ اصحاب بھی آپ کے مُریدین اور خدام کے زمرہ میں آتے ہیں۔

مُلا عبدالجلیل سرہندی، محمد علی ولد شیخ حسین سرہندی، میر عابد، محمد عادل، مُلا حامد نغمہ ساز، مُلا نگین رُستاقی اور خدام میں مُلا محمد علی خوشنویس، بڈھا کلال، عبدالنبی وغیرہ بھی شامل تھے۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ

کے معاصر اولیائے لاہور

آنجنابؒ کی ولادت باسعادت ۱۵۵۰ء میں علاقہ سیوستان (سندھ) میں ہوئی۔ ۱۵۷۵ء میں مدینۃ الاولیاء لاہور تشریف لائے اور ۱۶۳۵ء میں یہاں وصال فرما گئے۔ اس ساٹھ سال کے عرصہ میں مدینۃ الاولیاء لاہور میں بے شمار اولیائے کرام اور صوفیائے عظام اپنے اپنے تفویض کردہ فرائض سرانجام دے رہے تھے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس عہد کے اولیائے عظام اور علمائے کرام کی مسلک کے حساب سے فہرست اس طرح ہے۔

فہرست بزرگانِ لاہور از ۱۵۷۵ء تا ۱۶۳۵ء

بزرگانِ سلسلہ عالیہ قادریہ

۱ حضرت شاہ ابو اسحاق قادریؒ م ۱۵۷۷ء (مزنگ)

۲ حضرت میر میرانؒ گیلانی بن سید مبارک حقانیؒ م ۱۵۷۶ء (میانی)

۳ حضرت سید کامل شاہؒ م ۱۵۹۶ء (بابو صابو)

۴ حضرت شیخ حسین قادریؒ المعروف بہ مادھو لال حسین م ۱۵۹۹ء (باغبانپورہ)

۵ حضرت شاہ شمس الدینؒ قادری م ۱۶۱۲ء (چمبہ ہاؤس لین)

۶ حضرت خیر الدین ابو المعالیؒ کرمانی قادری م ۱۶۱۶ء (گوالمنڈی)۔

۷ حضرت طاہرؒ بندگی قادری م ۱۶۳۰ء (میانی)

۸ حضرت شاہ بلاولؒ قادری م ۱۶۳۶ء (گھوڑے شاہ روڈ نزد باغ راجہ دینا ناتھ)

چشتی بزرگان

۱ حضرت شیخ اسحاقؒ کاکو چشتی م ۱۵۸۸ء (مسجد شہید گنج لنڈا بازار)

۲ حضرت شیخ جان اللہؒ چشتی م ۱۶۳۰ء (نسبت روڈ)

۳ حضرت حاجی شیخ عبدالکریمؒ چشتی م ۱۶۳۵ء (نواں کوٹ)

سہروردی بزرگان

۱ حضرت سید بہاء الدینؒ المعروف بہ گھوڑے شاہ بخاری سہروردی م ۱۵۹۴ء (گھوڑے شاہ روڈ)

۲ حضرت شیخ حسنؒ گنجد گر المعروف بہ حسو تیلی سہروردی م ۱۶۰۳ء (ایبٹ روڈ)

۳ حضرت سید میراں محمدؒ شاہ المعروف بہ موج دریا بخاری سہروردی م ۱۶۰۴ء (ایڈورڈ روڈ)

۴ حضرت سید سلطان جلال الدینؒ حیدر سہروردی م ۱۶۰۷ء (اندرون احاطہ مزارات حضرت بی بی پاکدامناں۔ محمد نگر)

۵ حضرت شیخ شہاب الدینؒ نہرا سہروردی ۱۶۳۱ء بھوگیوال)

۶ حضرت شیخ الاسلام مفتی عبدالسلامؒ سہروردی م ۱۶۴۵ء (کوٹلی مفتیاں اندرون شہر حویلی میاں خاں)

نقشبندی بزرگان

۱ حضرت مُلّا جمال رح تلوی نقشبندی م ۱۵۹۵ء کے بعد

۲ حضرت خواجہ خاوند محمود رح المعروف بہ حضرت ایشان رح نقشبندی م ۱۶۴۲ء (بیگم پورہ)

متفرق بزرگان

۱ حضرت پیر عزیز رحم م ۱۶۱۴ء (میانی)

۲ حضرت شاہ رستم غازی رح م ۱۶۱۵ء (نواں کوٹ ملتان روڈ)

۳ حضرت سیدن رح شاہ ولی م ۱۶۱۷ء (سیدن شاہ ولی آبادی وزیر علی وڈ)

۴ حضرت شاہ ابوالخیر رح بغدادی م ۱۶۵۴ء (گڑھی شاہو)

درج بالا بزرگان لاہور یا بیرون لاہور جن سے آپ کے مراسم یا تعلقات تھے۔ ان کے مختصر حالات زندگی اس طرح ہیں۔ ان بزرگان والاکرام سے آپکی ملاقات ثابت ہے۔

حضرت شیخ شمس الدین رح قادری لاہوری

"شاہجہان ایک دفعہ حضرت شاہ بلاول رح قادری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو صائم الدہر اور شب بیدار بزرگ تھے۔ پھر حضرت میاں میر رح کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے آپ سے حضرت شاہ بلاول رح قادری کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ "میں نے ان کے پیر کو بھی دیکھا ہے۔ جو چار رکعت نماز وہ ادا کرتے تھے۔ وہ بے خطرہ نہیں ہوتی تھی۔ بے خطرہ نماز وہ ہوتی ہے کہ نماز میں اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی خیال نہ آئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ حضرت میاں میر رح آپ کو جانتے تھے"۔

حضرت شاہ بلاول رح قادری لاہوری کے مرشد حضرت شاہ شمس الدین رح قادری مرید حضرت

شیخ ابواسحاق قادری مزنگوی تھے۔ جو حضرت شیخ داود بندگی شیر گڑھی کے خلیفہ تھے۔ نہایت عارف کامل اور جلیل القدر ولی تھے۔ ایک دن حضرت شیخ ابواسحاق قادری دریائے راوی کے کنارے جا رہے تھے کہ حضرت شمس الدین قادری کشتی سے اُترے اور آپ سے ملاقی ہوئے شیخ نے آپ کا ہاتھ محبت سے پکڑا اور کہا کہ میرے ساتھ رہا کرو۔ چنانچہ بعدازاں آپ نے ان سے بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ بعدازاں لاہور میں آپ کی بڑی شہرت حاصل ہوئی اور جہانگیر آپ کا بہت معتقد ہو گیا۔ بلکہ شاہجہان تو اکثر آپ کی زیارت کے لئے آیا کرتا تھا اور اس نے ان ہی کی زبان سے بادشاہی کی خوش خبری پائی۔

مصنّف "تاریخ لاہور" رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ آپ اپنی زندگی میں آزاد طبع اور حالت تجرّد میں رہا کرتے تھے۔

وفات ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۳ء بعہد نورالدین جہانگیر بادشاہ ہوئی۔ اس زمانے میں صوبیدار لاہور نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری تھا۔ مزار چمبہ ہاؤس لین میں واقع ہے۔ مقبرہ آپ کا شاہجہان نے اپنے زمانۂ حکومت میں تعمیر کرایا تھا۔ اردگرد نہایت سنگین چاردیواری ہے اور مسجد بھی ہے۔ کسی زمانہ میں اردگرد ایک بہت بڑا باغ بھی تھا۔ مقبرہ مربع شکل میں ہے اور چاروں طرف چار دروازے ہیں۔ گوشوں کے مینار امتداد زمانہ سے گر چکے ہیں۔

یہ اشعار لکھے ہیں۔

چو شمس ایل زیں جہاں وقت بست
بیار است ایزد بہ تیش بہشت
تحتم تا سیر فرمود سال او
بگفت از سر لطف جانش بہشت

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ قادری لاہوری

"آپ حضرت میاں میرؒ کے ہمعصر تھے اور ان سے نہایت عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔ نیز آپ نے ان سے دینیات کا علم حاصل کیا تھا۔ صاحب "سفینۃ الاولیا" لکھتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص آپ کے لیے تسبیح لایا۔ ملا نعمت اللہؒ اس وقت حاضر تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ تسبیح مجھے ملنی چاہیئے۔ جب مُلّا مذکور جانے لگے تو آپ نے وہ تسبیح اس کو دے دی اور کہا کہ سو مرتبہ دورد شریف پڑھا کرو۔

حضرت خیر الدین ابوالمعالیؒ قادری سید رحمت اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ صحیح النسب کرمانی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ ولادت ۱۵۵۳ء میں ہوئی۔ حضرت شیخ داؤدؒ بندگی شیر گڑھی آپ کے چچا تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اُن سے ہی بیعت کی۔ تیس سال ریاضات اور مجاہدات کرنے کے بعد مُرشد نے آپ کو لاہور کی خلافت تفویض کی تو آپ لاہور چلے آئے اس وقت آپکی عمر ۱۵ سال تھی اور اس جگہ قیام کیا۔ جس کو پیروں کا محلّہ (موجودہ گوالمنڈی) کہا جاتا تھا۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ سے آپ کا عشق و محبت انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور ہر وقت اس میں مستغرق رہتے تھے۔ آپکی یہ کرامات بیان کی جاتی ہیں کہ جس روز کوئی شخص آپکے دستِ حق پرست پر بیعت کرتا۔ اس کو اس رات حضور غوث پاکؒ کی زیارت ہو جاتی

حضرت شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی آپ کی بے انتہا عزت کرتے تھے اور جب لاہور تشریف لاتے تھے تو آپ کی خدمت اقدس میں کئی کئی دن بسر کر دیتے تھے۔ حضرت محدثؒ دہلوی نے "فتوح الغیب" تصنیف حضرت سید عبدالقادرؒ جیلانی کا ترجمہ آپ کے ہی ارشاد کے مطابق کیا تھا۔ آپ جب دہلی واپس جاتے۔ تو مکتوب لکھ دیتے۔ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جو شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح بھی حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کے حکم کی تعمیل میں ہی لکھی تھی۔

شاہجہان بادشاہ آپ سے بھی لاہور میں مِلا تھا۔

تصنیف وتالیف کا بھی بہت شوق تھا۔ درج ذیل آپ کی تصنیفات ہیں۔

۱ تحفہ قادریہ	۲ دیوان غربتی	۳ رسالہ گلدستہ باغِ ارم
۴ رسالہ مُونس جان	۵ زعفران زار	۶ رسالہ غوثیہ
۷ حُلیہ سرورِ دوعالم	۸ ملفوظات شاہ ابو المعالی قادری	

شاعر بھی تھے۔ دیوان غُربتی آپ ہی کا مجموعہ کلام ہے۔

مزید تفصیلات کے لیے میری تصنیف "حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا لاہور سے روحانی تعلق" ملاحظہ فرمائیں۔

ایک روز حضرت مُلا شاہ بدخشانیؒ اور حضرت مُلا نعمت اللہؒ حضرت شاہ ابو المعالیؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص وہاں آیا۔ اور ایک تسبیح پیش کی۔ مُلا نعمت اللہؒ کے دل میں خیال آیا کہ آپ بذریعہ کشف معلوم کر کے وُہ تسبیح مجھے عنایت کر دیں۔ چنانچہ جب ہم رخصت ہونے لگے تو حضرت شاہ ابو المعالیؒ نے وُہ تسبیح مجھے عنایت کر دی اور فرمایا کہ ہر روز سو بار صلوٰۃ پڑھا کرو۔

وفات ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۶ء عہد شہنشاہ جہانگیر میں ہوئی۔ اس زمانے میں صُوبیدار لاہور اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ والد ملکہ نورجہاں تھا۔ مقبرہ آپ نے اپنی حیات میں ہی حضرت غوث الاعظمؓ کے مقبرہ کی مانند تعمیر کرایا تھا۔ جس میں بعد از وصال مدفون ہوئے۔

ایران کا مشہور و معروف شاعر طالب آملی جب لاہور آیا تو آپ کا مرید ہو گیا۔ وہ لکھتا ہے

خوشا لاہور و فیض آب لاہور — بہ طاعت میل شیخ و شاب لاہور

کہ پیر دستگیر و مرشدِ من — یکی قطب از اقطاب لاہور

خدایا زندۂ جاوید دارش — بہ آبِ فقر یعنی آب لاہور

حضرت شاہ بلاولؒ قادری لاہوری

"ایک شخص نے حضرت شاہ بلاولؒ سے کہا کہ آپ حضرت میاں میرؒ کی بڑی تعریف کیا کرتے ہیں۔ مگر وہ آپ کے متعلق صرف یہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ صالح مرد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت میاں میرؒ نے اس ایک جامع لفظ سے میری تعریف کر دی ہے۔ جو ایک ہزار الفاظ سے بھی بھاری ہے۔" صاحب "سفینۃ الاولیا" نے لکھا ہے کہ میں حضرت شاہ بلاولؒ کی خدمت میں حاضری دے چکا ہوں۔

"بادشاہنامہ" مُلا عبدالحمید لاہوری میں لکھا ہے کہ جب شاہجہان ۱۶۲۸ء میں لاہور آیا۔ تو قلعہ شاہی میں اقامت گزیں ہوا۔ یہ ۷ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ ۱۵ رمضان المبارک کو حضرت جنت مکانی شہنشاہ جہانگیر کے مقبرہ کی زیارت کی اور دس ہزار روپیہ وہاں غربا اور مساکین میں خیرات کیا۔ پھر حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دُعا کے لئے ملتمس ہوا پھر ۱۹ رمضان المبارک کو حضرت شاہ بلاولؒ قادری کی خدمت میں حاضری دی اور دو ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا جو آپ نے درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ "تحقیقاتِ چشتی" میں مولوی نور احمد چشتی تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شاہجہان کچھ رقم لے کر حضرت میاں میرؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور نذرانہ پیش کرنا چاہا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ پھر بادشاہ حضرت شاہ بلاولؒ قادری کی خانقاہ میں پہنچا اور نذرانہ پیش کیا۔ جو آپ نے قبول فرمالیا اور خادم مطبخ کے حوالے کر دیا کہ مسافروں اور درویشوں پر خرچ کیا جائے۔ بادشاہ پھر دوبارہ حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور تمام معاملہ گوش گذار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میری مثال ایک کم آب جوہڑ کی ہے اور حضرت شاہ بلاولؒ کی دریا کی۔ اس میں اگر کچھ نجاست پڑ جائے تو پلید نہیں ہوتا اور جوہڑ پلید ہو جاتا ہے۔ شہنشاہ بہت خوش ہوا اور قلعہ واپس آکر سجدۂ شکرانہ ادا کیا کہ میری مملکت میں ایسے پاک باز اور پاک نفس لوگ موجود ہیں۔ جو رضائے الٰہی کے علاوہ

کچھ نہیں جانتے۔ جہانگیر نے آپ سے خانِ اعظم کوکلتاش کے ساتھ لاہور میں ملاقات کی تھی اور پھر آپ کی تعریف کی تھی کہ آپ حسن کلام اور اطوارِ مشائخ کبار میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں

حضرت شاہ بلاولؒ بن سید عثمان بن سید عیسیٰ قادری کے متعلق مصنّف "محبوب الواصلین" لکھتا ہے کہ آپکے آباؤ اجداد عہد ہمایونی میں ہرات سے ہندوستان آئے تھے۔ جو شیخو پورہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ وہیں آپ تولّد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور آ گئے اور حضرت شمس الدینؒ قادری خلیفہ حضرت شاہ ابو اسحاقؒ قادری مزنگوی سے قادری سلسلہ میں بیعت کرلی۔

شہر سے باہر دریائے راوی کے کنارے (کوٹ خواجہ سعید) آپ نے ایک خانقاہ بنا رکھی تھی۔ جہاں ہر وقت کھانا تیار رہتا تھا۔ اور خانقاہ میں آنے والا ہر شخص اپنی حاجت کے مطابق کھانا کھاتا تھا۔ جو لوگ زیارت کے لئے آتے۔ ان کے لیے سردی اور گرمی کے موسم میں عمدہ کھانے پیش کئے جاتے۔ ساتھ ہی باغ اور سیرگاہ تھی۔ جہاں یہ لوگ مٹر گشت کیا کرتے نیز جب وُہ لوگ واپس جاتے تو ان کو روٹیاں، مٹھائی، موسمی میوے، منقّہ، بادام، کوزے کی مصری، پودینہ وغیرہ بطور تبرّک ساتھ لے جانے کے لیے دیئے جاتے۔ خانقاہ کے ساتھ ایک عالیشان مسجد بھی۔ جہاں نماز پڑھنے کا اہتمام تھا۔

حضرت خواجہ خاوند محمودؒ المعروف حضرت ایشان نقشبندی لاہوری بھی آپکی خانقاہ میں آتے تھے اور کچھ عرصہ آپسے تبادلہ خیال کرتے رہتے۔ آپ کی فرمائش پر مُلّا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی نے حضرت غوث الاعظمؒ کی تصنیف "غنیۃ الطالبین" کا فارسی ترجمہ کیا تھا۔

آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

زندگی مقصود بہ بندگیست
زندگی بے بندگی شرمندگیست

آپکی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور سفارش چاہتا تو آپ

رُقعہ لکھ دیتے۔ کسی نے ایک دفعہ سوال کیا کہ حاکم تو آپ کا واقف نہیں۔ آپ رقعہ کیونکر لکھ دیتے ہیں۔ فرمایا اگر حاکم نے رقعہ کی قدر کی تو بہتر۔ وگرنہ سائل تو ناراض نہ ہوگا۔ ایک دفعہ آپ نے آصف جاہ وزیر اعظم کے نام رقعہ لکھا۔ جو آصف جاہ کو کشمیر ملا تو اس نے سائل سے چالیس ہزار روپیہ کا مطالبہ چھوڑ دیا اور آپ کے رقعہ کی وجہ سے بھاری رقم سے درگذر کیا۔

وفات ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۷ء بعہد شاہجہان ہوئی۔ اس وقت صوبیدار لاہور نواب وزیر خاں تھا۔ موجودہ صورت میں آپ کی قبر گھوڑے شاہ روڈ پر واقع مسجد کے قریب ایک قبرستان میں ہے۔ پہلی قبر آپ کی خانقاہ میں ہی بنی تھی۔ عہد سکھاں میں دریا میں سیلاب آ جانے کے باعث آپ کی لاش کے صندوق کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے فقیر عزیزالدین و فقیر نورالدین نے موجودہ جگہ پر منتقل کر دیا۔ یہ قبرستان باغ راجہ دینا ناتھ سے ذرا آگے اسی جانب سنگھ پورہ بھوگیوال جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ اب آپ کی قبر کے ارد گرد ایک معمولی چاردیواری ہے۔ مصنف "تحقیقات چشتی" نے کتاب "محبوب الواصلین" کے حوالے سے آپ کی بہت سی کرامات درج کی ہیں۔ شہزادہ دارا شکوہ آپ کے متعلق لکھتا ہے۔

"این فقیر یک مرتبہ بخدمت ایشان رسیدہ آثار ریاضت و مجاہدات بسیار از بشرۂ شیخ ظاہری شُد"

حضرت خواجہ خاوند محمودؒ

المعروف بہ حضرت ایشان نقشبندی لاہوری

"آپ حضرت میاں میرؒ قادری کی بہت عزّت کرتے تھے اور اُن سے مسئلہ وحدت الوجود پر اکثر خط و کتابت رہتی تھی"

آپ کی ولادت باسعادت بخارا میں ہوئی اور وہیں مدرسہ سلطانی میں تعلیم حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر تھی کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور چودہ برس کی عمر میں تمام علوم میں یگانۂ آفاق ہو گئے

آپکے اسلاف کا شجرہ نسب حضرت خواجہ علاء الدینؒ عطار خلیفہ حضرت سید بہاؤ الدینؒ نقشبندی تک ملتا ہے۔ والد مکرم میر سید شریف بن خواجہ ضیاء تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی تکمیل کے لیئے ملک سے نکلے۔ کابل پہنچے۔ بیعت آپ کی حضرت خواجہ ابو اسحاقؒ سفید نقشبندی سے تھی۔ چنانچہ آپ بخارا، سمرقند، ہرات، کابل سے ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے۔ راستے میں بے شمار لوگ آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ کشمیر میں آپ نواب عبدالرحمٰن کے ہاں مقیم رہے اور وہاں ایک نہایت شاندار وسیع و عریض خانقاہ تعمیر کی۔ اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ مزید تفصیل کے لیے میری تالیف "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" ملاحظہ فرمائیں۔

شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے آپ کشمیر سے دارالخلافہ اکبر آباد چلے گئے اور پھر جب بادشاہ کشمیر آیا تو آپ بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ ۱۶۲۷ء میں جب جہانگیر کا انتقال ہوا تو آپ بھی لاہور اس کی لاش کے ہمراہ آئے اور لاہور میں بھی آپ نے ایک نہایت عالیشان خانقاہ تعمیر کرائی۔ شاہجہان کے ساتھ آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے جس نے آپ کی خانقاہ اور دینی مدرسہ کے لئے فراخ دلی سے معاونت کی۔

حضرت ایشانؒ اپنے ہمعصر لاہوری بزرگ حضرت شاہ بلاولؒ قادری کی خانقاہ میں بھی جاتے تھے

وفات ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۳ء میں بمقام لاہور ہوئی اور اپنی ہی بنا کردہ خانقاہ واقع بیگم پورہ میں مقبرہ میں دفن ہوئے۔ یہ شاہجہان کا عہد حکومت تھا اور صوبیدار لاہور سعید خاں بہادر ظفر جنگ تھا۔ کہتے ہیں کہ ان ایّام میں شاہجہان لاہور میں موجود تھا۔ اس لئے آپ کی تجہیز و تکفین کے لئے میراں سید جلال الدین صدر الصدور کو بھیجا تھا۔ جو آپ کے جنازے کے ہمراہ تھا۔ آپ کا مقبرہ لاہور کے عظیم مقابر میں شمار ہوتا ہے۔ سکھوں کے عہد حکومت میں اس مقبرہ کو بہت نقصان پہنچایا گیا۔ نیز مسجد بیگم شاہی کو بھی رہائش گاہ میں تبدیل کر لیا گیا۔ خانقاہ کا وجود ہی مٹا دیا گیا۔ غرضیکہ اتنا نقصان کیا گیا کہ ناظمانِ لاہور کے قابلِ دید مقامات بھی تباہ و

برباد کر دیئے گئے اور یہ سخہ گردی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

مدینۃ الاولیاء لاہور کے بزرگان کے علاوہ آپ کے ملک کے دیگر بھی کئی ایک عظیم البرکت علمائے کرام سے تعلقات تھے۔

حضرت شیخ جامی لاہوری رح

"صاحب "سکینۃ الاولیا" ملا سعید خاں کی روایت سے لکھتے ہیں کہ صوفی محمد ناصر درویش جو شیخ محمد زاہد جامی کے خلیفہ تھے اور خود وہ حضرت مخدومی اعظم شیخ حاجی محمد جنوت نی کے خلیفہ تھے۔ بلخ سے ہندوستان آئے اور لاہور میں مستقلاً رہائش اختیار کی۔ انہوں نے اکبر بادشاہ سے ملاقات کی تو بادشاہ نے ان کے ضروری اخراجات کے لیے ایک اشرفی کا روزینہ مقرر کر دیا۔ اس کی تفصیل باب کرامات میں ملاحظہ کریں۔

شمس العلماخان بہادر سید محمد لطیف مصنف "ہسٹری آف لاہور" اور مولوی نور احمد چشتی مصنف "تحقیقات چشتی" نے لکھا ہے کہ مولانا جامی لاہور کے اجل عالم اور نادر الکلام شاعر تھے نمونہ کلام اس طرح ہے۔

ہر کس کہ دل از مدار دُنیا برداشت
عبرت زشمار کار دُنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاؤست ولے
گاؤست کسے کہ بار دُنیا برداشت

آپ کا وصال عہد شاہجہان میں ہوا۔ اور قبرستان میانی میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر اب بھی حضرت شیخ طاہر بندگی کے جوار میں موجود ہے۔

جہانگیر اپنی "توزک" میں لکھتا ہے کہ "شیخ حسین جامی لاہوری نے جو درویش شیرازی کے مرید تھے اور مسند درویشی پر متمکن تھے۔ مجھے لکھا کہ میں نے خواب دیکھی ہے کہ آپ ہندوستان

کے بادشاہ ہوں گے۔ نیز یہ بھی لکھا کہ جب آپ بادشاہ ہو جائیں تو خواجہ زکریا احرار کی تقصیر معاف کر دیں۔ وُہ مزید لکھتا ہے کہ اس بزرگ کی خوابیں سچی ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے میں نے اس کی خانقاہ کے لئے بیس لاکھ درم لنگر کے لیے مقرر کیے"۔

مُلّا محمد ٹھٹھوی رح

مُلّا سعید مرید حضرت میاں میر کہتے ہیں کہ مُلّا محمد ٹھٹھوی جو آصف خاں کا اُستاد تھا۔ تین مرتبہ حضرت میاں میر رح کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے دو مرتبہ اُسے فرمایا۔ مُلّا۔ اب تارک الدنیا ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرو۔ تیسری مرتبہ فرمایا۔ ہم نے تمہاری آزمائش کر لی ہے کہ تم دُنیاوی تعلقات منقطع نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تم کم ہمّت ہو۔ لیکن اتنا کرلو کہ آصف خاں کی صُحبت ترک کر دو۔ کیونکہ اس کی صُحبت سے تم کو نقصان پہنچے گا۔ مگر مُلّا مذکور نے آپکے فرمان کی تعمیل نہ کی۔ اور آصف خاں کے ہمراہ کابل چلا گیا۔ وہاں آصف خاں قتل کر دیا گیا۔

حضرت قاضی محیّ الدین قادری رح کلانوری

آپ حضرت قاضی جلال رح الدین بن حضرت قاضی محمد غوث رح بن حضرت شیخ شمس رح الدین ہراتی بُخاری کے فرزند ارجمند تھے۔ آنجناب کے آباؤ اجداد ہرات سے ٹھٹھہ (سندھ) اور پھر وہاں سے ہندوستان کی طرف آئے۔ ولادت آپکی ٹھٹھہ میں ۹۰۱ھ مطابق ۱۴۹۵ء میں ہوئی مگر اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ٹھٹھہ سے نقل مکانی کر کے براستہ اُوچ شریف لاہور اور بٹالہ ہوتے ہوئے کلانور اکبری میں مستقل اقامت گزینی اختیار فرمائی۔ آپ نے حضرت شاہ بدر دیوان رح گیلانی المتوفی ۱۶۰۹ھ کی بھی زیارت مسانیاں ضلع گورداس پور (بھارت) میں کی تھی اور اُن سے فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔ لاہور میں آپنے حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار پُرانوار پر حاضری دی تھی اور چلّہ کشی کی تھی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت و خلافت اپنے والدِ مکرم سے

حاصل تھی۔ جب آپ لاہور تشریف لاتے تھے تو آپ کی ملاقات حضرت میاں میرؒ سے ہوئی تھی۔ کلانور میں بھی آپ کی ملاقات حضرت مُلّا عبدالغفور قادریؒ خلیفہ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری سے رہتی تھی۔ جب حضرت میاں میرؒ لاہور سے شہنشاہ جہانگیر سے ملاقات کے لیے اکبر آباد گئے تھے تو ایک روایت کے مطابق وُہ آپ سے کلانور میں ملے تھے۔

نیز حضرت میاں میرؒ وہاں اپنے خلیفہ حضرت مُلّا عبدالغفور قادریؒ کلانوری سے بھی ملے تھے اور وہاں قیام فرمایا تھا۔ قاضی صاحب مُوصوف سے جہانگیر، شاہجہان اور داراشکوہؒ نے اپنے قیام کلانور میں اُن سے ملاقات کی تھی اور اُن کے توکل اور بے نیازی دنیا کی بہت تعریف کی تھی۔

حضرت قاضی محیّ الدینؒ قادری پیکرِ نور وہدایت تھے۔ خداوند ذوالجلال والاکرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق ومحبّت میں ہر وقت مخمور رہتے تھے۔ آنجناب کا فیض اپنی حیات میں ہی جاری وساری تھا۔ اللہ کریم نے آپ کو حُسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت سے بھی نوازا تھا۔ زہد و ورع میں لاثانی اور یگانۂ آفاق تھے۔ مجسمۂ خلوص ومحبّت تھے۔ قول وعمل میں مطابقت تھی۔ کوئی سائل آتا تو خالی نہ جاتا۔ آپ نے چوروں کو قطب، رہزنوں کو رہبر اور مسِ خام کو کندن بنا دیا تھا۔ بے شمار کرامات آپ سے مشہور ہیں۔ بڑے جیّد عالم، عارف کامل، فقیہہ، محدّث تھے۔ غرضیکہ آپ جامع کمالات بزرگ تھے اور اس کے ساتھ ہی صاحب کرامات وخوارق ولی تھے۔ علوم ظاہری وباطنی سے آراستہ اور صاحب طریقت وشریعت تھے۔ سلوک ومعرفت میں یگانۂ عصر۔ ترک وتجرید میں شہرہ آفاق، سیادت، شرافت، عبادت و ریاضت میں یگانۂ روزگار اور بے نظیر وبے مثال تھے۔

وفات ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء، بوقت عصر کلانور میں ہوئی۔ یہ عہد شاہجہان تھا اور گورنر لاہور نواب وزیر خاں تھا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ یہ جگہ نہایت پُرفضا تھی اور شہنشاہ اکبر کے تخت اور کرن ندی کے درمیان واقع تھی۔

آپ کے فرزندِ ارجمند کا اسمِ گرامی حضرت شیخ الاولیا ملا محمد قادریؒ المتوفی ۱۶۹۵ء تھا۔ آپ بھی نہایت متدین بزرگ تھے۔ ان کا مزارِ پُر انوار دلیل پور میں ہے۔ جو قصبہ کلانور سے ایک میل کے فاصلے پر جانب جنوب واقع ہے اور وہاں خاندان قاضیاں کی خانقاہ تھی۔

حضرت شیخ عبدالحقؒ محدّث دہلوی

شہزادہ دارا شکوہؒ قادری اپنی تصنیف لطیف "سکینۃ الاولیا" میں تحریر کرتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی کے جہانگیر سے ملکہ نورجہاں کی وجہ سے تعلقات خراب ہو گئے تھے۔ جس پر جہانگیر نے آپ کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ حکم صادر فرمایا کہ حضرت شیخ محدثؒ اور اُن کے فرزند شیخ نورالحقؒ کابل چلے جائیں اور وہاں حکم ثانی کا انتظار کریں۔ نیز میرزا حسام الدین احمد بھی چلے جائیں۔ چنانچہ یہ حضرات بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لئے لاہور پہنچے۔ آپ نے حضرت میاں میرؒ قادری کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ اس ضعیف العمری میں ایسے کٹھن سفر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ چند ایّام لاہور میں ہی ٹھہریں۔ اللہ تعالےٰ بہتر حالات پیدا کرے گا۔ چنانچہ چند دنوں میں ہی اطلاع آگئی کہ بادشاہ کا کشمیر میں انتقال ہو گیا ہے اور اس کی لاش لاہور آرہی ہے۔ اس کے بعد تینوں حضرات واپس دہلی چلے گئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تبلائی جاتی ہے کہ حضرت شیخ محدثؒ کو ایک دفعہ ملکہ نورجہاں نے بلوا بھیجا تو آپ نے معذرت کی اور کہلا بھیجا۔

"فقیر کا بادشاہوں اور بیگمات کے پاس کچھ کام نہیں ہے۔ فقیر کے لائق جو امر ہو کہلا بھیجیں۔ اس کے انجام کے لیے حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔"

یہ واقعہ ۱۶۲۷ء کا ہے "قیام لاہور کے دوران یہ حضرات حضرت میاں میرؒ کی مجالس میں شرکت کر کے فیوض باطنی حاصل کرتے رہے"۔ حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی شیخ سیف الدین کے ہاں ۱۵۵۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد بخارا کے رہنے والے

تھے۔ مُلّا عبدالحمید لاہوریؒ "بادشاہنامہ" میں لکھتے ہیں کہ بیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم متداولہ میں مہارت تامّہ حاصل کرلی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ پھر حج کے لیے تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ کے شیخ عبدالوہابؒ متقی سے بیعت کی اور واپس وطن چلے آئے۔ پھر اپنے درس و تدریس کے سلسلے میں مشغول ہوگئے"۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت آپ نے حضرت مُوسیٰؒ پاک شہید گیلانی ابن حضرت حامدؒ گنج بخش گیلانی اوچی سے کی۔ ان کی شہادت کے بعد آپ نے حضرت شاہ ابوالمعالیؒ قادری لاہوری کو اپنا پیر و مُرشد تسلیم کرلیا اور اکثر دہلی سے لاہور تشریف لاکر کئی کئی دن ان کی خدمت اقدس میں رہا کرتے تھے۔ آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ سے بے پناہ عشق تھا۔

مزید تفصیل کے لیے میری تصنیف "تذکرہ مشائخ قادریہ" اور "حضرت شیخ عبدالحقؒ محدّث دہلوی کا لاہور سے رُوحانی تعلق" کا مطالعہ کریں۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ کا مشغلہ تصنیف و تالیف بھی تھا۔ چنانچہ آپ کی تصنیف کردہ کُتب کی تعداد سو سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ مدارج النبوت، مرج البحرین زبدۃ الآثار، منتخب بہجۃ الاسرار، شرح فتوح الغیب، شرح مشکوٰۃ مصابیح، جذب القلوب الیٰ دیار الحبیب، جامع البرکات، تکمیل الایمان، ذکرِ مُلوک، حُلیہ سیّد المرسلین، اخبار الاخیار وغیرہ ہیں۔

"مکتوبات شیخ عبدالحقؒ" میں حضرت شاہ ابوالمعالیؒ قادری لاہوریؒ کے نام مکتوب نمبر ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱ ہیں

"مراۃ العالم"، مصنفہ بختاور خاں میں بھی آپ کے حالات درج کیے گئے ہیں۔

وفات ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۳ء بمقام دہلی میں بعُمر ۹۴ سال ہوئی۔ مزارِ اقدس حوض شمسی میں بنا۔ نماز جنازہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ نور الحقؒ دہلوی نے پڑھائی۔ تاریخ

وصال "فخر العالم" اور "فخر العلماء" سے نکلتی ہے۔ شاہجہان کا عہدِ حکومت تھا اور گورنر لاہور سعید خان بہادر ظفر جنگ تھا۔

مرزا حسّام الدین احمدؒ دہلوی

آپ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نقشبندی کے مُرید اور خلیفہ ارجمند تھے۔ پیدائش ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۷۱ء قصبہ قندوز، بلاد بدخشاں میں ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی اولاد سے تھے۔ والد کا اسم گرامی قاضی نظام الدین بدخشانی تھا۔ قاضی نظام الدین اپنے فرزند ارجمند حسّام الدین احمد کے ہمراہ جو ابھی بچے تھے۔ ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں ہندوستان آئے اور اکبری دربار کے اراکین میں شامل ہوئے۔ شہنشاہ اکبر اور اس کے وزیر ابوالفضل نے ان کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ جس کا گلہ آپ نے اپنے پیر و مُرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلوی سے کیا۔ جنہوں نے فرمایا کہ وزیر جلد قتل ہو گا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلوی اور خواجہ حسّام الدین احمد کئی دفعہ لاہور تشریف لائے اور اس شہر میں اکٹھے مقیم رہے۔

شہنشاہ جہانگیر نے آپ کو بھی حضرت شیخ عبد الحقؒ محدّث دہلوی اور حضرت شیخ نور الحقؒ دہلوی کے ساتھ ہی ملک بدّر کیا تھا۔ جس کا آگے ذکر ہو چکا ہے۔ آپ بھی لاہور میں حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔

وفات ۱۰۴۳ھ مطابق ۱۶۳۴ء بعہد شاہ جہان میں ہوئی۔ گورنر لاہور نواب وزیر خاں تھا اور امانتاً اکبر آباد میں دفن ہوئے۔ بعد ازاں ان کی لاش دہلی لا کر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مزار اقدس کے قریب اور قدم مبارک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متصل دفن کی گئی

نواب مُلّا سعد اللہ خاں

ایک مرتبہ مُلّا سعد اللہ خاں نے حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض

کیا آپ کا رُویتِ حق کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ ہمارا نفس تو جسمانی صُورت کو دیکھتا ہے لیکن اللہ کریم کی ذاتِ پاک لامکاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک صحیح حدیث ہے کہ جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل بہشت کی پنڈلیوں کا گودا ستر کپڑوں میں سے بھی نظر آجائے گا۔ اور جب نظر کو یہ کمال حاصل ہو جائے گا۔ تو اسی طرح روزِ حشر قوّت بصر ظاہری اور قوت بصیرت قلبی دونوں جمع ہو جائیں گی۔ تو یہ بصارت بصیرت کا کام دیگی اور لطیف کو لطیف کا ادراک ہو سکے گا۔

قیام لاہور میں ملّا سعد اللہ خاں کو حضرت شاہ برہانُ بخاریؒ نے حضرت خواجہ بہاریؒ کے سپرد کیا تھا۔ جنہوں نے آپ کی تربیت کی تھی۔ حضرت شاہؒ صاحب کی قبر بیرون یکی دروازہ لاہور کوچہ پیر بُرہان میں سرکلر روڈ بالمقابل یکّی دروازہ واقع ہے۔

نواب مُلّا سعد اللہ خاں وزیراعظم شاہجہان کو لاہور سے بہت اُنس تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک روایت کے مطابق ملّا سعد اللہ خاں، مُلّا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی اور امام ربانی مجدّد الف ثانیؒ لاہور میں ایک مدرسہ میں ہم سبق رہے ہیں۔ اس کا ابتدائی زمانہ تعلیم لاہور ہی کا ہے اور اس شہر میں انہوں نے مُلّا خواجہ تاسی نامی مشہور و معروف درویش سے علوم ظاہریُ باطنی حاصل کیے تھے۔ اور دہلی دروازے کے اندر مسجد وزیر خاں کے متصل ایک مسجد میں رہا کرتے تھے۔ مُلّا سعد اللہ خاں چنیوٹ کے باشندہ تھے اور اپنی اعلیٰ علمی قابلیت کی بنا پر اس کو شاہجہان کے دربار میں رسائی ہوئی۔ اور پھر اس کا وزیراعظم بنا۔ نواب سعد اللہ خاں نے لاہور میں دو حویلیاں تعمیر کرائی تھیں۔ ایک حویلی میاں خاں اور دوسری پتھر والی حویلی یہ دونوں حویلیاں اندرون موچی دروازہ واقع تھیں۔ جن کا اب وجود تک باقی نہیں رہا۔ دہلی میں مُلّا سعد اللہ خاں نواب آصف خاں کے بچوں کو پڑھایا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں شاہ ایران کے ایک مکتوب کا جواب کسی سے نہ بن پڑھتا تھا۔ تو آپ نے اس کا جواب لکھ کر بادشاہی مہر کے ساتھ ایران بھجوایا۔ جس پر شاہ ایران کا خط آیا کہ جس شخص نے میرے خط کا جواب لکھا ہے

اس کو ہم اپنی سلطنت کا وزیر اعظم مقرر کرتے ہیں۔ پھر تو شاہجہان نے آپ کو بُلا کر ماجرا پوچھا تو مُلّا نے جواب دیا۔ کہ'

شہنشاہ ایران نے اپنے مکتوب میں لکھا تھا کہ تم تو صرف ہندوستان کے بادشاہ ہو تم نے شاہجہان کا لقب کیوں اختیار کیا۔ تو میں نے جواب دیا کہ "جہان" اور "ہند" کے انسٹھ انسٹھ (۵۹) ہند سے ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے ہند کی بجائے 'جہان' کا لقب اختیار کر لیا تو کیا مضائقہ ہے۔ اس پر شاہجہان اس قدر خوش ہوا کہ اس نے اس کو خلعت فاخرہ سے نوازا اور صدر الصدور سلطنت مقرر کیا۔ اور پھر منصب وزیر اعظم تک پہنچا یا۔

آپ کے فرزند حفظ اللہ میاں خاں نے بعد از وفات لاہور میں رہائش اختیار کر لی اور اندرون شہر حویلی میاں خاں میں اقامت اختیار کی جو اس قدر وسیع و عریض تھی کہ اس میں ایک محلہ آباد ہو سکتا تھا۔ نواب میاں خاں نائب وزیر اعظم لاہور کا انتقال ۱۵ سال جلوس عالمگیری ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۳ء میں لاہور میں ہوا۔ اور اپنے باغ واقع موضع بھوگیوال میں دفن ہوا۔ اس باغ کی چار دیواری کے اندر عین وسط میں ایک بارہ دری میں نواب میاں خاں کا مقبرہ ہے اور اس کے شمال میں اندرون باغ دو مساجد ہیں۔ جن کا رُخ ایک دوسرے کے مقابل ہے اور یہ یک جا مساجد برصغیر پاک و ہند میں اپنی وضع کی منفرد ہیں۔ اس مقبرہ اور باغ کو نقصان پہنچانے والے اور اس کا حُسن تباہ کرنے والوں میں مہاراجہ رنجیت سنگھ، راجہ سوچیت سنگھ نواب شیخ امام الدین خاں اور نواب علی رضا خاں قزلباش شامل ہیں۔ چار دیواری باغ کے اندر ایک وسیع تالاب بھی تھا

نواب سعد اللہ خاں کی وفات ۱۰۶۶ھ مطابق ۹۔ اپریل ۱۶۵۶ء ہوئی۔ عہد شاہجہان کا تھا۔ خواجہ معین خاں گورنر لاہور تھا اور آگرہ میں دفن ہوا۔ جہاں اس کا نہایت عالیشان مقبرہ بنا۔

نوٹ: مذکورہ بالا مسجد کے متعلق مصنف "تحقیقات چشتی" لکھتا ہے "بارہ دری

کے غرب کی طرف مسجد پختہ تین گنبد والی اندر مسجد کے تین درجہ میانہ درجہ کی دیوار میں تین محراب چونہ گچ شمال وجنوب میں دو در جن کے بیچ ایک ایک درمحرابی شمالی دیوار میں ایک دریچہ باہر کی طرف ہو بہو اس مسجد کے موافق ایک اور مسجد صورت سے تو اس کو مسجد کہا جاتا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اگر اسے مسجد کہیں تو سجدہ بطرف مشرق ہوتا ہے۔ کیونکہ پشت اس کی مشرق کی اور چہرہ بطرف غرب شکل اس مسجد کی ہو بہو ہم شکل غربی کی اس کے بھی تین گنبد یہ صرف بطور جواب اس مسجد کی خوشنمائی کے واسطے بنی ہے "۔ شاید ہی اس طرح کی مسجد دنیا میں کہیں اور ہو"۔

حضرت شاہ نور الحق قادری دہلوی

آپ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے فرزند ارجمند اور خلیفہ اعظم تھے۔ علوم متداولہ میں اپنے والد ماجد کے شاگرد رشید تھے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ محمد معصوم ابن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت خواجہ احمد سعید نقشبندی مجددی سے بھی فیضان حاصل کیا۔ جب شہنشاہ نور الدین جہانگیر نے اپنے والد ماجد کو دہلی سے ملک بدر کیا تھا۔ تو آپ بھی اپنے والد مکرم کے ہمراہ لاہور آئے تھے۔ اور حضرت میاں میر کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ فقیہہ، محدث، جامع کمالات صوری و معنوی اور فاضل متبحر تھے۔ شاہجہان نے آپ کو اکبر آباد کا قاضی مقرر کیا تھا۔ اور آپ کئی سال تک ان فرائض کی تکمیل کرتے رہے۔ تصنیفات میں شرح صحیح بخاری، شرح صحیح مسلم بہت مشہور رہیں۔ آپ نے کئی ایک تاریخی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

مصنف "مراۃ العالم" نے بھی آپ کے حالات اپنی کتاب میں تحریر کیے ہیں وہ لکھتا ہے "فاضل محدث و عالم متبحر بود، برسی جزو صحیح بخاری شرحی نوشتہ و معضلات (مفصلات) و مشکلات احادیث راحل ساختہ و در تقویت مذہب امام ابو حنیفہ جہد بلیغ نمودہ و در نظم و نثر

وحید زمان بود"

کتاب "مراۃ العالم" مصنف بختاور خان المتوفی ۱۰۹۶ھ مطابق ۱۶۸۵ء کی تصنیف ہے۔

وفات ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۳ء میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر بعمر ۹۰ سال میں ہوئی۔ گورنر لاہور ابراہیم خاں اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ قطعہ تاریخ اس طرح ہے۔

نور حق چوں از عطار ذوالجلال

گشت روشن از جہاں اندر جہاں

رحلتش فیاض آفاق است

نورِ حق نور قطب ۱۰۷۳ھ عالم بخوان

حضرت مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی

حضرت مُلّا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ سیالکوٹ سے تشریف لائے تھے تو آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیتے تھے اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ شہزادہ داراشکوہ اپنی تالیف "سکینۃ الاولیا" میں لکھتا ہے کہ ایک دن مولانا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی حضرت میاں میرؒ کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت میاں میرؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے دو طریقے ہیں پہلا طریقہ جذبہ ہے کہ اللہ کریم بندے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنے واصل کر لیتا ہے دوسرا طریقہ سلوک ہے۔ جس سے مراد ریاضت اور مجاہدہ ہے۔ یعنی کسی بزرگ کی بیعت کر کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے۔ اِس طریقے میں پہلا مقام "ملکوت" ہے۔ جب سالک مجاہدہ کر کے اِس مقام پر پہنچتا ہے۔ تو اُس کا مُرشد جس سے اس نے بیعت کی ہے اُسے جنگلوں اور بیابانوں میں بھیج دیتا ہے کہ وہاں تنہا ریاضت میں مشغول ہو تاکہ مخلوق سے بے تعلق ہو کر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرے۔ اس پر مُلّا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ نے کہا کہ اس طریقے سے نماز با جماعت تو ادا نہیں ہوسکتی۔ آپ نے فرمایا تعجّب ہے کہ تم ایسی بات کہہ رہے ہو مسلمان کے لئے لازم ہے

کہ پہلے نماز کی تحقیق کرے اور حضورِ قلب حاصل کرے۔ تاکہ اس کی نماز درست ہو جائے اور حقیقی نماز اگر ادا نہ ہو تو اس نماز کا کیا فائدہ ہے کہ نماز باجماعت ادا کرلی۔ لیکن حضوری قلب نہ تھا۔ اور اگر حضورِ قلب نصیب ہو تو یہ بے جماعت نماز اس باجماعت نماز سے بہتر ہے اور ہمارے اصحاب جو اِدھر اُدھر جاکر درختوں کے پیچھے یا گوشوں میں مشغولِ ذکر ہوتے ہیں۔ وقتِ مقررہ پر نماز باجماعت میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اس ملاقات کے وقت شاہجہان بھی موجود تھا۔

لاہور میں آپ حضرت مادھو لال حسینؒ قادری سے بھی ملے تھے! ور درخواست کی تھی کہ مجھے اپنے حلقۂ ارادت میں لیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ کیوں مجھے شہر میں رُسوا کرنا چاہتے ہو۔ مُلّا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی اُن کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا ہوں۔ مگر وُہ میری بات نہیں سُنتی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر نام لیتا رہ۔ چند روز کے بعد اس شخص نے آکر اطلاع دی کہ وُہ عورت بے اختیار ہو کر میرے پاس آگئی ہے۔

مصنّف کتاب "عرفان" حضرت فقیر نور محمد سروریؒ قادری ثم کلاچوی لکھتے ہیں کہ جب شاہجہان اور مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ اس حالت میں نہایت استغنار سے مصافحہ فرمایا اور قطعاً متاثر نہ ہوئے۔ مُلّا عبد الحکیمؒ کو سخت تعجّب ہوا اور کہا کہ "آپنے یہ پاؤں کب سے پسار رکھے ہیں"؟ آپ نے فرمایا "جب سے ہم نے دنیا سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ پاؤں پسار دیئے ہیں"۔

مزید تفصیل کے لئے میری تصنیف "مرکزِ علومِ اسلامیہ لاہور اور مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی" کا ضرور مطالعہ کریں۔

آپ کا زمانہ شاہجہان کا تھا اور ۱۶۵۷ء میں گورنر لاہور سیّد عزت خاں تھا۔

وفات ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۷ء میں ہوئی ۔ قطعہ تاریخ وصال اس طرح ہے ۔

چوں عبدالحکیم آں ولی خدا ز دنیائے دوں شد بہ جنت مقیم
ندا شد پئے سال تاریخ او ولی مخزن علم عبدالحکیمؒ

۱۰۶۸ھ

خوارق عادات و کرامات

حضرت میاں میرؒ قادریؒ

یوں تو حضرت میاں میرؒ بالا پیر قادری سے بے شمار کرامات اور خوارق عادات ظہور پذیر ہوئیں۔ مگر آپ اس سلسلہ میں بہت احتیاط اور اجتناب فرماتے تھے اور اکثر یہ مطلع پڑھا کرتے تھے۔

کرامت اولیاء را اضطراب است
(اولیاء کے لیے کرامات اضطراب کا باعث ہیں)

فرمایا کرتے تھے کہ خوارق دو اقسام کے ہوتے ہیں۔

۱- اختیاری

۲ اضطراری

اختیاری کرامات اسمائے الٰہی میں سے کسی اسم کا ورد کرنے سے ظاہر ہوتی ہیں۔ تاکہ حصولِ مراد میں آسانی ہو۔

اضطراری کرامات وُہ ہیں جو اختیاری طور سے کسی شخص سے ظہور پذیر نہ ہوں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوں۔

آپ کرامات کے پوشیدہ رکھنے کی کوشش و سعی فرماتے تھے اور اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

رہا کن ترہات و شطح وطامات خیال نور و اسبابِ کرامات
(ڈھینگ مارنے اور غیر یقینی باتوں کو چھوڑ، نیز نور کے خیال اور کرامات کے اسباب کو ترک کر)
کرامات تو اندر حق پرستی جز این کبر و ریا و عجب و مستی
(حق پرستی میں تیری کرامات تکبر، فریب کاری، عجب اور مستی کے سوا اور کچھ نہیں)
درین ہر چند کان نہ ازباب فقر است ہمہ اسباب استدراج و مکر است
(اس دنیا میں فقر کے سوا جو کچھ بھی ہے۔ وہ سب مکر و ریا کے اسباب ہیں)
ز ابلیس لعین بے سعادت شود پیدا، ہزاران خرق عادت
(بے سعادت ابلیس لعین سے ہزاروں کرامات ظہور پذیر ہو جایا کرتی ہیں)
کرامات تو گر در خود نمائی است تو فرعونی و این دعویٰ خدائی است
(اگر تمہاری کرامات خود نمائی کے لئے ہیں، تو تُو فرعون ہے اور یہ کرامات خدائی کا دعویٰ ہیں)
کسی کو راست با حق آشنائی نیاید ہرگز از دُمی خود نمائی
(جسے حق تعالےٰ مل جائے۔ وہ کبھی خود نمائی نہیں کرتا)
ہر کہ او از کشف خود گوید سخن کشفِ او را کفش کن بر سر بزن
(جو کوئی اپنے کشف کی بات کرتا ہے تو اس کے کشف پر جوتا نکال اور سر پہ مار)
شہزادہ داراشکوہؒ قادری لکھتا ہے کہ میں نے بے شمار لوگوں سے آپ کے خوارق کی باتیں سُنی ہیں۔ مگر جو اصحاب ثقہ مُستند و معتبر ہیں۔ ان ہی کے بیانات کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے اور انہیں کی روایات کو تسلیم کیا گیا ہے۔
ذیل میں آپ کی کرامات کو تحریر کیا جاتا ہے۔
شہزادہ داراشکوہؒ لکھتے ہیں کہ،

(۱)

ایک دفعہ میرے اُستادِ مکرم حضرت اخوند میرک شیخ نے حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس

میں حاضر ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے ایک عریضہ آپ کے نام لکھ کر ان کے سپرد کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے تو انہوں نے کمال مہربانی سے اپنے پاس بٹھا لیا۔ عریضہ میری دستار میں تھا وہ فوری طور پر پیش کرنے کا خیال نہ آیا۔ اسی لمحے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ اثنائے گفتگو حضرت میاں میرؒ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر میری دستار سے رقعہ لے لیا۔ اور شروع سے آخر تک پڑھا۔ حالانکہ آپ اس وقت ضعفِ بصارت کے مرض میں مبتلا تھے۔ پھر فرمایا کہ "ہم نہیں چاہتے تھے کہ کرامت کا اظہار ہو۔ مگر اولیائے کرام سے بشتر کرامات ظہور پذیر ہو جاتی ہیں۔"

(۲)

ایک دفعہ آپ باغ میرزا کامران میں دریا کے کنارے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے پاؤں میں تکلیف تھی۔ شیخ عبدالوحدؒ بنیانی اس وقت آپ کے ساتھ تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں اس وقت آنجناب کے پاؤں دبا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا سانپ چلا آ رہا تھا۔ میں گھبرا گیا۔ آپ نے فرمایا "اس کو آنے دو" جونہی وہ نزدیک آیا۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور سانپ آپ کے حضور بلند ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کچھ کہا۔ جسے میں نہ سمجھ سکا۔ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا "اچھا۔ ایسا ہی سہی۔" وہ سانپ اٹھا اور آپ کے اردگرد تین دفعہ طواف کیا اور چلا گیا۔ میں نے اس کے متعلق استفسار کیا۔ تو فرمایا کہ سانپ کہتا تھا۔ کہ "میں نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ جب آپ کو دیکھوں گا تو آپ کے گرد طواف کروں گا۔" تو جواباً میں نے کہا کہ "اچھا۔ ایسا ہی سہی۔"

(۳)

چونکہ آپ لاہور کے اکثر و بیشتر ایسے مقامات پر عبادت، ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جہاں تنہائی ہو تو ایک دفعہ آپ باغ نواب زین خاں میں مصروف عبادت تھے

اس وقت بھی شیخ عبدالواحدؒ بنیانی ہمراہ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت ایک فاختہ درخت پر بیٹھی چہچہا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا "سنو! کس خوش الحانی سے اپنے پروردگار کے نام کا ورد کر رہی ہے"۔ آپ اس کی چہک سے بڑے مسرور ہو رہے تھے کہ دفعتاً ایک شخص آیا اس کے ہاتھ میں غلیل تھی۔ اس نے فاختہ کے شکار کرنے کے لئے "غلّہ" پھینکا۔ جو فاختہ کو لگا۔ اور وہ درخت کے نیچے گر پڑی اور مر گئی۔ اور وہ فاختہ کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت صاحبؒ نہایت آزردہ ہوئے۔ اور مجھے فرمایا کہ "جاؤ فاختہ کو اٹھا لاؤ"۔ میں مردہ فاختہ کو اٹھا لایا۔ اور آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے اس پر دست مبارک پھیرا۔ تو وہ فوراً زندہ ہو گئی اور اڑ کر درخت پر جا بیٹھی اور پھر اس طرح ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئی اتنے میں وہ شکاری پھر آ گیا اور پھر فاختہ کے شکار کا ارادہ کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اُس سے کہو کہ ایسا نہ کرے۔ مگر وہ نہ مانا اور فاختہ کا شکار کرنے کے لئے غلّہ پھینکا تو وہ غلّہ فاختہ کی بجائے اس کے اپنے ہاتھ پر لگا۔ جس کی درد سے وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ حضرت نے فرمایا کہ جا اور اس کو کہہ دے کہ آئندہ جانوروں کو اس طرح مارنے سے توبہ کرے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ جانوروں کو نہ مارے گا۔ اور اس کی درد جاتی رہی۔

(۴)

ایک دفعہ مُلّا فتح محمد کے والد حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کے پاس ایک روپیہ دامن میں بندھا ہوا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کا خیال رکھنا۔ کوئی اڑا نہ لے۔ اس کا بیان ہے کہ وہاں سے رخصت ہو کر میں سرائے حکیم کے پاس پہنچا تو میں نے محسوس کیا کہ کسی نے روپیہ اُڑا لیا ہے۔ دوسرے دن پھر جب میں سلام و نیاز کے لئے خدمتِ اقدس میں پہنچا تو فرمایا کہ کیا تم اپنا روپیہ کھو بیٹھے ہو۔ جس پر میں حیران ہو گیا کہ کس طرح آپ نے بذریعہ کشف یہ بات معلوم کر لی تھی۔

(۵)

قلعہ کانگڑہ کو فتح کرنے کے لیے بادشاہ نے کئی دفعہ مہمات بھیجیں۔ مگر وہ ناکام لوٹیں اور قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ حضرت کے ایک ارادت مند نے آپ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ لکھ کر دُعا کے لیے درخواست کی۔ آنجناب نے اس وقت اس رقعہ کی پشت پر لکھ کر رُقعہ واپس کر دیا کہ انشاء اللہ تعالےٰ اسی سال فتح ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۶)

میرک حسین خوافی نے شہزادہ داراشکوہؒ کو بتایا کہ جب نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کشمیر کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی ہمراہ تھا۔ دورانِ سفر میرے لاہور کے ایک عزیز کا خط موصول ہوا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا ہے کہ تم لاہور جلد آؤ گے۔ اسی دن بادشاہ نے میرے لاہور جانے کا حکم صادر کر دیا۔ اور میں لاہور پہنچ گیا۔ ابھی میں لاہور پہنچا تھا کہ بادشاہ کا دوسرا حکم موصول ہو گیا کہ تم کو کابل تعینات کر دیا گیا ہے۔ چونکہ میری لاہور میں رہنے کی ابھی خواہش تھی۔ میں حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کو تمام واقعات سے آگاہ کیا۔ فرمایا "مطمئن رہو۔ تم یہیں رہو گے"۔ چنانچہ پھر حکم آگیا کہ ابھی لاہور ہی میں ٹھہرے رہو۔

(۷)

ایک دفعہ لاہور میں طاعون کی وبا پھیلی اور چند سال جاری رہی۔ تو شیخ پیر میرٹھی حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اس وبا کے دفع ہونے کی التماس کی اور کہا کہ توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اٹل قضا میں دُعا تائید نہیں کرتی۔ چنانچہ جب شیخ مذکور نے بذاتِ خود تنہائی میں ایسا کیا تو وہ بے ہوش ہو گئے اور تین دن تک اس طرح پڑے رہے اور اِن ایّام کی نمازیں بھی قضا ہو گئیں ہوش آنے کے بعد آپؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تمام واقعہ بیان کیا تو فرمایا۔ کہ میں نے منع کیا تھا کہ اتنی بیبا کی اچھی نہیں۔

(۸)

ایک شخص فاضل نامی نے اپنے دادا کی زبانی روایت کی ہے کہ ایک رات اس کے کان میں شدید درد تھا۔ جس کی وجہ سے وُہ تمام رات نہ سو سکا۔ اچانک علی الصبح حضرت میاں میرؒ خود تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ مجھے اپنے کان دکھاؤ۔ چنانچہ میں نے کان ان کی طرف کر دیئے۔ آپ نے دیوار سے مٹی کی چٹکی لے کر کان پر چھڑکی۔ جس کی تاثیر سے اُس وقت درد بند ہو گیا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کبھی درد ہوتی ہی نہیں۔

(۹)

شیخ بہوا دہلوی جو بادشاہ کے اُمرا میں سے تھا۔ اس نے ایک شخص کو حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں روانہ کیا اور کہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعا کے لئے التماس کرے کہ وہ خیر و سلامتی کے ساتھ واپس وطن آ جائے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ واپس نہیں آ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور وُہ وہیں انتقال کر دیا۔

(۱۰)

مُلا سعید خاں کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ وُہ (اکبر آباد) آگرہ گیا اور وہاں وُہ ایک خطرناک بیماری میں مُبتلا ہو گیا۔ یہاں تک کہ لاہور میں اس کی فوتیدگی کی خبر مشہور ہو گئی۔ ایک دن حضرت میاں میرؒ نے کسی سے دریافت کیا کہ فلاں شخص کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ وُہ فوت ہو گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ خبر غلط ہے۔ جب میں آگرہ سے لاہور واپس آیا تو آنجنابؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ لوگوں نے لاہور میں تمہاری وفات کی خبر پھیلا دی تھی۔ مگر ہم تو آپ کو وہاں زندہ سلامت دیکھ رہے تھے

(۱۱)

حاجی پراچہؒ جو حضرت میاں میرؒ کے خادموں میں سے تھے۔ نے بیان کیا کہ حضرت کے وصال سے ایک دن قبل آپ کو اجابت ہوئی تو سعز الدین خادم آپ کو بٹھانے کے لئے

آگے بڑھا۔ لیکن اس کا ہاتھ لرز گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا ہاتھ نہیں اور منہ ٹیڑھا ہے۔ کوئی اور آگے آئے۔ حاجی پراچہ بیان کرتے ہیں کہ میں آگے بڑھا اور آپ کو بٹھایا۔ حضرت کے وصال کے چند دن بعد سفر الدین پر فالج گرا۔ اس کا ہاتھ ناکارہ ہو گیا اور منہ ٹیڑھا۔ بالآخر وہ اس بیماری سے وفات پا گیا۔

(۱۲)

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی کسی مجذوب کو برہنہ دیکھ لیتے تو اس کو فرماتے کہ "اپنے آپ کو ڈھک لے" اور وہ خواہ کسی قسم کا مجذوب ہوتا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتا اور کسی سے کپڑا لے کر اپنے آپ کو ڈھانپ لیتا۔

(۱۳)

ایک دن آپ باغ نولکھا میں مشغول عبادت تھے کہ آپ نے اپنے ایک ساتھی مرید کو فرمایا کہ جا اور اس درخت سے پوچھ کہ وہ کیا تسبیح پڑھ رہا ہے۔ جب اس نے درخت کے پاس جا کر دریافت کیا تو درخت یوں ہم کلام ہوا۔ کہ میں "یَانَافِع" کا ورد کر رہا ہوں اس نے مزید کہا کہ وہ درخت سرس کا تھا اور اب تک (عہد اورنگ زیب) باغ نولکھا میں موجود ہے۔

(۱۴)

میاں حاجی محمد بنیانیؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں میرؒ کی زبان مبارک سے سُنا کہ ایک دفعہ چار فقیر اکٹھے سیوستان کے پہاڑی علاقے میں سفر کر رہے تھے۔ اتفاقاً تین دن انہیں کھانے کو کچھ میسّر نہ آسکا۔ وہ اسی سوچ میں تھے کہ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں آگے چل کر کچھ تلاش کرتا ہوں۔ تم آہستہ آہستہ پیچھے چلتے آؤ۔ ابھی وہ فقیر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اس کے ساتھیوں کو پھلوں سے لدا ہوا ایک درخت نظر آیا۔ جس کی شاخیں پھلوں کے بوجھ سے زمین تک آ رہی تھیں اور درخت کے نیچے ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔

تینوں فقیر درخت کے نیچے آئے اور حسبِ خواہش کھا کر ٹھنڈا پانی نوش کیا اور کہا کہ یہ پھل اتنا لذیذ اور شیریں ہے کہ اس دنیا کا معلوم نہیں ہوتا۔ جنّت کا میوہ معلوم ہوتا ہے۔ چلو اپنے پیچھے ساتھی کے لیے جو آگے گیا ہے۔ بھی پھل لے چلیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا حصّہ لے لیا اور چل پڑے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ وہ بھی مل گیا۔ تینوں نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد ہم کو ایک درخت پھل دار مل گیا۔ ہم نے حسبِ منشا کھایا اور تمہارا حصّہ لے آئے ہیں۔ لو اور کھاؤ۔ اس نے کہا ہے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اتنا سُننے کے بعد حضرت میاں میرؒ نے فرمایا یہ کہ وُہ درخت، وُہ پھل اور وہ چشمہ وُہی فقیر تو تھا۔ جو خوراک کی جُستجو و تلاش میں آگے گیا تھا۔" حاجی محمدؒ بنیانی کا کہنا ہے کہ وُہ فقیر دراصل حضرت میاں میرؒ ہی تھے۔

(۱۵)

شہزادہ داراشکوہؒ قادری اپنی تصنیفِ لطیف "سکینۃ الاولیا" میں میاں حاجی محمدؒ بنیانی کی روایت سے تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت میاں میرؒ نے ایک درویش کا نام لے کر بتایا کہ سیوستان اور تھکر کے بلوچوں میں یہ رسم ہے کہ جب تک ان کے پاس مال و دولت اور مویشیوں کا غلّہ نہ ہو۔ کوئی ان سے لڑکی کے رشتہ کا سوال نہیں کرتا۔ ان اقوام کا ایک سردار مر گیا اور اس کا مال و اسباب بھی جاتا رہا۔ اس کی ایک بیوہ اور جوان لڑکی تھی۔ غربت کی وجہ سے کوئی بھی اس لڑکی کے رشتہ کا خواستگار نہ تھا۔ وہاں ایک فقیر مقیم تھا جو روزانہ ان کے گھر آتا اور ایک نظر لڑکی کو دیکھ کر چلا جاتا۔ کچھ دنوں کے بعد لڑکی نے اپنی والدہ سے ذکر کیا کہ ایک فقیر ہر روز یہاں آتا ہے اور مجھے دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ تم اس سے اپنی ناداری کا ذکر کرو اور دعا کے لیے کہو۔ جب وُہ فقیر اگلے دن آیا تو لڑکی کی والدہ نے اس سے کہا کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ اس نے کہا "تو کیا چاہتی ہے؟" عورت نے کہا "میری جوان لڑکی گھر میں ہے۔ اس کی شادی چاہتی ہوں۔ غربت کا شکار ہوں اور مال و دولت

میرے پاس نہیں"۔ وہ فقیر اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر شہر کے باہر لے گیا اور ایک تاجر کی دُکان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جو کچھ چاہیئے۔ یہاں سے لے لے۔ مگر ضرورت سے زیادہ نہ لینا۔ یہ کہہ کر فقیر تو چلا گیا اور عورت نے جس قدر سامان کی ضرورت تھی۔ وُہ وہاں سے حاصل کر لیا اور اپنی لڑکی کی شادی دھوم دھام سے کر دی۔ شادی کے بعد وُہ عورت پھر دُکان پر گئی اور بہت سا غلّہ وغیرہ ذخیرہ کرنے کے لئے لے آئی۔ جو ایک سال کے لیے کافی تھا پھر اگلے دن وہ وہاں گئی تو دیکھا کہ نہ تو وہاں دُکان ہے اور نہ تاجر۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد فقیر پھر اس عورت کو ملا تو اس نے تمام ماجرا سنایا۔ فقیر نے کہا کہ "تم نے میرا کہنا نہ مانا اور تاجر کی دکان کھو بیٹھی۔ اب تو اس کا حال دریافت کرنا چاہتی ہے تو وہ مال دُولت غلّہ، گھوڑے۔ نقدی وغیرہ سب کچھ میں ہی تھا۔ یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔

میاں حاجی محمدؒ بنیانی کہتے ہیں کہ میں نے اس فقیر کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا "کہ جو کوئی بھی تھا۔ تم کسی سے ذکر نہ کرنا"۔ بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ وُہ حضرت میاں میرؒ ہی تھے۔

(۱۶)

حضرت مُلّا خواجہ بہاریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت میاں میرؒ کا ایک مُرید مسجد میں رہتا تھا۔ جس کا امام حافظ قرآن، عالم فاضل اور فقیہہ تھا اور نماز باجماعت نہ ادا کرنے پر ہمیشہ اس مُرید سے مُعترض رہتا تھا۔ اتفاقاً وُہ عالم ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور اس مرید کے متعلق بات آپکے گوش گذار کی۔ حضرت نے مُنہ پھیر کر فرمایا "تم اب جا سکتے ہو۔ تمہیں اس سے کیا واسطہ۔ وہ جہاں چاہتے۔ نماز ادا کرے"۔ وُہ عالم چلا گیا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا اور جو کچھ پڑھا تھا۔ سب بھُول گیا اور چند دنوں میں ہی اس دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔

(۱۷)

ایک شخص نے بیان کیا کہ میرا ایک عزیز اپنی ہمشیرہ سے جُدا ہو کر بخارا چلا گیا۔ اس وقت

اس کی عمر چودہ سال تھی۔ پندرھویں سال بعد اس کی بیماری کی اطلاع ملی کہ وہ قریب المرگ ہے۔ یہ خبر سن کر اس کی ہمشیرہ حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دلجمعی رکھو۔ تمہارا بھائی صحیح وسالم ہے اور جلد واپس آ جائے گا۔ چنانچہ ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ بخارا سے واپس اپنے گھر بخیر وعافیت پہنچ گیا۔

(۱۸)

حضرت میاں میرؒ کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ آنجناب ضعیفی کی وجہ سے بیابانوں، جنگلوں میں عبادت کے لیے نہ جا سکتے تھے اور گھر میں ہی رہتے تھے۔ چنانچہ کثرت سے لوگ حصولِ فیضان کے لیے آتے۔ اس دوران آپ رات کو حجرے کا دروازہ بند کر کے خلوت میں مصروفِ یادِ الٰہی رہا کرتے تھے۔ اور اس موقعہ پر میں وہاں موجود رہتا تھا۔ گرمی زیادہ ہوتی تو حجرے کی چھت پر تشریف لے جاتے اور مجھے فرماتے کہ پانی کا کوزہ، پنکھا اور جوتا اوپر لے آؤ۔ اور بعد ازاں جانے کا حکم دے دیتے۔ میں تمام اشیاء اوپر رکھ کر چلا جاتا۔ ایک دن فجر کے وقت پانی کا پیالہ اور مسواک طلب فرمائی۔ میں نے پیش کر دیں۔ مسواک کے بعد فرمایا "میں نے کشمیر نہیں دیکھا۔ دل چاہتا ہے۔ اسے دیکھ لوں۔ آخر میں وہاں گیا۔ وہاں ایک دریا بہتا ہے۔ جس کے کنارے آج رات میں نے بسر کی۔ اگر تو نے کشمیر دیکھا ہو تو وہاں کی تمام نشانیاں میں تمہیں بتا سکتا ہوں"۔ میں نے عرض کیا، حضور میں نے کشمیر نہیں دیکھا

(۱۹)

وہی مرید روایت کرتا ہے کہ ایک رات حضرت نے مجھے فرمایا کہ پانی کا کوزہ، پنکھا اور میرے جوتے اوپر رکھ آؤ اور جا کر سو رہو۔ میں نے پنکھا اور جوتے وہاں رکھ دیئے۔ مگر پانی کا کوزہ رکھنا بھول گیا۔ آدھی رات کے وقت مجھے خیال آیا کہ میں نے پانی کا کوزہ وہاں نہیں رکھا۔ اٹھا اور کوزے میں پانی بھر کر اوپر لے گیا۔ وہاں دیکھا تو آپؒ وہاں نہیں تھے بہت حیران ہوا۔ دل میں خیال آیا کہ بیت الخلاء گئے ہونگے۔ وہاں دیکھا تو وہاں بھی موجود نہیں

تھے۔ پھر چراغ جلا کر جہاں جہاں آپ ہو سکتے تھے۔ تلاش کیا مگر آپ نہ مل سکے۔ میں فکر مند ہوا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ دفعتہً حضرت نے مجھے کوٹھے کے اوپر سے آواز دے کر کہا کہ "نور محمد وضو کا پانی لاؤ"۔ میں وضو کا پانی اور مسواک لے کر حاضر ہوا۔ حیرانگی کے عالم میں میں نے دریافت کیا۔ کہ آپ کہاں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "تو کیا کہہ رہا ہے۔ کیا کوئی خواب دیکھا ہے"۔ میں نے تمام واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا"۔ میری یقین دہانی پر آپ نے فرمایا "کہ میں آج رات غارِ حرا میں تھا۔ اور اللہ تعالٰی کی عبادت میں مصروف رہا اور پھر فرمایا "جو سکون اور کشائش وہاں نصیب ہوتی ہے وہ کسی دوسری جگہ چالیس سال میں بھی میسّر نہیں آتی"۔

(۲۰)

مُلّا اسحاق جس کا باپ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور وُہ خود بھی وہاں موجود رہتا تھا۔ نے بیان کیا ہے کہ مُلّا سنگینؒ جو اُوستاق کا رہنے والا تھا۔ اور حضرت کا با اخلاص مرید تھا۔ فیضان کے حصُول کے لیے کافی مدّت خدمتِ اقدس میں رہا۔ ایک دن حضرت نے فرمایا مُلّا "تمہیں اپنے وطن جا کر اپنے لواحقین کی خبر لینی چاہیئے"۔ اس نے وطن واپس جانے سے انکار کیا تو آپ نے پھر فرمایا کہ "نہیں۔ تم وہاں ضرور جاؤ اور ابھی روانہ ہو جاؤ"۔ چنانچہ وُہ تعمیلِ حکم میں روانہ ہو گیا۔ جب بدخشاں پہنچا اور پھر شام کے اندھیرے میں رُوستاق پہنچ گیا۔ گھر کے نزدیک اس نے شمعیں جلتی دیکھیں اور لوگوں کا اژدحام بھی۔ اس نے حاضرین سے اصل معاملہ دریافت کیا تو ایک شخص نے کہا کہ ایک شخص مُلّا سنگینؒ یہاں رہتا تھا جو آٹھ سال سے ہندوستان چلا گیا ہے۔ اس کی وفات کی خبر سُنی ہے تو یہاں اس کی فاتحہ کے لیے کھانا پکایا گیا ہے۔ نیز اس کی بیوہ کی فلاں شخص سے شادی بھی ہو رہی ہے۔ یہ تقریب اسی سلسلہ میں ہے۔ چنانچہ مُلّا نے اپنا آپ ظاہر کیا۔ لوگ چلے گئے۔ مُلّا چند سال وہاں رہا اور پھر لاہور آ گیا۔ حضرت کو اس نے تمام واقعات سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر

تم نہ جاتے تو کس قدر قیامت پیدا ہوتی۔ اس پر وہ آپکے قدموں میں گر پڑا اور شکریہ ادا کیا کہ اگر آپ مجھے وہاں جانے کا لازماً حکم نہ کرتے۔ تو میں تباہ و برباد ہو جاتا۔

(۲۱)

حضرت میاں میرؒ کی عادت تھی کہ جو شخص بھی غیر ملکی مہمات کے سلسلہ میں حاضر خدمت ہوتا تو اس سے دریافت کرتے کہ کیا خبر ہے۔ اور فلاں جگہ کی مہم کا کیا حال ہے۔ جب اوزبک افواج نے قلعہ کابل کا محاصرہ کیا اور نازک صورت پیدا کر دی۔ نیز تمام شہر اور مضافات اُن کے قبضہ میں آ گئے۔ تو ایک شخص آپکی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تعاون کا خواستگار ہوا۔ فوراً آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ نکلا "اوزبک بھاگ گئے"۔ اس شخص نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کابل اور اس کے ارد گرد کے تمام علاقے ان کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ جو کلمہ آپکی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ وُہی ہوا۔ یعنی اوزبک شہر سے بھاگ گئے تھے۔

(۲۲)

ایک شخص نے سفر پر جانا تھا۔ وُہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں سفر پر جا رہا ہوں، مجھے اجازت فرمائیں۔ فرمایا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا "خراسان" فرمایا "اس سال نہ جاؤ۔ راستہ بند ہے"۔ باوجودیکہ ظاہری طور پر امن و امان تھا اور قافلے آ جا رہے تھے۔ اچانک اطلاع آگئی کہ لڑائی چھڑ گئی ہے اور قندھار کا راستہ بند پڑا ہے۔

(۲۳)

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان علی نامی ایک شخص کے بیٹے کو آسیب کا سایہ تھا۔ جس کے لیے بہت سے حکیم، طبیب اور عامل وغیرہ جمع کئے گئے مگر اس کو آرام نہ آیا۔ چنانچہ اس آسیب شدہ لڑکے کو حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا "کہ دو روٹیاں گھی سے چُپڑ کر کسی بھوکے کو کھلا دو"۔ مگر اس لڑکے کے وارثوں نے اس سے غفلت کی۔ کچھ عرصہ

بعد جن نے اس لڑکے کی آواز میں مثنوی مولانا روم پڑھنی شروع کر دی اور بعض اوقات وہ لڑکا ایسی باتیں کرتا کہ دوسرے لوگ حیران و ششدر رہ جاتے۔ حالانکہ وہ لڑکا روانی سے پڑھ بھی نہیں سکتا تھا۔ جب لڑکے کے ماں باپ کو علم ہوا کہ اس لڑکے کا اُستاد جن ہے تو حضرت صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سُنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اسی دن کسی غریب کو دو روٹیاں کھلا دیتے تو اُس دن جن لڑکے کو چھوڑ دیتے۔

(۲۴)

فاضل نامی ایک شخص کا بیان ہے کہ اس نے اپنے دادا سے سُنا تھا کہ اس کے شاگرد نے کچھ نقد و جنس اس کے پاس امانتاً رکھی تھی۔ ایک رات کنیز امانت چرا کر لے گئی۔ صبح کو میں نے حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تمام واقعہ آپ کے گوش گذار کیا۔ اور دعا کے لیے استدعا کی۔ ایک دو دفعہ تو آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر فرمایا "کنیز تمہارے گھر واپس آ گئی ہے۔ گھر واپس آ کر میں نے اس کنیز سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں امانت لے کر جا رہی تھی کہ فلاں جگہ پر ایک شخص مجھے بازو سے پکڑ کر یہاں لے آیا۔

(۲۵)

مندرجہ بالا روایت کنندہ کا بیان ہے کہ قضائے الٰہی سے اس کا لڑکا فوت ہو گیا۔ میں اس رنج و غم کی حالت میں حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور حجرہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حالانکہ آپ بند آنکھیں کئے تشریف فرما تھے۔ مگر آپ کو میرے آنے کا علم ہو گیا۔ قریب بیٹھے ہوئے میاں نتھا پراچہؒ نے میرے متعلق بتا دیا کہ اس کا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ غمگین نہ ہو۔ عنقریب اللہ تعالےٰ اس کو ایک صالح فرزند عطا کرے گا۔ نیز اسے کہو کہ دو ماہ بیس دن کے بعد آئے۔ مدّت مقررہ گزرتے پر وُہ حضرت صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس دن کی یاد دلائی۔ آپ نے فرمایا کہ "لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ مگر میں نے تین دفعہ بارگاہ خداوندی میں التجا کی تھی۔ جس سے لڑکا

لڑکی پر مقدم ہوا۔ عالم ملکوت میں اس کا نام محمد افضل رکھا گیا ہے "۔ ایک شخص نے حضرت سے دریافت کیا "کیا بیٹی کی پیدائش موقوف ہوگئی ہے"۔ فرمایا "نہیں اس کے بعد ایک لڑکی اور بعد میں دو اور لڑکیاں ہوں گی اور اس طرح خداوند کریم نے چھ سال میں ایک لڑکا اور تین بیٹیاں عنایت کی ہیں۔

(۲۶)

میر محمد خانی ایک شخص حاجی علی کوسوی کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ صاحب زہد و تقویٰ تھا اور حضرت میاں میرؒ سے اسے بے پناہ عقیدت و ارادت تھی۔ اکثر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتا۔ ہر پانچ سال بعد لاہور سے اپنے وطن واپس جاتا۔ اس عرصے میں وہ تجارت بھی کرتا۔ ایک دفعہ وہ وطن سے لاہور آیا اور میرے والد کے گھر قیام پذیر ہوا۔ اور بیان کیا کہ میں اس سفر میں حضرت میاں میرؒ کی ایک عجیب کیفیت دیکھی ہے۔ ایک دن اصفہان اور یزد کے مابین ہمارا قافلہ ایک دریا کے کنارے اُترا ہوا تھا۔ اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا پکانے کے سلسلے میں مشغول تھا۔ اچانک دور سے ایک شخص لباس فاخرہ پہنے آتا دکھائی دیا یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ غور سے دیکھا تو وہ حضرت میاں میر علیہ الرحمت تھے اور مجھے بُلا رہے تھے۔ میں دوڑتا ہوا آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سلام کیا۔ فرمایا۔ "تمہارا قافلہ نشیبی علاقہ میں ٹھہرا ہوا ہے۔ بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ جلدی جلدی اپنا مال و اسباب اور خیمے اُونچی جگہ منتقل کر لو اور اہل قافلہ کو بھی اس سے مطلع کر دو"۔ ابھی میں اسی شش و پنج میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ غائب ہیں۔ چنانچہ میں نے تمام اہل قافلہ کو اس سے مطلع کر دیا۔ جس نے سامان اُٹھا کر اونچی جگہ منتقل کر لیا وہ محفوظ رہا اور جس نے ایسا نہ کیا اس کا سامان ضائع ہو گیا۔

(۲۷)

حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں سرہند سے واپس لاہور آ رہا تھا کہ ایک افغانوں

کی بستی میں ایک مسجد میں ٹھہر گیا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ مگر تین دن تک وہاں کوئی خوراک نہ لایا۔ چوتھی رات صبح کے وقت میں گاؤں میں گیا۔ ایک گھر میں کھانے کا سامان پڑا تھا۔ میرے نفس نے چاہا کہ سوال کروں۔ مگر اسی طرح واپس مسجد میں آگیا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک لونڈی کھانا لے کر مسجد میں آئی اور میرے سامنے رکھ دیا۔ غور سے دیکھا تو یہ وُہی کھانا تھا۔ میں نے نفس کا مقابلہ کیا اور کھانا نہ کھایا۔ بلکہ ہنس دیا۔ اس اثنار میں گھر والا بھی آ گیا۔ جس نے طعام بھیجا تھا۔ اس نے کھانا قبول نہ کرنے کی وجہ دریافت کی اور ہنسنے کا سبب پوچھا۔ میں نے اپنی کیفیت بتلائی تو وُہ بہت خوش ہُوا۔ اور یہ واقعہ گاؤں والوں سے بیان کیا۔ جس پر میں لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۲۸)

ایک دفعہ ایک شخص آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت۔ میرا لڑکا نزع کے عالم میں ہے توجہ فرمائیں۔ آپ نے اس کی حالت دیکھی تو استغراق میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد پانی کا پیالہ طلب فرمایا۔ اس پر دعا پڑھی اور اس شخص سے کہا کہ لڑکے کو یہ پانی پلا دو۔ پانی جب پلایا تو لڑکے کو شفا ہو گئی۔ جب وہ لڑکا سات سال کا ہُوا تو باپ اس کو ہمراہ لے کر پھر آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ گونگا ہے بول نہیں سکتا۔ حضرت نے اس لڑکے سے فرمایا کہ کہو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لڑکے کا گونگا پن جاتا رہا۔ اور اس نے یہ کلام پڑھ دیا کچھ مدّت کے بعد وُہ شخص پھر حاضرِ خدمت ہُوا اور کہا کہ لڑکے نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے اور آپ نے اس پر یہ عنایت بھی کی کہ وضو کرتے ہوئے جس رومال سے ہاتھ اور مُنہ پونچھتے تھے۔ وہ اس کو دے دیا اور فرمایا کہ "جب تمہارے لڑکے کو کوئی بیماری آئے تو رومال اس کے سر پر لپیٹ دینا۔ اللہ تعالیٰ شفا دے گا"۔

(۲۹)

مُلّا سعید خاں روایت کرتے ہیں کہ آصف خاں کے استاد مُلّا محمد ٹھٹھوی تین مرتبہ حضرت

میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے دو مرتبہ فرمایا۔ ملّا اب تمہیں تارک الدنیا ہو جانا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے"۔ تیسری مرتبہ فرمایا کہ "ہم نے تمہیں آزما لیا ہے تم ترکِ علائق نہیں کر سکتے۔ یہ ہمت تم میں نہیں۔ مگر یہ کرلو کہ آصف خاں سے قطع تعلق کرلو۔ اس کی صحبت سے تمہیں نقصان پہنچے گا"۔ مگر ملّا مذکور نے حضرت کے فرمان کی طرف توجہ نہ دی اور آصف خاں کے ہمراہ کابل روانہ ہو گیا۔ چند روز کے بعد اطلاع آگئی کہ دشمن نے آصف خاں کو دریائے بہت کے کنارے قتل کر دیا ہے۔

(۳۰)

ایک کرامت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ جب بادشاہِ وقت (جہانگیر) کی وفات ہو گئی تو اس کے بیٹوں (شہریار) داماد ملکہ نور جہاں جو جانشینی اور حکمرانی کی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ لاہور میں تخت نشین ہوا۔ اور ایک شخص کو حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں کہلا بھیجا کہ میرے پاس تشریف لائیں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی دستارِ مبارک ہی بطور تبرک ارسال فرما دیں۔ آپ نے اس پیغام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور ایلچی کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ بادشاہوں کا فقرا سے کیا تعلق۔ بادشاہ نے پھر اپنا آدمی بھیجا اور اپنی درخواست پیش کی۔ آپ نے اپنی باندھی ہوئی دستار مبارک سر مبارک سے اتار کر دے دی اور فرمایا کہ "اسے لے جا" ابھی ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ اس کو اندھا کر کے مار اگیا اور اس طرح وہ ناہنجار کیفرِ کردار کو پہنچا۔

(۳۱)

آپ کی خدمتِ اقدس میں کوئی شخص ہدیہ لے کر آتا تو اسے تقسیم فرما دیتے۔ ایک دفعہ کوئی شخص آپ کی خدمتِ اقدس میں کچھ سنگترے لایا۔ آپ نے اہلِ مجلس سے ہر ایک کو پانچ پانچ سنگترے دیئے۔ مگر حاضرین میں سے ایک شخص کو نہ ملے۔ وہ یوں ہوا کہ ایک خادم نے پانچ سنگترے اٹھا کر کسی جگہ رکھ دیئے تھے۔ آپ نے اس خادم سے کہا۔ کہ تمہارا حصّہ تمہیں مل گیا ہے۔ جو پانچ سنگترے تم نے فلاں جگہ رکھے ہیں وہ اس شخص کو لا کر دے دے۔ خادم اس بات پر نہایت شرمندہ ہوا۔

۳۲

ایک دن ایک صاحب خرقہ وعمامہ درویش دو تین خادموں کے ہمراہ حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اہل مجلس پر رُعب جمانے کے لئے نہایت تمکنت سے بیٹھ گیا۔ اسی دوران ایک مفلوک الحال مغل داخل ہوا۔ اور جُوتیاں رکھنے والی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اِس وقت ایک شخص نے پینتیس روپے حضرت صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں پیش کئے۔ آپ نے وہ نذرانہ قبول کر کے اس مُغل کو دے دیئے اور نذرانہ دینے والا اسی وقت چلا گیا۔ آپ نے اس سے مغل سے کہا کہ "ان روپوں سے ایک گھوڑا اپنے لئے خریدو۔ کچھ رقم اپنے لئے رکھو۔ اور فلاں شہزادے کی خدمت میں حاضر ہو کر ملازمت کر لو۔" جب اُس صاحب خرقہ وعمامہ درویش نے یہ منظر دیکھا۔ تو ناخوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ یہ تو فقیروں کا حق تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ "ظاہر اً تو اس کا حق تم پر فائق تھا۔" یہ سُن کر وُہ چلا گیا۔ حضرت نے فرمایا "کھانا آ رہا ہے۔ کھا کر جانا۔" لیکن وُہ دعوت قبول کئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ "اس شخص کو ایک واقعہ پیش آئے گا۔" انہوں نے کہا کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی کمر کے ساتھ تھیلی میں ایک سو بائیس روپے آٹھ آنے بندھے ہیں وُہ تھیلی گم ہو جائے گی۔ یہ شخص جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا اور اس کے ساتھیوں پر بھی اس مال کی بدولت تباہی آئے گی۔" راوی کہتا ہے کہ وہ صاحب خرقہ وعمامہ درویش دو تین دن کے بعد دریا پر نہانے گیا تو وُہ روپوں کی تھیلی گم ہو چکی تھی اور اس پر اور اس کے ساتھیوں پر بعد میں مصیبتیں آئیں اور وُہ ہلاک ہو گئے۔

(۳۳)

حضرت میاں میر کا ایک خادم غیاث نامی حاضرِ خدمت ہوا اور کہا کہ اس کی شادی کو کئی سال ہو گئے ہیں۔ مگر ابھی تک اُن کے گھر کوئی بچہ تولد نہیں ہوا۔ چنانچہ اس نے دوسرے نکاح کا ارادہ کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ "مزید انتظار کرو۔ اس عورت سے بہت

سے فرزند پیدا ہونگے"۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق اِس عورت کے ہاں دس بچے پیدا ہوئے۔ جو سب نرینہ تھے۔

(۳۴)

سید محمد جعفرؒ کا بیان ہے کہ میری عمر پانچ سال کی تھی کہ لاہور شہر میں طاعون پھیلی۔ چنانچہ ایک گلٹی میرے کان کے نیچے نمودار ہوئی۔ میرے والد مجھے حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں لے گئے۔ جن کو آپ سے بے حد ارادت و عقیدت تھی اور دُعا کے لیے استدعا کی۔ آپ نے فرمایا "ابراہیم تمہارے بیٹے کی پیشانی روشن ہے۔ لوگ اس سے فیضان حاصل کریں گے۔ اطمینان رکھو" پھر اپنا دستِ مبارک اس گلٹی پر پھیرا۔ اور اللہ کریم کی مہربانی سے یہ گلٹی جاتی رہی۔

(۳۵)

میرک حسینؒ خوافی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی حویلی میں کنواں کھودا۔ تو اس کا پانی کھارا نکلا۔ پانی کا کوزہ بھر کر میں حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں لے گیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے پانی کا کوزہ طلب فرما کر اس پر دُعا پڑھی اور فرمایا کہ اس کو واپس کنویں میں ڈال دو۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا تو کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا۔

(۳۶)

میرک حسینؒ خوافی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ تین اور میرے ساتھی کسی ظالم کی قید میں پھنس گئے اور رہا ہونے کی کوئی صورت نہ رہی۔ ایک دن میرا بیٹا حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور دعا کا ملتجی ہُوا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے والد کو لکھ بھیج کہ تمہاری جلد ہی رہائی ہو جائے گی۔ چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد وُہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قید سے رہائی پا کر بخیر و عافیت گھر پہنچ گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جن ایام میں جہانگیر بادشاہ کشمیر میں اقامت گزیں تھا تو بعض لوگوں نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت مجدد الف ثانی کے پیر بھائی مرزا حسام الدین کے متعلق جھوٹی باتیں کر کے بادشاہ کا دل ان کی طرف سے ناراض کر دیا۔ جس پر بادشاہ نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور میرزا حسام الدین کو دہلی سے اپنے پاس طلب کر لیا اور حضرت شیخ محدث کے صاحب زادے شیخ نورالحق کو کابل جلا وطن کر دیا۔ جب یہ تینوں بزرگ لاہور آئے تو حضرت میاں میر کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ "خاطر جمع رکھو۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ بادشاہ سے ملے بغیر تم واپس اپنے گھر دہلی چلے جاؤ گے اور اپنے اہل و عیال میں رہو گے"۔ ابھی چار دن بھی نہ گزرے تھے کہ بادشاہ کی وفات کی خبر آگئی۔ اس کی لاش لاہور آگئی اور یہ بزرگان واپس اپنے گھر دہلی چلے گئے۔

(۳۸)

میرک حسین خوافی بیان کرتے ہیں کہ جب لاہور میں طاعون کی وبا پھیلی۔ تو میرے بیٹے کے بھی کان کے نیچے گلٹی نکل آئی۔ چنانچہ میں فوراً آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ قدرت کے کاروبار میں کسی کا دخل نہیں ہوتا۔ پھر پانی کا کوزہ طلب فرمایا۔ اس پر پڑھ کر پھونکا اور مجھے عنایت کر دیا۔ کہ اپنے بیٹے کو پلاؤ۔ جس سے مرض دور ہوا اور بچہ صحت یاب ہو گیا۔

۳۹

سید محمد نے بیان کیا کہ ایک روز میں حضرت میاں میر کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کہ آپ نے ایک شخص میرک حسین خوافی کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی کہ بادشاہ آج کل اس پر بہت مہربان ہے اور اس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ فرمایا "ایسا نہیں

بلکہ بادشاہ اس سے ناراض ہے"۔ چند ہی دنوں کے بعد اطلاع ملی کہ بادشاہ نے اس کا منصب موقوف اور جاگیر ضبط کر لی اور اسے قلعہ میں مقیّد کر دیا ہے۔

(۴۰)

ملا سعید خانؒ کا بیان ہے کہ شیخ محمد زاہد جامی کے خلیفہ صوفی ناصر اور خود وہ حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ کے خلیفہ تھے۔ ہندوستان آئے اور لاہور میں اقامت گزینی اختیار کی۔ اکبر بادشاہ نے ان کے اخراجات کے لیے ایک اشرفی فی یوم مقرر کر دی۔ کسی وجہ سے انہیں دو ماہ کا روزینہ نہ مل سکا۔ صُوفی ناصر حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "آپ بذاتِ خود اہل خیر و تقویٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کریں"۔ انہوں نے کہا کہ "اگر مستجاب الدعوات ہوتا تو آپ کی خدمت میں کیوں حاضر ہوتا"۔ فرمایا کہ اطمینان رکھو۔ کہ اسی رات اللہ کریم روزینہ کھول دے گا"۔ اتفاقاً اسی رات اکبر بادشاہ نے ان کو بلا کر روزینے کے متعلق دریافت کیا تو صوفی ناصر نے بادشاہ کی خدمت میں حقیقت حال بیان کی۔ چنانچہ اُسی دن کے بعد ان کا روزینہ ملنا شروع ہو گیا۔

(۴۱)

مُلّا سعید خانؒ بیان کرتے ہیں کہ ان کی حضرت میاں میرؒ سے پچاس سال کی آشنائی ہے اور وُہ اکثر و بیشتر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک دن میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ تمہارے گھر کا کیا حال ہے۔ عرض کی میری بیوی سے دو بار بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں۔ اُن میں سے ایک فوت ہو گئی ہے اور اب پھر میری بیوی حاملہ ہے۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ اور اُن کے دو توام بیٹے پیدا ہوئے۔

(۴۲)

اسی مُلّا سعید خانؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک دن نمازِ ظہر کے وقت میرے دل میں خیال آیا

کہ حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہیئے۔ جب حجرے کے ایوان میں پہنچا تو خیال آیا کہ یہ وقت حضور کے آرام کا ہے اور وہ اس وقت استغراق کی حالت میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا کہ اس وقت حاضری نہ دوں اور ان کے بیدار ہونے تک ایوان میں بیٹھا رہوں۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا۔ اچانک خادم باہر آیا اور کہا کہ حضرت کی آنکھیں ڈھکی ہوئی تھیں اور سو رہے تھے۔ اچانک بیدار ہوئے اور فرمایا کہ مُلّا سعید خاں باہر بیٹھا ہوا ہے۔ اُسے بلا لاؤ۔ چنانچہ میں آپکی حاضری سے مشرّف ہوا۔

(۴۳)

ملا سعید خاںؒ مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ایک مغل انتہائی اضطرابی صورت میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور دُعا کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ دُنیا کے لوگ اپنے مطلب کے حصول کے لیے درویشوں سے دُعا کرانے کو کس قدر آسان اور سہل سمجھتے ہیں۔ اگر یہ بھوکے کو کھانا کھلائیں، ننگے کو کپڑا پہنائیں تو میں ضامن ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس کی حاجت پوری ہوگی۔" وہ شخص اس وقت رخصت ہوگیا۔ دوسرے دن حاضر ہوا۔ تو کچھ نقدی اور چند طشت حلوے کے ساتھ لایا۔ حضرت صاحبؒ نے نقدی تو لوٹا دی۔ البتہ حلوہ حاضرین میں تقسیم کردیا۔ اور بیٹے کی بیماری کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ کل گھر جاتے ہوئے اسے راستے میں ایک حاجت مند ملا۔ میرے پاس انگوٹھی تھی۔ وہی میں نے اس کو دے دی۔ گھر کے قریب آیا تو کچھ لوگوں کو برہنہ حالت میں دیکھا۔ میں نے ان کے لئے کپڑے مہیا کر دیئے۔ گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے بیٹے پر رحم کردیا ہے اور صحت یاب ہوگیا ہے۔ اور یہ سب کچھ حضرت صاحبؒ کی توجہ اور برکت سے ہوا ہے۔

(۴۴)

حاجی مرزا عبدالرحمٰنؒ مداری فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر

ہوا تو آپ نے مجھے جنگل کی طرف جانے کا حکم دیا چنانچہ میں جنگلوں اور بیابانوں میں جاکر مصروف عبادت و ریاضت ہوا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کھانا کھاکر اور ساتھ لے جا کر عبادت کرنا۔ کیونکہ بھوک کی وجہ سے نفس گھبراہٹ محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے حکم کے مطابق کھانا تو ساتھ لے جاتا لیکن کسی بھوکے فقیر کو دیکھتا تو اس کو دے دیتا اور خود کسی جگہ مصروف عبادت ہو جاتا۔ ایک دن تین جگہیں بدلیں۔ مگر اطمینان حاصل نہ ہوا۔ بالآخر ایک مینار کے نیچے جا بیٹھا۔ جہاں اطمینان قلب نصیب ہوا۔ بعد ازاں جب میں مینار کے پاس بیٹھتا تو مجھے اطمینان ہوتا۔ کسی اور جگہ بیٹھتا تو اطمینان جاتا رہتا۔ چنانچہ یہ واقعہ حضرت میاں میرؒ کے گوش گذار کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ شروع شروع میں بھی اس مینار کے پاس جاکر بیٹھتا تھا اور تمہارے قلب کو سکون میرے ہی بیٹھنے کی وجہ سے نصیب ہوئی۔

(۴۵)

شہزادہ دارا شکوہؒ کہتا ہے کہ جب میرے والد بزرگوار شاہجہان پہلی مرتبہ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر حضرت صاحب آج ہمیں تازہ انگور کھلائیں گے تو بے شک آپ خداوند قدوس کے برگزیدہ بندے ہوں گے۔ جب ہم آپکی خدمت اقدس میں پہنچے تو آپ بلا تکلف حجرہ میں سے تازہ انگوروں کا ایک خوان اٹھا لائے۔ اور ہمارے سامنے رکھ دیا۔ حالانکہ یہ موسم انگوروں کا نہ تھا۔

(۴۶)

حضرت میاں میرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا بھائی سیوستان (سندھ) سے لاہور میں میرے پاس آیا اُسے دیکھ کر میں بہت فکر مند ہوا۔ کہ اس وقت کوئی مرید یا معتقد نہیں تھا کہ اس کے لئے کھانا لے آئے اور نہ ہی میرے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی۔ میں اُس کو

حجرے میں بٹھا کر باغ میں چلا گیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور دُعا کی کہ اے اللہ!
گھر میں مہمان آیا ہے اور میں نے تیری اُمید میں اُسے بٹھایا ہے۔ آپ کی ذات اقدس کے علاوہ میرا کوئی مددگار یا معاون نہیں ہے۔ اتنے عرصے میں میرا بھائی بھی وہاں آ پہنچا اور کہنے لگا کہ آپ کے جانے کے بعد ایک شخص کھانا لایا ہے۔ اور آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ مجھے بھیجا ہے کہ آپ کو بُلا لاؤں۔ جب ہم واپس حجرے میں آئے تو اس نے سلام کیا اور کہا کہ اللہ کریم نے یہ طعام اور نقدی اپنی مہربانی سے بھیجی ہے۔ ہم کھانے میں مشغول ہوئے۔ اُسے بھی کھانے کے لیے کہا۔ مگر اس نے معذرت کی کہ میں روزے سے ہوں۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو اس نے خالی برتن اٹھائے اور سلام کر کے رُخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وُہ فرشتہ تھا۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ

کے متعلق بزرگان کی رائے

۱ عارف محقق سید قطب فرماتے تھے کہ شیخ میرؒ زمانے کے مقتدا اور غوث الثقلینؒ ثانی تھے۔

۲ حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ تصوّف میں ناپیدا کنار سمندر تھے جب کبھی میں اُنکی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو آپ حقائق و معارف کی بابت ایسی باتیں فرمایا کرتے۔ جو میں نے کبھی نہ سُنی ہوتیں۔ آپ کی زبان مبارک چابی کی مانند تھی۔ جس سے ہر کام حل ہو جاتا۔

۳ حضرت شیخ محمدؒ فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ کی تھوڑی سی بات بھی دوسروں کی بات پر فوقیت رکھتی تھی میں کئی مشائخ سے ملا۔ مگر آنجناب کی سی تجرید، تفرید، استغراق، حوصلہ استغنا، توحید معارف، احوال کا چھپانا، مریدوں پر مہربانی کرنا کسی میں بھی نہ دیکھی۔ آپ کا طریقہ حضرت سیّد الطائفہ جنیدؒ بغدادی کا سا تھا اور آپکے اصحاب کو حضرت سیّد الطائفہؒ کا سا پایا۔

۴ شہزادہ داراشکوہؒ قادری آپکے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ قطب الاقطاب، غوث الافاق جنیدؒ ثانی پیر دستگیر ثانی اور اولیائے ربّانی کے مُقتدا ہیں۔ وُہ مزید کہتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اویسی تھے۔

۵۔ شہنشاہ جہانگیر آپکی بہت تعریف و توصیف بیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے آپ کی صُحبت سے بہت فائدہ پایا۔

۶۔ شاہجہان ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ ہم نے ترک و تجرید میں حضرت میاںمیرؒ جیسا کوئی درویش نہیں دیکھا۔

۷۔ حضرت مُلّا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی آپ کی بزرگی سے اس قدر متاثر تھے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہونا فخر خیال کرتے تھے۔

۸۔ حضرت خواجہ بہاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار مشائخ کرام دیکھے ہیں۔ مگر جو فیوض و برکات آپ سے حاصل ہوئے وُہ کسی اور سے نہ مل سکے۔ کوئی شخص مجھ سے قرآن مجید، حدیث شریف، فصوص، لمعات، لوائح، مثنوی معنوی کی بابت پوچھے تو میں باوجود اس بات کے کہ میں اس قدر سرمایہ علمی نہیں رکھتا۔ سب بیان کر سکتا ہوں اور یہ سب آپکی دعا و برکت کا نتیجہ ہے۔

۹۔ شہزادہ داراشکوہؒ آپ کو ان القابات سے یاد کرتا ہے۔

"قطبِ فلکِ ولایت، مدیرِ سپہرِ ہدایت، شاہبازِ فضائے لاہوت، شہسوارِ عرصۂ جبروت، غواصِ دریائے جہانِ ملکوت، سیاحِ بیداری عالمِ ناسُوت، منتظمِ سلسلۂ اولیاء اکمل، اسوۂ نقادۂ مشائخ اجل، مطلعِ آفتابِ علم و کمال، مشرقِ خورشیدِ حلم و جمال و جلال، مقتدائے اکابرِ زمان و زمین۔ ہُمائے ہمایوں فال اوجِ یقین، پادشاہ عارفانِ عالیجاہ"

وُہ مزید لکھتا ہے کہ سلطان اولیائے نامدار، امام اتقیائے عالی مقدار، قُطبِ ربّانی محبوبِ سُبحانی، پیرِ دستگیر عالمگیر، غوث الثقلین، شاہ محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی روحانی تربیت نے آپکی تربیّت کی تھی۔ اور انہیں مرتبۂ کمال کو پہنچا دیا تھا۔

۱۰۔ مُلّا سعداللہ خاں وزیرِاعظم شاہجہان آپ کے علم و کمال کی بہت تعریف کرتا تھا۔

جس حجرہ میں آپؒ

ساٹھ سال قیام پذیر رہے

شہزادہ داراشکوہؒ قادری اپنی تالیف "سکینۃ الاولیا" میں لکھتا ہے کہ جب حضرت میاں میر علیہ الرحمت لاہور تشریف لائے تو آپ نے محلہ باغبانان میں قیام کیا جس کو اب خانی پورہ کہا جاتا ہے (داراشکوہ کے زمانے میں) اور آنجناب زندگی کے آخری دنوں تک یہیں قیام فرما رہے یعنی تقریباً ساٹھ سال اسی حجرے میں رہائش اختیار رکھی، اور یہیں آپ کے تمام احباب و اصحاب کی محافل و مجالس انعقاد پذیر ہوتی تھیں۔ جہانگیر، شاہجہان، شہزادہ داراشکوہ، نواب وزیر خاں اور دوسرے عمائدین سلطنت وغیرہ اسی حجرہ میں آتے رہے۔

یہ حجرہ دو منزلہ تھا۔ جس کا بالاخانہ بھی تھا۔ جیسا کہ قدیم کتب میں تحریر ہے۔

موجودہ صورت میں یہ حجرہ سڑک نئی انارکلی متصل دفتر ڈائریکٹر آف ایجوکیشن برلب سڑک واقع ہے۔ اِس حجرہ کے ایک طرف سیٹی شوز اور دوسری طرف ڈلہوزی شوز کی دکان ہے، جب مؤلف کتاب ہذا نے آج سے بیس سال قبل اس حجرہ کو دیکھا تھا۔ تو باہر پھلوں کی دکان تھی اور عقب میں ایک قدیم تہہ خانہ آٹھ دس فٹ کی گہرائی میں تھا اور پنجاب یونیورسٹی کی دیوار کے ساتھ صحن تھا۔ "تحقیقاتِ چشتی" میں تہہ خانہ اور اس میں جانے کے لیے سیڑھیوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ موجودہ جگہ ۱۳۸، انارکلی بازار کے متصل ہے اور تقریباً خستہ حالت میں ہے مگر اب کسی شخص نے اس کو اپنی رہائش میں منتقل کرلیا ہے۔ اور "بادشاہوں کے پیر"

کے حجرہ کو مکان کی شکل میں ڈھال لیا ہے۔ حکومت پنجاب، محکمہ آثار قدیمہ، محکمہ اوقاف کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

کیونکہ حین حیات تک آپ حیات رہے۔ یہاں ہی شب باش رہے۔ وصال بھی یہاں ہی ہوا اور جنازہ بھی یہیں سے اٹھایا گیا۔ اس زمانہ میں یہ مکان ایک باغ تھا۔ مزید برآں اس کے شمال میں ایک کنواں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جو مقبوضہ سرکار ہے۔ عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں الف شاہ فقیر یہاں رہتا تھا کہ ۱۷ بیگھہ اراضی جہاں اب پاگل خانہ ہے۔ بمعہ چاہ رواں اس جگہ کے نام واگذار تھی۔

یہاں یہ بتانا نہایت ضروری ہے کہ اس حجرہ مبارک میں حضرت میاں میرؒ قادری فاروقی سے ملاقات کے لیئے یہ لوگ آئے تھے۔ شہاب الدین شاہجہان، شہزادہ داراشکوہ قادری، نواب سعد خاں وزیر اعظم، نواب وزیر خاں صوبیدار وغیرہ کے علاوہ سپہ سالار، اُمراء اور وزراء بھی شامل تھے۔

ان کے علاوہ فخر پنجاب مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی، شیخ عبد الحقؒ محدث دہلوی، شیخ نور الحقؒ دہلوی، میرزا احسام الدین احمد، مُلّا سعد اللہ خاں، مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی بھی آپ سے ملاقات کے لیئے تشریف لائے تھے۔ شاید آج کل اس مکان چلہ حضرت میاں میرؒ کے سلسلے میں حکومت اور قابضین میں مقدمہ چل رہا ہے۔

حاجی سید مشکور الحسن نے بتایا کہ سجادہ نشینان دربار عالیہ حضرت میاں میرؒ فاروقی نے اس ناجائز قبضہ کے متعلق مقدمہ دائر کیا تھا۔ جس کا فیصلہ جناب محمد غنی چیمہ سینئر سول جج لاہور کی عدالت سے انکے حق میں ہوا تھا اور ان کو قبضہ بھی مل گیا تھا اور کرایہ دار سے کرایہ نامہ بھی لکھا لیا تھا۔ مگر بعد ازاں محکمہ اوقاف کے قبضہ میں دربار جانے سے کوئی کارروائی نہ ہو سکی اور اس طرح یہ بادشاہوں کے پیر کا حجرہ مقدسہ ایک عام آدمی کے ہاتھ چلا گیا۔ اس حجرہ کا محل وقوع بائیبل سوسائٹی سے کنواں تک ہے۔

وصال

مدینۃ الاولیا لاہور میں آنجناب کے ساٹھ سال قیام کے بعد آپ کو اسہال کی بیماری لاحق ہوگئی اور پانچ دن یہی حالت رہی۔ آخر ۱۰۴۵ھ بتاریخ ۷، ربیع الاول بروز سہ شنبہ مطابق ۱۶۳۵ء پہر دن گزرا تھا کہ محلہ خافی پورہ (انارکلی والا حجرہ) کے اس حجرے میں جہاں آپ اقامت گزیں تھے۔ آپ وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥ وصال کے وقت حضرت خواجہ ملّا بہاریؒ، حضرت شیخ محمد لاہوریؒ، حضرت حاجی میاں محمدؒ بنیانی اور نور محمدؒ خادم حاجی پراچہؒ وغیرہ موجود تھے۔ جو دن رات آپ کی تیمار داری کرتے تھے۔ اِسی نور محمدؒ کا کہنا ہے کہ وصال سے ایک روز قبل نواب وزیر خاں حاکم شہر ایک طبیب کو ساتھ لایا۔ کہ آپ کا علاج کرے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ یہ شاہجہان صاحبقراں کا دورِ حکومت تھا اور صوبیدار لاہور نواب وزیر خاں تھا۔

جب وزیر خاں نے آپ کے وصال کی خبر سُنی تو وُہ اکابر علمار، فضلار اور معززین شہر کے ہمراہ آپ کے حجرہ میں آیا۔ مرید اور خادم تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے اور بعد ازاں ایک خلقت کثیر نے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور تمام حاضرین جنازہ میّت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ جس کے متعلق حضرت نے وصیّت فرمائی تھی۔ کہ مجھے وہاں دفن کرنا۔ جہاں میرے یار حضرت میاں نتھاؒ، حاجی سلیمانؒ، شیخ ابوالکلامؒ، حاجی مصطفٰےؒ کلال

اور چند دیگر احباب آسودۂ خاک ہیں ۔ یہ جگہ عالم گنج کے قریب ہے اور موضع دارا پور سے متصل ہے۔ جو ہاشم پورہ کے نام سے معروف ہے ۔حضرت میاں شیخ محمدؒ لاہوری فرماتے ہیں کہ بوقت وصال میں موجود تھا ۔حالت نزع میں میں نے دیکھا کہ آپ کے دہن مبارک آہستہ آہستہ ہل رہے ہیں اور ان سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے ۔

ملّا عبدالحمید لاہوری مصنف "بادشاہنامہ" لکھتا ہے کہ وصال کے بعد آپ کو غیاث پورہ میں دفن کیا گیا جو عالم پورہ کے متصل ہے ۔

نمازِ جنازہ میں حضرت خواجہ بہاریؒ، حضرت شیخ محمد لاہوریؒ، میاں حاجی محمد بنیانیؒ، نور محمدؒ اور دیگر مریدین و منتسبین کے علاوہ حاکم شہر، امرا، علما اور فضلا بھی شریک تھے ۔

قطعۂ تاریخِ وصال

میاں میرؒ سر دفتر عارفاں
کہ خاک درش رشک اکسیر شد
سفر جانب شہر جاوید کرد
چو زین محنت آباد دیگر شد
خرد بہر سال وفاتش نوشت
"یہ فردوس والا میاںؒ میر شد"
۱۰۴۵ھ

(ملّا فتح اللہ)

قطعات تاریخ وصال و تاریخ پیدائش

شہ و در زماں فضل الٰہی — میاں میرؒ آں ولی صاحب توقیر
رہبر متقی پیدا است سرور — لیکن تاریخ تولیدش بجو تحریر

بجز تاریخ وصلِ آں شد دیں	زتاج الاصفیا آمد میاں میرؒ

(مفتی غلام سرور لاہوری)

میر دُنیا و دیں میاں میرؒ است	واقف راز و محرم اسرار
ہست "میر بہشت" تولیدش	ہم میاں میرؒ چشمۂ انوار

باز فرمودہ شیخ والا جاہ	عقل تولید او بصد تکرار
بندۂ مقتدا میاں میر است	سال تولید آں شہ ابرار
۹۵۷ھ

ہادی صدق میر اشرف خوانی	وصل آں شاہ زبدۃ الاخیار
نیز فیاض حق ولی آمد	ہم میاں میرؒ دستگیر اے یار
۱۰۴۵ھ	۱۰۴۵ھ

آں میاں میری کہ پیر رہنمائے خلق بود	مقبل حق بود و مقبول شہ خیرالانام
سال تولیدش میاں میری ولی متقی	سال ترحیل است شمش الاتقیا ہادی امام

زیارتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وصال سے تھوڑا سا وقفہ پہلے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ جلدی چارپائی سے اتر کر الصلوٰۃ والسلام علیکم یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیکم یا رسول اللہ کہنے لگے۔

شہزادہ دارا شکوہ قادری اپنی تصنیف ''سکینۃ الاولیاء'' میں لکھتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ کے مزار پُر انوار کے طواف اور زیارت کے لیے ہر جمعرات کو کثیر تعداد میں لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ اور فیضان حاصل کرتے ہیں۔ خصوصاً حضرت کے اصحاب ہر جمعرات کو آپ کے مزار کا طواف ضرور کرتے ہیں۔ اور جو شخص مراد لے کر آتا ہے۔ وہ اس متبرک مزار کی زیارت کے بعد ضرور فیضیاب ہوتا ہے۔

حضرت میاں میرؒ کے تبرّکات

۱ جس وقت حضرت میاں میرؒ سرہند تشریف لے گئے تھے تو ان ایّام میں وہ وہاں بیمار پڑ گئے۔ اس وقت حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادرؒ جیلانی آپ کے پاس تشریف لائے اور ایک سیپ کی کشتی عطا فرمائی۔ جس میں پانی پینے سے آپ کو شفا ہو گئی۔ یہ کشتی آپکے خادم خاص نور محمدؒ کے پاس تھی۔ سرہند میں حضور غوث پاکؒ کے ہمراہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپکی عیادت کے آئے تھے۔

۲ حضرت کے بہت سے دیگر تبرکات بھی نور محمدؒ کے پاس تھے۔ جس پر آپکو بیحد اعتماد تھا۔

۳ جب شاہجہان آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا تو حضرت سید اشرفؒ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت میاں میرؒ نے اپنی داڑھی کے چند بال انہیں مرحمت فرمائے تھے جن میں سے ایک بال انہوں نے شہزادہ داراشکوہؒ کو دیا تھا۔

۴ حضرت میاں میرؒ کا تکیہ جو انہوں نے سات سال استعمال کیا تھا اور وہ پھر شہزادہ داراشکوہؒ کو دے دیا تھا۔

۵ جہانگیر بادشاہ کا جانماز

۶ شاہجہان کی پیش کردہ سفید دستار اور خرما کی تسبیح۔

۷ ایک شخص کو آپ نے اپنا رومال بھی مرحمت فرمایا تھا۔

حضرت میاں میرؒ

کے گیارہ اُصول

حضرت میاں میرؒ بالا پیر قادری لاہوری نے اپنی زندگی کے درج ذیل اُصول بنائے تھے اور آپ ان پر تا وصال مکمل طور پر کاربند رہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ شریعت و طریقت کے کس قدر پابند تھے۔ کیا اس زمانے میں بالخصوص لاہور میں کوئی مردِ مومن ہے جو اس طرح فرمانِ رسول کی متابعت کرتا ہو۔

۱ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے تھے کہ میں بلاشک روزانہ اللہ تعالیٰ سے ستّر مرتبہ معذرت چاہتا ہوں۔ اور آپ کا طریق کار تھا کہ ہر روز مشائخ لاہور کی قبروں کی زیارت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جنگلوں، بیابانوں اور باغوں میں مصروف رہا کرتے تھے۔

۲ عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور سُنّتِ خیر الانام کی مکمل متابعت کرتے تھے اور تاحیات اس میں ذرا بھر بھی کوتاہی نہیں ہوئی۔

۳ آپ ’’وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ‘‘ کی مکمل و اکمل تفسیر تھے۔

۴ نماز باجماعت کی باقاعدگی سے پابندی کرتے تھے۔ تہجّد گزار تھے اور روزے مکمل رکھتے تھے۔ سالہا سال تک رات دن بیدار رہنے کے باوجود نماز باجماعت میں فرق نہ آیا۔ اور اس میں سرِ مُو فرق نہ آنے دیا۔

۵ حضرت غوث الثقلین سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کے عاشق تھے۔ آپ کا نام مبارکہ بغیر وضو کے نہ لیتے تھے اور آپ کے احکام کی مکمل پیروی کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حضور غوث الاعظمؒ کی تربیت حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیّین رحمت اللعلمین نے بصورت جسمانی و روحانی فرمائی تھی۔ جس کا فیض ہم کو بھی ملا تھا۔

۶ سلاطین، شہزادے، شہزادیاں، وزیراعظم، صوبیدار، سپہ سالار، اُمراء، وزرا اور خواصُ عوام آنجنابؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ مگر آپ نذرانہ قبول کرنے سے اجتناب برتتے تھے۔ بلکہ کوئی اگر ایسا کرتا تھا تو فرماتے تھے کہ کیا تم نے مجھے فقیر سمجھا ہے۔ یہ لے جاؤ اور کسی مستحق کو دے دو۔

۷ رزقِ حلال کھاتے تھے۔ کم خوری، کم خوابی اور کم گوئی آپ کی صفاتِ عالیہ تھیں۔

۸ خُلقِ عظیم کے مالک تھے اور ایسی سوسائٹی تشکیل دی۔ جس کی مثال مدینتہ الاولیاء لاہور میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فلاں شخص عیالدار ہے۔ یہ کھانا اس کے ہاں بھیج دو۔ خرقہ اور گودڑی سے نفرت کرتے تھے۔ تجرید و تفرید کا مرقع تھے۔

۹ آنے والی صُبح کو اپنے پاس ایک حبہ بھی نہ رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ صوفی وہ ہے۔ جس کی نگاہ میں سنگ و حَسن برابر ہوں۔

۱۰ پاک اور صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔ کھدّر کا کرتا اور کم قیمت کی سفید دستار زیب تن فرماتے۔ اگر کپڑے میلے ہو جاتے تو خود دریا سے دھو لیتے فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کے سر کا ایک بال ناپاک ہو اور جسم کے تمام اعضاء دھو دیئے جائیں۔ تب بھی ناپاکی باقی رہتی ہے اور آدمی پاک نہیں ہو سکتا۔

۱۱ وہ کمرہ جس میں آپ نے ساٹھ سال قیام فرمایا۔ اس کا فرش پرانے بوریئے کا تھا۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں

پاکستان پر بھارتی یورش اور

حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری کی کرامت

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں بھارت کے لاہور پر خطرناک حملوں کو رد کرنے کے لئے فرزندانِ اسلام کی ایک چھوٹی سی جماعت نے بے سروسامانی کے عالم میں جس عالی ہمتی اور جوصلہ مندی سے مقابلہ کر کے اس کو عبرت ناک شکست دی۔ وہ رسالت مآب تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری کی رُوحانی امداد تھی۔ حالانکہ یہ حملے رات کی تاریکی میں کئے گئے۔ اور پاکستانی افواج میں تعداد کی کمی اور اسلحہ کی کمی بھی تھی۔ مگر اس کے باوجود لوگ کثرت سے خانقاہ عالیہ حضرت میاں میرؒ بالا پیر جاتے۔ اور غیبی امداد کے طالب ہوتے۔ جو بالآخر آپکی نظر کرم سے دونوں دفعہ اسلام کی فتح اور کفار کی شکست پر منتج ہوئیں۔ اس دوران ہزارہا لوگ روزانہ اس مرکز تجلیات و انوار پر حاضر ہو کر بارگاہ ربّ العزّت میں اہلِ اسلام کی فتح اور کُفار کی شکست کی دُعائیں کرتے اور پھر مجاہدین اسلام کی خدمت میں روزانہ کھانا بھیجتے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ حالانکہ دشمن کے لڑاکا اور جنگجو طیاروں کی فضائے لاہور پر نہایت نیچی اڑان تھی اور لاہور میں جنگ کی کیفیت سے سب لوگ پریشان تھے۔ مگر کوئی طیارہ بھی آپکے روضہ انوار کے اُوپر سے نہ گزر سکا۔ اور آپکی برکت سے اردگرد کی تمام آبادیاں محفوظ و مامون رہیں۔ لاہور کے ایک روحانی پیشوا حضرت حکیم محمد روح اللہ قادری نے فرمایا تھا کہ افواج پاکستان کا شعبہ حضرت میاں میر علیہ الرحمت کی زیر نگرانی ہے اور اللہ کریم سرزمین لاہور کو کفار کے حملے سے بچائے گا۔

بعد از وصال حضرت میاں میرؒ فاروقی

جو حضرات آپ کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے

بادشاہ، شہزادے، اُمرا، وزرا

اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ داراشکوہ قادری، نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظم لاہور، خان بہادر نواب زکریا خاں، مہاراجہ رنجیت سنگھ، میر معین الملک المعروف بہ میر منّو ناظم لاہور۔

سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب۔

چیف جسٹس (ریٹائرڈ) سید شمیم حسین قادری صوبائی وزیر اوقاف پنجاب محمد ذاکر قریشی مسٹر جسٹس (ریٹائرڈ) سردار محمد اقبال وفاقی محتسب اعلیٰ جنرل سوار خاں، جسٹس (ریٹائرڈ) ایس انوار الحق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خاں گورنر پنجاب،

صوفیائے کرام

حضرت خواجہ بہاریؒ، حضرت مُلّا شاہ بدخشانی، حضرت شاہ محمدؒ غوث قادری، حضرت بابا کریم بخشؒ قادری مجددی، حضرت قاضی سلطان محمودؒ قادری (اعوان شریف) حضرت مولانا غلام قادرؒ چشتی بھیروی، حضرت سید دیدار علیؒ شاہ قادری، حضرت میاں شیر محمدؒ نقشبندی

شرقپوری، حضرت میاں شہاب الدینؒ قادری، حضرت خواجہ قمر الدینؒ سیالوی، حضرت مولانا سردار احمدؒ فیصل آبادی، حضرت مولانا نبی بخشؒ حلوائی مفسر تفسیر قرآن پنجابی نظم، حضرت حکیم محمد روح اللہؒ قادری لاہوری، حضرت پیر غلام دستگیر نامی، حضرت آغا سکندر شاہؒ قادری گیلانی پشاوری، حضرت سید یوسفؒ الگیلانی، علامہ ابوالحسنات قادریؒ، حضرت مولانا ابوالبرکات قادری۔

صوفی برکت علی (دار الاحسان)

مرقد منور حضرت میاں میرؒ قادری پر حاضری دینے والوں میں بے شمار بزرگان کے علاوہ حضرت میاں عمر الدینؒ قادری المتوفی ۱۹۶۵ء سلامت پوری بھی تھے۔ جو نہایت متدین اور نیکوکار بزرگ تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور عاشق رسول تھے۔ آپ کا شمار حضرت میاں میرؒ کے شیدائیوں میں ہوتا ہے۔

ان کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔

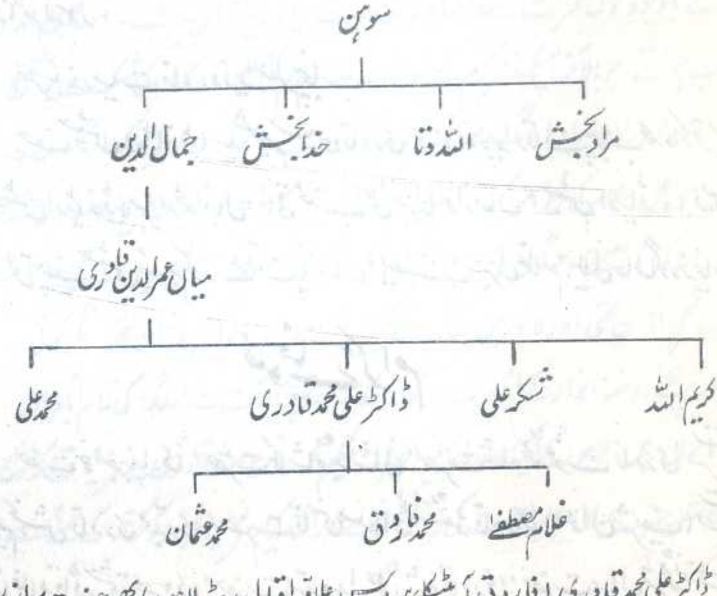

ڈاکٹر علی محمد قادری (فاروق آپٹیکل سروسز علامہ اقبال روڈ لاہور) بھی حضرت میاں میرؒ

کے ادنیٰ خدام میں سے ہیں۔

۱۹۶۸ء میں جسٹس سید محمود حسین جو اس وقت ڈھاکہ ہائی کورٹ کے جج تھے اور سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد بنگلہ دیش سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے منصب پر فائز ہوئے نے بھی لاہور تشریف لا کر کئی مرتبہ دربار حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ ـــــ قادری میں حاضری دی۔ بلکہ جب بھی وہ لاہور آتے تو حضرت داتا گنج بخش اور حضرت میاں میرؒ کے آستانوں پہ حاضری دیا کرتے تھے۔ سیّد صاحب موصوف کا تعلق سلہٹ کے علاقے سے تھا اور ان کے بزرگ حضرت شاہ جلالؒ سلہٹی کے ہمراہ آنے والے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ جسٹس سید محمود حسین کی اہلیہ محترمہ حضرت شاہ احسان اللہ (ڈھاکہ) کی نواسی تھیں۔ بنگال، آسام اور برما میں ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔

۱۹۸۲ء میں السیّد یوسف ہاشم الرفاعی سابق وزیر پٹرولیم مملکت کویت نے مؤتمر العالم الاسلامی پاکستان کے عہدیداروں کی معیت میں دربار حضرت میاں میرؒ میں حاضری دی۔ سردار علی احمد خان نے دستار بندی کرائی۔ یہاں حاضری دینے کے بعد ہاشم الرفاعی نے فرمایا کہ انہیں یہاں ایک مخصوص روحانی کیف حاصل ہوا ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔ اس موقعہ پر رانا صفدر جنگ سیکرٹری جنرل مؤتمر عالم اسلامی پاکستان بھی ہمراہ تھے۔

محکمہ اوقاف

محکمہ اوقاف نے اس خانقاہ کو ۱۹۶۰ء میں قبضہ میں لیا - اس وقت سید نورالحسن شاہ سجادہ نشین تھے - اس وقت سے آج تک محکمہ اوقاف خانقاہ عالیہ کی نگہداشت کر رہا ہے - روضہ اقدس، مسجد، چار دیواری اور حجروں کی مرمت کر دی گئی ہے - مگر ابھی تک مشرقی دیوار تعمیر نہیں ہو سکی - روشنی کے لیے ہر چہار اطراف میں بجلی کی ٹیوبیں لگوا دی گئی ہیں - جہاں پہلے کھنڈر تھے - وہاں اب ایک سادہ اور پُرشکوہ عمارت اُبھر رہی ہے - کسی وقت مجلس اُمورِ مذہبیہ کے صدر سید بابر علی نے مزار اقدس پر سفید سنگِ مرمر کا گنبد تعمیر کرنے کی پیش کش کی تھی - جو کہ انہوں نے مکمل کر دی ہے اور گنبد کے بیرونی اوپر کے حصے کو سنگ مرمر کی ٹائیلوں سے مزین کر دیا گیا ہے -

متوقع آمدن سالانہ دربار ہذا ساڑھے تین لاکھ روپیہ ہے جبکہ خرچ کا تخمینہ سالانہ دو لاکھ کے قریب ہے - امام مسجد مولوی ممتاز احمد اور خطیب مفتی حبیب احمد ہاشمی ہیں - منیجر اوقاف ملک نوازش علی محکمہ اوقاف کی طرف سے تعینات ہیں - یہاں یہ امر محکمہ اوقاف کی توجہ کے لیے بتایا جاتا ہے کہ محکمہ اوقاف نے روضہ منورہ پر آپ کے سالِ وصال کے اشعار غلط لکھوائے ہیں

ارکان اُمور مذہبیہ کمیٹی

دربار حضرت میاں میرؒ کی اُمور مذہبیہ کمیٹی کے چیئرمین بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) فواد احمد ہیں اور

اراکین میں سید بابر علی شاہ، میاں محمد اسحاق کونسلر، میاں جان کونسلر، میاں محمد شریف، مسعود احمد خاں، چوہدری محمد علی ہیں۔ سیکرٹری کے فرائض ملک نوازش علی، منیجر اوقاف دربار مذکور ادا کرتے ہیں۔ تعمیراتی کمیٹی کی چیئرمین بیگم جسٹس (ریٹائرڈ) این ایم جان ہیں۔

عرس اور میلے

آخری چہار شنبہ ماہ صفر میں آپ کے مزار پرانوار کا غسل مبارک ہوتا ہے۔ لاہور، مضافات لاہور اور بیرون لاہور سے بہت سی خلقت جمع ہوتی ہے اور اس طرح مزار اقدس پر ایک اچھا خاصہ میلہ لگ جاتا ہے۔ عقیدت مند حضرات ریشمی غلاف اور چادریں چڑھاتے ہیں اس کے علاوہ ساون اور بھادوں کے ہر بدھ کے روز خوب میلہ بھرتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے۔ سرکاری طور پر بھی علاقے کے افسران آتے تھے۔ کبڈی اور دوسری کھیلوں کا بھی خاصہ اہتمام ہوتا تھا۔ جیتنے والی ٹیموں کو انعامات دیئے جاتے ہیں۔ لیکن آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے اب وہ رونق نہیں رہی۔ مگر پھر بھی سال میں ایک عرس اور پانچ میلے ہوتے ہیں۔ عرس محکمہ اوقاف اور سجادہ نشینان کی سرکردگی میں علیحدہ علیحدہ اپنے طور پر بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے ہوتا ہے۔ یہ عرس اور میلہ حضرت میاں میرؒ کے وصال کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ جیسا کہ "سکینۃ الاولیا" کی عبارات سے ظاہر ہے۔

محکمہ اوقاف سے اپیل

"اراکین کنز الایمان سوسائٹی لاہور چھاؤنی" نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے۔ جس کی نقل اس طرح ہے۔" حضرت میاں میرؒ بالا پیر قدس سرہٗ العزیز جو امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی اولاد پاک سے ہیں اور اہل سنّت کے برگزیدہ صوفیائے کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ درگاہ شریف کا تقدس پامال ہو رہا ہے۔ ڈھول ڈھمکا، ناچ گانا، بھنگی، چرسی اپنے اپنے انداز میں اکثر اپنے کرتب دکھاتے رہتے ہیں۔ عرس کے دنوں میں تو ہر واہیات (تھیٹر وغیرہ) کام درگاہ کے گرد و نواح میں ہوتا ہے۔ حالانکہ محکمہ کے قیام کا اولین مقصد درگاہوں پر ہونے والی غیر شرعی حرکات واہیات کو روکنا تھا۔ لیکن اب یہ تمام واہیات کام محکمہ کے قیام سے پہلے کی نسبت عروج پر ہے۔

قبرستان کی حالت زار ناقابل بیان ہے۔ اس کی مٹی ہر روز کم ہوتی جا رہی ہے اور قبرستان گڑھوں کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ وضو کے لیے اکثر پانی دستیاب نہیں ہوتا۔ یہاں پر نہایت کم پاور والا ٹیوب ویل اور خاص کر جمعتہ المبارک کو پانی کی قلت ہوتی ہے۔ امید ہے کہ محکمہ اوقاف اور انتظامیہ درگاہ حضرت میاں میرؒ قدس سرہٗ ان برائیوں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔"

درگاہ کے جانب شمال وسیع و عریض اراضی پر محکمہ اوقاف ایک پارک بنانے کی تجویز پر غور کر رہا

ہے ٹیوب ویل کام کر رہا ہے۔

اندرون احاطہ چار دیواری حضرت میاں میرؒ فاروقی مُردے کو دفن کرنے کی فیس تین ہزار روپے ہے جبکہ چار دیواری کی جنوبی دیوار کے ساتھ دفن کرنے کے لئے ایک ہزار روپیہ فیس مقرر ہے۔ قبرستان عوام الناس میں مُردہ دفنانے کی سرکاری فیس کوئی نہیں ہے۔ مگر سُنا ہے کہ اب اندرون احاطہ چار دیواری قبر کے لیے پانچ ہزار روپیہ میں بھی جگہ دستیاب نہیں ہے۔ جس کے لئے حکومت سے پیشگی منظوری حاصل کرنی پڑتی ہے۔

فروری ۱۹۸۴ء میں میاں محمد ذاکر قریشی صوبائی وزیر اوقاف حکومت پنجاب نے خانقاہِ عالیہ حضرت میاں میرؒ فاروقی میں شجر کاری مہم کے سلسلے میں ایک پودا لگایا۔

بادشاہی مسجد

لاہور کی تعمیر

ایک روایت یوں بھی بیان کی گئی ہے کہ شہزادہ داراشکوہؒ کو حضرت میاں میرؒ اور حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ جو شہزادہ کے پیر و مُرشد تھے، سے بہت زیادہ عقیدت و ارادت تھی اور اُس عقیدت کی بناء پر اس نے اِن ہر دو حضرات کی خانقاہیں اور مقابر لاہور میں تعمیر کرائے تھے اور اس کی یہ خواہش تھی کہ شاہی قلعہ لاہور سے ایک سڑک آپ کے مزار اقدس تک بنوائی جائے اور خود پیادہ پا حضور کے مزار پُرانوار پر حاضری دینے کی سعادت حاصل کر سکے اور اس غرض سے اس نے کثیر التعداد قیمتی پتھر از قسم سنگِ مرمر اور سنگ سُرخ باہر سے منگوائے۔ لیکن افسوس کہ زندگی کے دن پُورے ہو چکے تھے - اس کی یہ نیک آرزوئیں دل کی دل میں ہی رہ گئیں۔ اورنگ زیب عالمگیر نے تینوں حقیقی بھائیوں (شہزادہ داراشکوہ، شہزادہ مراد اور شہزادہ شجاع) کو قتل کر کے اور والد شاہجہان کو قید کر کے ہندوستان کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے سڑک کی تعمیر کو فضول قرار دیتے ہوئے شاہی قلعہ لاہور کے بالمقابل ایک نہایت عظیم الشان مسجد بنانے کا حکم صادر فرمایا اور اس طرح وُہ تمام پتھر اور سامانِ عمارت جو سڑک کی تعمیر پر خرچ ہونا تھا - اس سے دُنیا کی سب سے بڑی جامع مسجد تعمیر ہو گئی۔ شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف "ہسٹری آف لاہور" نے یہی تحریر کیا ہے۔

درگاہِ عالیہ

حضرت میاں میرؒ قادری لاہوریؒ

حضرت میاں میرؒ کی خانقاہ عالیہ، چار دیواری، مسجد وغیرہ شہزادہ دارا شکوہؒ قادری نے تعمیر کرائی تھی۔ احاطہ چار دیواری ۲۰۰ × ۱۱۰ قدم ہے۔ تینوں دیواروں غربی، جنوبی اور شمالی کی مرمت کروادی گئی ہے۔ مشرقی دیوار نہیں ہے۔ جانب شمال اور جانب جنوب دو دو دروازے ہیں۔ چار دیواری خانقاہ معلّیٰ کے جانب مغرب اور شمال ایک بہت بڑا میدان تھا۔ جو شمالاً نہر کے آنے سے اور مغرب میں ریلوے لائن تعمیر ہونے سے ختم ہو گیا ہے۔ مگر موجودہ زمانے میں تو آبادی ہر چہار طرف بہت زیادہ ہو گئی ہے۔

مقبرہ

چبوترہ مقبرہ ۲۶ × ۲۶ قدم ہے جو کہ مکمل طور پر سنگِ مرمر سے تعمیر شدہ ہے۔ شمال اور جنوب کی طرف سیڑھیاں سنگِ مرمر کی ہیں۔ اس چبوترے کے درمیان مقبرہ کی عمارت ہے دروازہ آمد و رفت جانب جنوب ہے۔ جس کا ایک زینہ سنگِ مرمر کا اور چوکھٹ سنگِ سرخ کی ہے۔ اندرون مقبرہ کا تمام فرش سنگِ مرمر کا ہے۔ جس میں سنگ موسیٰ اور سیاہ کی گلکاری ہے اس مقبرہ کی تین اطراف محرابیں قالبوتی ہیں۔ اندرونی عمارت میں قد آدم سنگِ مرمر لگایا گیا ہے۔ گنبد کی چھت میں شیشہ کا کام ایک انگریز مسٹر بٹل نے کرایا تھا۔ جو مسٹر گبن ایک سوداگر

کا ملازم تھا - چبوترہ ایک فٹ بلند سنگ مرمر کا ہے - جس کے اُوپر تعویذ سنگِ مرمر کا ہے اور خوبصورت جنگلہ بھی سنگ مرمر کا ہے - فرش قالینوں سے سجایا گیا ہے - جھاڑ اور فانوس بھی آویزاں ہیں -

مقبرہ سے پیچھے جانب جنوب دو قدیم قبور ہیں اور ساتھ ہی صدر دروازہ اور مقبرہ کے درمیان ۸ اُونچے چبوترے پر سجادہ نشین وغیرہ کی پندرہ قبور ہیں -

مسجد

چار دیواری احاطہ حضرت میاں میرؒ میں غربی دیوار کے درمیان ایک مسجد جو شہزادہ دارا شکوہؒ کی تعمیر کردہ ہے - موجود ہے - اس کے شمالاً جنوباً اطراف میں حجرے ہیں - مسجد کے پانچ مدور گنبد ہیں - ایوان اور صحن کا فرش سنگ مرمر کی سلوں سے مزین ہے - ایوان مسجد ۴۰ × ۱۱ قدم ہے - صحن سے ایوان مسجد دو فٹ بلند ہے - اس کے پانچ دروازے ہیں - چھت قالبوتی ہے مسجد پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں جانب جنوب اور شمال ہیں اور باہر صحن مسجد ۴۱ × ۱۳ قدم ہے

حضرت میاں میرؒ کے روضۂ انور کے قریب بعد از وصال حضرت خواجہ بہاریؒ اور حضرت شیخ عبد الغنیؒ نے جھونپڑی بنائی تھی - جس میں ہر زائر کو طواف کرنے اور فاتحہ کی سہولت میسّر کرتے تھے - صدر دروازہ درگاہ چاندی کے خوبصورت پتروں سے مزیّن ہے اور ان پر اللہ، محمدؐ تحریر ہے - نیز روضۂ عالیہ سے نیچے پیتل کا بڑا شمعدان بھی موجود ہے -

صدر دروازے سے جانب مشرق دفاتر محکمہ اوقاف، لائبریری، دفتر برائے اراکین اُمور مذہبیہ کمیٹی وغیرہ ہیں - اور جانب مغرب وُضو خانے ہیں -

اس احاطہ میں نیم، بڑ، پیپل، دھریک، وغیرہ کے بہت سے سایہ دار درخت ہیں -

چاہ نورُ ایمان والا

نور محمد لاہور کا گگے زئی تھا - اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کی بہت عزت کرتا تھا ایک دفعہ مہاراجہ کی فرمائش پر یہ اس کے لیے گھوڑے خرید کر لایا - تو مہاراجہ اس کی دیانت داری سے اس قدر خوش ہوا کہ اس کو "نور ایمان والا" کے خطاب سے نوازا - عہد سکھاں میں اس نے لاہور میں بہت ناموری حاصل کی - اس کی دو تیار کردہ مساجد کشمیری بازار بھی اب بھی یادگار ہیں - اس نے روضہ عالیہ حضرت میاں میرؒ میں اندرون چار دیواری ایک چاہ بنوایا - جو "چاہ نور ایمان والا" کہلاتا ہے اور روضہ عالیہ حضرت میاں میرؒ سے جانب مشرق واقع ہے اس کے ارد گرد سجادہ نشینان و مجاورین درگاہ وغیرہ کی قبور ہیں - عہد مہاراجہ میں لاہور میں گھوڑوں کی کاٹھیاں بیچنے کا کام کرتا تھا - اس نے کئی ایک روضوں کی مرمت بھی کرائی تھی - اپنی تیار کردہ مسجد واقع کشمیری بازار میں اس نے نماز جمعہ کی خطابت کے لیے ایک مولوی جان محمد کو مقرر کیا ایک دن اس کی تقریر سننے گیا تو اس قدر اثر ہوا - کہ اس نے نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اپنے رہائشی مکان میں سے اپنے بیوی بچوں کو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا - اور اپنا رہائشی مکان مولوی صاحب مذکور کو دے دیا اور نہ ہی سامان نکالا یعنی سوائے کپڑوں کے گھر والے کوئی چیز باہر نہ لائے - اب یہ کنواں بند کر دیا گیا ہے اور اس پر ٹیوب ویل نصب ہے -

محکمہ اوقاف نے روضہ منورہ سے جانب مشرق ایک فوارہ بھی نصب کرایا ہے -

سجادہ نشینان خانقاہ عالیہ

حضرت میاں میر فاروقی قادریؒ

شہزادہ داراشکوہ قادریؒ نے حضرت میاں میرؒ کے وصال کے بعد ان کی ہمشیرہ حضرت بی بی جمال خاتونؒ کے صاحبزادے جناب محمد شریفؒ کو سندھ سے بلوا کر اس خانقاہ عالیہ کا سجادہ نشین مقرر کیا اور تمام عمارات، جاگیر متعلقہ خانقاہ معلّٰی اس کو تفویض کیں فرمان بادشاہی بھی عطا کیا۔ بعد از وفات حضرت خواجہ محمد شریفؒ روضہ عالیہ سے نیچے پائینتی (جنوب) کی طرف سنگ سرخ سے بنائی گئی قبر میں مدفون ہیں۔ اور کچھ سجادہ نشین بھی مقبرہ عالیہ سے حدِ دروازہ (جنوب) تک دفن ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

مقبرہ سے نیچے دو قبور ہیں۔

۱ حضرت خواجہ محمد شریفؒ سجادہ نشین اوّل المتوفی ۱۰۵۴ھ مطابق ۱۶۴۵ء (عہد شاہجہان)

۲ حاجی محمد صالح کاشمیریؒ قادری المتوفی ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۶ء۔

مزار پُر انوار سے نیچے چوڑے بلند چبوترے پر جانب جنوب پندرہ قبور کے نشانات ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱ شیخ حسین قادری المتوفی ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۶۶ء زمانہ گورنر لاہور ابراہیم خان

۲ مہدی شاہ قادری المتوفی ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۶۹۲ء۔ خان جہاں بہادر گورنر لاہور

۳ شیخ نور عالی قادری المتوفی ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۶ء - مہابت خان ابراہیم گورنر لاہور
۴ شیخ مراد اللہ قادری المتوفی ۱۱۲۷ھ مطابق ۱۷۱۵ء عبد الصمد خان دلیر جنگ ناظم لاہور
۵ حنیف شاہ قادری المتوفی ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء (ایضاً)
۶ شیخ مراد بخش قادری المتوفی ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۵ء "
۷ جعفر شاہ قادری المتوفی ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۴ء "
۸ شیخ عزیز اللہ قادری المتوفی ۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۶ء دیوان کابلی مل
۹ شیخ قادر بخش قادری المتوفی ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۷ء تیمور شاہ
۱۰ میاں معصوم شاہ قادری المتوفی ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۵ء "
۱۱ میاں خدا بخش قادری المتوفی ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۶ء مہاراجہ رنجیت سنگھ
۱۲ میاں امام شاہ قادری المتوفی ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۳۰ء "
۱۳ میاں محمد شاہ قادری المتوفی ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء "
۱۴ امیر شاہ قادری المتوفی ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۳۰ء "
۱۵ میاں ملا شاہ فقیر قادری المتوفی ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۵ء سرجان لارنس

سید مقصود علی شاہ نے بتایا کہ حکومت برطانیہ نے ۵ مئی ۱۸۵۲ء کو لاہور چھاؤنی کے لئے ۲۴۴ بیگھہ اراضی (از جاگیر عطا کردہ شہزادہ داراشکوہؒ بدست حضرت محمد شریفؒ) حاصل کر لی تھی اس زمانہ میں افسر مال لاہور لالہ رام لال انند تھا - اور اس وسیع و عریض رقبہ کو چھاؤنی کی بارکیں بنانے میں صرف کیا -

درج بالا قبور کے علاوہ اندرون چاردیواری احاطہ حضرت میاں میرؒ فاروقی یہ قبور بھی ہیں سجادہ نشینان و متولیان درگاہ عالی -

محبوب شاہ عہد اوائل حکومت انگریز

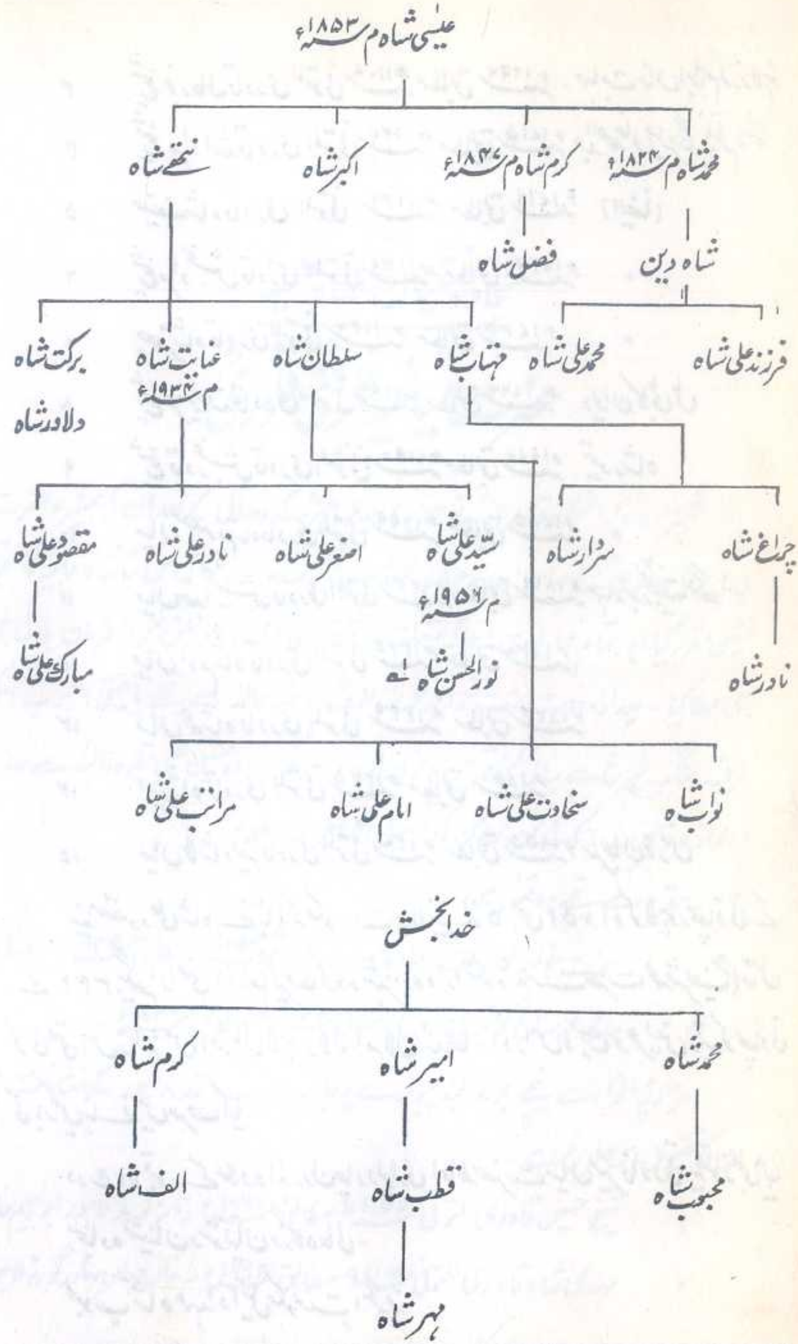

؎ اس سجادہ نشین سے محکمہ اوقاف حکومت پنجاب نے خانقاہ عالیہ حضرت میاں میر رح قادری فاروقی کا چارج لیا تھا

محبوب شاہ ۱۸۹۵ء سے قبل درگاہ کے سجادہ نشین و متولی تھا۔

مزید سجادہ نشینان کی قبور جانب مشرق ہیں۔ ایک کمرہ میں عیسیٰ شاہ اور کرم شاہ وغیرہ کی قبور ہیں اور اسی اطراف میں دیگر سجادہ نشینان کی بھی قبور ہیں۔

اندرون چار دیواری روضہ منورہ دیگر قبور کی مختصر تفصیل اس طرح ہیں۔

۱ ایک کمرہ میں حور بیگم دختر شمس العلماء خواجہ حسن نظامیؒ دہلوی کی قبر ہے

۲ خان بہادر سید محمد یوسف اکبر آبادی م ۱۹۵۵ء

۳ لیفٹیننٹ عابد مجید شہید آرمرڈ کور عمر ۲۱ سال شہادت ۱۹۶۵ء

۴ شیخ لائق علی م ۱۹۶۵ء۔

۵ شیخ محمد اکرام مصنف آب کوثر، رود کوثر، موج کوثر م ۱۹۷۳ء

۶ ڈاکٹر محمد یوسف م ۱۹۷۱ء

۷ لیفٹیننٹ کرنل شریف الحسن م ۱۹۶۷ء

۸ نواب محمد غیاث الدین م ۱۹۶۳ء

۹ لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر ظہور احمد صدیقی م ۱۹۷۷ء

۱۰ خان بہادر احمد حسن خاں ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر م ۱۹۵۵ء

۱۱ خان بہادر محمد زمان خاں ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل م ۱۹۶۶ء۔

۱۲ خواجہ بشیر بخش م ۱۹۷۵ء،

۱۳ خان بہادر سیّد محمد عبداللہ م سنہ ء

سجادہ نشینان

حضرت محمد شریف فاروقیؒ

آپ حضرت بی بی جمال خاتونؒ ہمشیرہ حضرت میاں میرؒ فاروقی کے صاحبزادے تھے بعد وصال حضرت میاں میرؒ ان کو شہزادہ دارا شکوہ قادری نے لاہور بلوا کر روضہ خانقاہ عالیہ کا متولّی و سجادہ نشین مقرر کیا تھا۔ یہاں پہلے موضع ہاشم پورہ آباد تھا اور ڈھوڈی راجپوت اولاد جو یہاں رہائش پذیر تھے اور مالک اراضی تھے۔ ان سے شہزادہ نے یہ زمین قیمتاً خرید لی تھی۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتا ہے کہ فرمان بادشاہی دربابِ تفویض سجادگی سجادہ نشینان کے پاس موجود تھا۔

وفات آپ کی ۱۰۵۴ھ مطابق ۱۶۴۵ء میں ہوئی۔ اور قبر حضرت میاں میرؒ کے پائینتی میں نیچے بنی۔ اس وقت نواب قلیچ خاں گورنر لاہور تھا اور بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالمگیر تھا۔

مہدی شاہ فاروقیؒ

حضرت محمد شریفؒ فاروقی کے دو صاحبزادے تھے۔

۱ شیخ نور علی۔

۲ مہدی شاہ

بعد وصال والد بزرگوار کے مہدی شاہ سجادہ نشین مقرر ہوا۔ اس کو گھوڑے پالنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ان کے گھوڑے باہر چر رہے تھے کہ زمینداران ہاشم پورہ نے ان کو پکڑ کر باندھ چھوڑا۔ مہدی شاہ نے ان سے گھوڑوں کی واپسی کے لئے کہا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر انہوں نے ناظم لاہور سے استدعا کی۔ تو انہوں نے گھوڑے واپس کئے۔ بعد میں فقرائے روضہ حضرت میاں میرؒ ہاشم پورہ میں واسطے گدائی گئے۔ تو انہوں نے ان کو گاؤں میں داخل نہ ہونے دیا۔ شہزادہ داراشکوہؒ کو علم ہوا۔ تو اس نے ناظم لاہور کو حکم دیا کہ ہاشم پورہ مسمار کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کو گرا دیا گیا۔ میاں میر پنڈ مہدی شاہ نے آباد کرایا تھا۔ اور اس نے اپنی رہائش باغ ملا شاہؒ میں رکھی۔

آپکی وفات ۱۱۰۶ھ مطابق ۱۶۹۳ء میں ہوئی۔ عہد عالمگیری تھا اور مہابت خاں ابراہیم گورنر لاہور تھا۔

جعفر شاہ فاروقیؒ

آپ حضرت مہدی شاہؒ کے صاحبزادے تھے۔ اس نے پہلے پہل باغ ملا شاہؒ میں رہائش اختیار کی۔ اور اس طرح دیہہ کی آبادی بڑھنے لگی۔

آپ کا وصال ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۴ء میں ہوا۔ عہد زوال سلطنت چغتائیہ تھا اور نواب عبدالصمد خاں بہادر دلیر جنگ ناظم لاہور تھا۔

معصوم شاہ فاروقیؒ

آپ میاں جعفر شاہ کے فرزند تھے معصوم شاہ کی ایک بیٹی زہرہ بی بی تھی۔ جس کا نکاح میاں قادر بخش بن مراد بخش از اولاد محمدؐ شریف فاروقی سے ہوا۔ آپؒ کی وفات ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۵ء میں ہوئی

یہ سہ حاکمان لاہور (سوبھا سنگھ، لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ) کا زمانہ جبر و استبداد تھا۔

حنیف شاہ فاروقیؒ

سہ حاکمان لاہور (گوجر سنگھ، لہنا سنگھ اور سوبھا سنگھ) کے زمانہ میں گرد و نواح آبادیات کے لوگ بہ سبب غارتگری و لوٹ مار کے چار دیواری باغ ملّا شاہؒ میں آ کر آباد ہوتے رہے۔ اور بعد زمان شاہ یہ چار دیواری ایک قلعہ تصوّر کی جانے لگی۔ گوجر، راجپوت اور جاٹ یہاں آ کر رہائش پذیر ہوئے اور پھر یہاں ہی کے ہو کر رہ گئے۔ اور یہ ایک گاؤں کی صورت اختیار کر گیا۔ حنیف شاہ کی چار لڑکیاں تھیں۔ اس میں سے ایک فضل النسار کی شادی حنیف شاہ نے اپنے بھانجے خدا بخش بن قادر بخش سے کر دی اور دوسری لڑکی مسماۃ خیر النسار حضرت امام غلام محمدؒ خطیب مسجد وزیر خان المعروف امام گاموں سے بیاہ دی۔ تیسری لڑکی مہر النسار کی شادی عیسٰی شاہ سے اور چوتھی لڑکی کرم النسار اکبر شاہ شرقپوری سے بیاہ دی۔

آپ کی وفات ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں ہوئی۔ نواب عبد الصمد خاں دلیر جنگ ناظم لاہور تھا۔

خدا بخش فاروقی

یہ خدا بخش میاں قادر بخش بن مراد بخش بن عزیز اللہ بن مراد اللہ بن شیخ نور علی حضرت محمد شریف فاروقی کا بیٹا تھا۔ یہ خدا بخش حنیف شاہ سجادہ نشین کا بھانجا اور داماد تھا۔ اس کے تین فرزند تھے۔

۱ محمد شاہ،

۲ امیر شاہ،

۳ کرم شاہ

آپ کی وفات ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۶ء میں ہوئی۔ یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دورِ حکومت تھا۔

محمد شاہ فاروقی

والد کی وفات کے بعد گدی نشین ہوا۔

محبوب شاہ سجادہ نشین اس کا فرزند تھا۔

آپ کی وفات ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء میں ہوئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا عہد حکومت تھا۔

محبوب شاہ فاروقی

والد گرامی محمد شاہ بن میاں خدا بخش کی وفات کے بعد یہ سجادہ نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر چار سال کی تھی۔ پہلے اس کا سرپرست بوجہ کمسنی امیر شاہ تھا۔ اور جب امیر شاہ فوت ہو گیا تو کرم شاہ اس کا سرپرست بنا۔ اس کی سجادہ نشین کی دستار بندی ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی۔ جس میں لاہور کے بیشتر سجادہ نشینان شریک ہوئے اور اس کی دستار بندی کی گئی۔

اس کا مرشدی سلسلہ اس طرح ہے:

محبوب شاہ مرید پیر شاہ مرید حنیف شاہ مرید غلام فرید مرید معصوم شاہ مرید میاں رحمت اللہ شاہ مرید شاہ عزیز اللہ مرید سید برہان الدینؒ مرید حضرت میاں پیرؒ (تحقیقاتِ چشتی)

محبوب شاہ نے اندرون چار دیواری ایک دالان بھی بنوایا تھا۔ اس نے مقبرہ حضرت ملا شاہؒ بدخشانی کی بھی مرمت کرائی تھی۔

بوقت تعمیر لاہور چھاؤنی تالاب نادرہ بیگم کی اینٹیں دو سو پچاس روپے میں میاں محمد سلطان ٹھیکیدار نے باجلاس میجر میکریگر ڈپٹی کمشنر لاہور خریدیں اور یہ رقم محبوب شاہ سجادہ نشین کو ادا

کی گئی۔

وفات ۱۹۰۰ء کے قریب میں ہوئی۔ اور اندرون چاردیواری حضرت میاں میرؒ دفن ہوا۔ یہ انگریزی عہد تھا۔

عنایت شاہؒ ولد ننھے شاہؒ

سید عنایت شاہ ولد ننھے شاہ ولد عیسیٰ شاہ المتوفی ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ء متولی و سجادہ نشین درگاہ حضرت میاں میرؒ تھے۔ آپ سرکاری ٹھیکیدار تھے۔

آپ کی وفات ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں ہوئی اور اندرونی چاردیواری حضرت میاں میرؒ دفن ہوئے۔ سر سکندر حیات خان ۱۹۳۴ء میں قائم مقام گورنر پنجاب تھا۔

سیّد علی شاہؒ

سیّد علی شاہ ولد عنایت شاہ ولد ننھے شاہ ولد عیسیٰ شاہ متولی و سجادہ نشین درگاہ حضرت میاں میرؒ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد مقرر ہوا۔

سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کے عہدِ حکومت میں جب میر مقبول محمود پارلیمنٹری سکریٹری نے اوقاف سے متعلقہ مسودّہ قانون بنایا تو اس کی مخالفت میں سجادہ نشینان نے ایک انجمن بنائی۔ جس میں سید علی شاہ اور پیر غلام دستگیر نامی مصنّف "بزرگانِ لاہور" بھی شامل تھے۔ ایک صدر تھا اور دوسرا سکرٹری اور ان لوگوں نے بہت سے پمفلٹ وغیرہ حکومت کے خلاف شائع کرائے کہ اوقاف کو حکومت اپنے قبضہ میں نہ لے۔

آپ کی وفات ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ہوئی اور اندرون احاطہ چاردیواری دفن ہوئے۔ نواب مشتاق احمد خاں گورنر جنرل مغربی پاکستان تھا۔

نورالحسن شاہ

جب حکومت پاکستان نے محکمہ اوقاف بنایا تو دربار حضرت میاں میرؒ فاروقی کا ۱۹۶۰ء میں سید نورالحسن شاہ آخری سجادہ نشین ومتوّلی سے چارج لے لیا گیا - اس سال ملک امیر محمد خان گورنر پنجاب تھا -

نورالحسن کا والد سید علی شاہ ولد عنایت شاہ تھا -

آپ آج کل رُکن وفاقی مجلس شوریٰ ہیں -

امام گاموںؒ

حضرت میاں میرؒ فاروقی کی خانقاہ کے ایک سجادہ نشین حنیف شاہ فاروقی المتوفی ۱۷۱۹ء تھے اور امام غلام محمدؒ المعروف امام گاموں انکی بیٹی خیر النساء سے بیاہے تھے۔ جو مسجد وزیر خاں کے خطیب و امام تھے۔

امام غلام محمدؒ المعروف بہ امام گاموں کا شمار لاہور کے مقتدر علمائے کرام میں ہوتا ہے آپ مولانا محمد صدیق بن مولانا محمد حنیف کے صاحبزادے تھے۔ یہ تینوں حضرات مسجد وزیر خاں لاہور کے خطیب و امام تھے۔ اور پنجاب میں ان کی بڑی عزت و تکریم تھی۔ آپ حافظ قرآن اور علوم متداولہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کا بے حد احترام کرتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ سکھ گردی میں مسجد وزیر خاں اِس احترام کی وجہ سے محفوظ رہی۔ آپ زہد و ورع میں لاثانی تھے اور قرآنِ پاک کی کتابت کر کے رزقِ حلال کماتے تھے۔ اس کا کچھ حصّہ اپنے پاس رکھتے۔ باقی طلبا اور درویشوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ عبداللہ بلوچ مزنگوی سے بیعت و خلافت یافتہ تھے۔ چھ پشت تک آپ کا خاندان اِس عظیم و نفیس مسجد سے وابستہ رہا۔

آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ جن میں کتاب "شمس التوحید" کو بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ شاعر بھی تھے۔

نمونہ کلام

ایں غریب ابن حافظ صدیق | از دل وجاں غلام ایں ہر چار
سُنّی و قادری و حنفی ام | از روافض خوارجی بے زار
ہمہ ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ نیز | چارم آں شاہ حیدر کرارؓ

آپ کی وفات شب شنبہ ۲۵۔ ذوالحج ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۷ء میں ہوئی اور مقبرہ مسجد وزیر خاں کی چاردیواری سے باہر جانب جنوب مشرق ایک بُلند گنبد کے نیچے ہے۔

نُورِ علیٰ نُور

خانقاہ معلّیٰ حضرت میاں میرؒ فاروقی اندرون چار دیواری کی مکمل تفصیل آپنے ملاحظہ فرمالی۔ جس کے اندر کثرت سے بزرگانِ دین دفن ہیں۔ اب بیرون چار دیواری کی تفصیل دیکھیں جانب مشرق شہزادی نادرہ بیگم اہلیہ شہزادہ داراشکوہ قادری کا باغ، تالاب، مقبرہ ہے جانب جنوب قبرستان عوام الناس ہے۔ جس میں حضرت ننھے شاہؒ دیوان۔ حضرت مُلّا حامد گوجرؒ، حضرت شیخ محمد لاہوریؒ وغیرہ اصحاب دفن ہیں۔ جانب جنوب مغرب مُلتان ریلوے لائن کے پار مقبرہ حضرت خواجہ بہارؒ، مقبرہ حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی، قبر حضرت بی بی جمال خاتونؒ، قبر حضرت بی بی بادیؒ ہمشیرگان حضرت میاں میرؒ فاروقی، قبر حضرت مُلّا ابراہیمؒ رُوحی، قبر حضرت سیّد اشرفؒ خادم خاص حضرت میاں میرؒ وغیرہ ہیں۔ اور جانب شمال دروازہ خانقاہ کے بالمقابل کھیتوں میں ایک اُونچے وسیع وعریض چبوترے پر قدیم وَن وپھلاہی کے درختوں تلے دو قبور ہیں۔ جو کسی شاہ صاحب کی بتائی جاتی ہیں۔ نام معلوم نہیں ہوسکا۔ مگر بزرگان سلف سے تھے۔ جب راقم الحروف نے وہاں کے جارُوب کش سے رابطہ قائم کیا تو معلوم ہُوا کہ یہ دونوں بزرگ مدینہ منورہ سے لاہور آئے تھے اور جب اُنہوں نے حضرت میاں میرؒ کی شہرت سُنی تو یہاں ہی کے ہوکر رہ گئے اور بعداز وصال اُن کی قبریں بھی یہاں ہی بنیں۔

الغرض خانقاہِ مُعلّٰی حضرت میاں میرؒ کے اِردگرد اس قدر جلیل القدر بزرگان دین اور اولیائے کرام دفن ہیں کہ شاید ہی لاہور کے کسی بزرگ کے مرقدِ منوّر کے اردگرد ایسا اجتماع ہو۔ واللہ اعلم بالصوّاب ہ

ایک مجاور حضرت میاں میرؒ سے جنوب شمال کی قبور کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ قدیم قبور معماروں کی ہیں۔ جنہوں نے روضۂ انورہ کی تعمیر کا کام شروع کیا تھا۔

قبرستان عوام الناس

چار دیواری درگاہ معلیٰ حضرت میاں میر رحمت اللہ علیہ سے جانب جنوب ایک بہت بڑا قبرستان واقع ہے۔ جس کو گورستان، مسافر خانہ یا عوام الناس کہا جاتا ہے۔ قبرستان کے ایک چبوترے پر جو سطح زمین سے چار یا پانچ فٹ بلند ہے اور قبرستان کے درمیان میں واقع ہے۔ اس پر سترہ قبور ہیں۔ جن میں سے نو حضرات کے نام معہ تاریخ معلوم ہو سکے ہیں۔ یہ قبور چھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی ہیں۔

۱ حضرت میاں ننھا المعروف بہ ننھے شاہؒ دیوان م ۱۶۱۸ء عہد وصال لاہور اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ و نواب قاسم خاں۔

۲ حضرت حاجی مصطفیٰؒ قادری م ۱۶۳۰ء صوبیدار لاہور عنایت اللہ یزدی

۳ حضرت حافظ اسماعیل قادری م ۱۶۴۰ء صوبیدار لاہور معتمد خاں۔

۴ حضرت نور الدینؒ قادری م ۱۶۱۷ء صوبیدار لاہور اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ

۵ حضرت سید نوریؒ قادری م ۱۶۲۶ء صوبیدار لاہور آصف جاہ

۶ حضرت بہار لنگ‌ؒ قادری م ۱۶۲۷ء " " "

۷ حضرت حاجی سلیمانؒ قادری م ۱۶۲۱ء صوبیدار لاہور نواب قاسم خاں۔

۸ حضرت شیخ ابوالکارمؒ قادری م ۱۶۳۱ء " عنایت اللہ یزدی

۹ حضرت شیخ ابوالخیرؒ قادری م ۱۶۳۲ء صوبیدار لاہور عنایت اللہ یزدی۔

ایک دوسرے قدیم چبوترے پر یہ قبور ہیں۔

۱ حضرت مُلّا حامدؒ گوجر قادری م ۱۶۳۵ء، صوبیدار لاہور نواب وزیر خاں۔

۲ مزار نامعلوم الاسم۔

ایک اور چبوترے پر جو ریلوے لائن کی طرف ہے۔ حضرت شیخ محمد قادریؒ خادمِ خاص حضرت میاں میرؒ کی قبر ہے۔ جنوبی صدر دروازے کے بالمقابل سید گوہر علی شاہ سیلانی فقیر متوطن تنگی سیداں عمر ۸۶ سال وفات ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء کا مقبرہ ہے۔ یہ محبوب شاہ کا مُرید تھا۔

احاطہ چار دیواری حضرت میاں میرؒ فاروقی کے باہر جانب جنوب ایک ملنگ کا مقبرہ ہے۔ پھر اسی احاطہ چار دیواری کے جانب جنوب دیوار کے ساتھ فخر الاطباء حکیم فقیر محمدؒ چشتی نظامی والد بزرگوار حکیم محمد موسیٰ امرتسری صدر مرکزی مجلس رضا لاہور المتوفی ۱۹۵۲ء اور فخر الاطباء کی اہلیہ محترمہ کی قبر حضرت غلام محمد رنگیلاؒ سُنّی کے مقبرہ اور حضرت ننھے شاہؒ دیوان کی چار دیواری کے درمیان واقع ہے۔

مقبرہ سائیں مُراد علی شاہ

مقبرہ حضرت سائیں مراد علی شاہ خلیفہ حضرت پیر انور شاہ چشتی ساکنہ موننہ کلاں ضلع ہوشیارپور وفات ۱۹۴۷ء بھی اسی چبوترے کے بائیں طرف ہے۔

مقبرہ سیّد غلام محمد رنگیلا

مقبرہ سیّد غلام محمد رنگیلا مجذوب المتوفی ۱۹۶۵ء کا مزار قبرستان عوام الناس سے جانب مشرق واقع ہے۔ آپ ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے اور طریق اُن کا قلندرانہ تھا۔

ولادت ۱۸۹۲ء ہے۔ لاہور آکر عمر کا ایک حصہ گڑھی شاہو میں ایک عقیدت مند کے ہاں گزارا۔ اور بعد از وصال ان کا نہایت شاندار مقبرہ تعمیر ہوا۔ اُوپر کلس ہے۔ باہر سنگ مرمر پر تحریر ہے۔ "سید غلام محمد شاہ رنگیلا، جھنڈا اسادا پیلا"۔ آپ سُنی العقیدہ بزرگ تھے۔ مزید تفصیل کے لئے میری تالیف "مدینۃ الاولیا" ملاحظہ فرمائیں۔

صدر دروازہ جنوبی کے ساتھ بے شمار قبور ہیں۔ جن میں ایک مسماۃ بھاگ بھری اہلیہ سیّد مرید حسین اور ڈاکٹر ممتاز حسین ہومیوپیتھک کی والدہ ماجدہ تھیں۔ کی قبر بھی ہے۔ جن کی وفات بعمر ۹۰ سال ۱۹۷۷ء میں ہوئی۔ مرحومہ پابند صوم صلوٰۃ اور تہجد گزار خاتون تھیں ڈاکٹر صاحب موصوف اور اُن کی والدہ کو چونکہ حضرت میاں میر فاروقیؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اسی وجہ سے ان کو یہاں دفن کیا گیا۔ جو اُن کے خلوص اور محبت کی آئینہ دار ہے۔

مقبرہ حضرت مُلّا شاہؒ بدخشانی

حضرت مُلا شاہؒ بدخشانی خلیفۂ اعظم حضرت میاں میر قادریؒ پنڈ میاں میر کے اندر گلی نمبر ۲ میں واقع ہے یہ مقبرہ آنجناب کے مُرید خاص حضرت شہزادہ دارا شکوہؒ قادری نے سنگِ مرمر کا بنوایا تھا۔ اس مقبرہ کا تمام قیمتی پتھر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اُتروا کر رام باغ امرتسر کی تعمیر و تزئین کے لیے بھجوایا دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس مقبرہ کی دوسری منزل اورنگزیب عالمگیر نے تعمیر کرائی تھی اور نچلی منزل اور مسجد شہزادہ دارا شکوہ کی تعمیر کردہ ہے۔ مگر اب بسبب امتدادِ زمانہ سے دوسری منزل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ٹوٹے پھوٹے نشانات باقی ہیں۔ یہ مقبرہ ایک وسیع وعریض باغ میں تھا۔ جو ختم ہو چکا ہے اور اس کی جگہ پنڈ میاں میر تعمیر ہو چکا ہے۔ اس باغ کا ایک قدیم دروازہ اب بھی موجود ہے۔ موجودہ مقبرہ کی عمارت اور باہر کا فرش نہایت شکستہ اور خستہ حالت میں ہے جو کہ قابلِ مرمت ہے مزار پر تاریخِ وصال ۱۰ اکتوبر ۱۶۶۱ء تحریر ہے۔ مقبرہ باغ کے وسط میں تھا۔ جس کو مہدی

شاہ سجادہ نشین نے گاؤں کی شکل دے دی اور آبادی کر دی۔ باغ و چار دیواری حضرت مُلّا شاہؒ کے جانب جنوب قبر سید اشرفؒ خادم حضرت میاں میرؒ کی قبر ہے۔

مقبرہ حضرت خواجہ بہاریؒ

اب مقبرہ حضرت خواجہ بہاریؒ کے ارد گرد کافی زمین ساتھ ملا کر اس کو وسیع کر دیا گیا ہے اور چار دیواری بنا دی گئی ہے۔ جانب مشرق دس سیڑھیاں چڑھ کر مقبرہ آتا ہے۔ چار دیواری ۲۷ × ۲۷ قدم ہے۔ مقبرہ وغیرہ کی مرمت کر دی گئی ہے۔ احاطہ مقبرہ ۱۱ × ۱۱ قدم ہے یہ مقبرہ کوٹھی ۵۳ ریر مال پر میاں میر پنڈ اور ریلوے لائن کے درمیان ہے۔ مقبرہ میں جھاڑ فانوس۔ قالین وغیرہ کا اہتمام ہے۔ قبر لوہے کے جنگلے کے درمیان ہے۔ فرش چپس کا ہے۔ مقبرہ سے جانب غرب کمرہ ہے اور اس سے آگے جانب غرب جامع مسجد ہے۔ قبر پر تحریر ہے "مرکز تجلیات محمد اسد اللہ المعروف حضرت خواجہ بہاریؒ المتوفی ۱۶۳۱ء"۔ ابتدا میں اس کو سنگ مرمر، سنگ سرخ اور قیمتی پتھروں سے سجایا گیا تھا جنہیں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فرانسیسی جرنیل ایوی ٹیبل نے اتار کر اپنی کوٹھی میں لگوا لیا تھا۔ جب انگریزی حکومت آئی تو اس میں محکمہ پبلک ورکس کا ایک افسر رہتا تھا۔ عہد سکھاں اور عہد انگلشیہ میں یہ مقبرہ حوادثات کا شکار رہا اور اس کی کوئی مرمت نہیں کرائی گئی تھی۔

مقبرہ نادرہ بیگم

شہزادہ دارا شکوہ کی شادی سلطان پرویز کی دختر کریم النساء المعروف بہ نادرہ بیگم سے ملکہ ممتاز محل کے خیال کے مطابق ہوئی تھی۔ سلطان پرویز کی بیوی جہاں بانو دختر شہزادہ مراد بن اکبر بادشاہ کے بطن سے یہ تولد ہوئی تھی۔ اور شہزادہ پرویز کی والدہ صاحب جمال دختر خواجہ حسن بادشاہ جہانگیر کی زوجہ تھی۔ شمس العلماء سید محمد لطیف نے اس کو "بارہ دری نادرہ بیگم"

لکھا ہے۔ یہ مربع شکل کا باغ و تالاب تھا۔ جس کا طرزِ تعمیر شہنشاہ جہانگیر کے بنائے ہوئے ہرن مینار سے بہت ہی زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اسی طرح درمیان میں بارہ دری اور ایک لمبا راستہ پانی کے اُوپر سے مزار تک جاتا ہے۔ باغ کے چاروں کونوں میں مینار یا بُرجیاں تھیں جن کے آثار راقم الحروف نے پچیس تیس سال قبل دیکھے تھے۔ نادرہ بیگم کی والدہ صاحب جمال کا مقبرہ سول سیکرٹریٹ (مقبرہ انارکلی) ہے اس کے والد شہزادہ پرویز کا مقبرہ کوٹ خواجہ سعید میں ہے۔ تالاب بارہ دری کی اینٹیں میاں سلطان ٹھیکیدار نے اکھاڑ لی تھیں۔

جس زمانہ میں شہزادہ دارا شکوہ سندھ کے علاقہ میں پنجاب سے پہنچا تھا۔ تو اس سفر میں اس کی رفیقۂ حیات نادرہ بیگم جو ایک عرصے سے بیمار تھیں۔ ۶ رجون ۱۶۵۹ء کو وفات پا گئیں۔ تو اس کی لاش خواجہ مقبول و دیگر ستر (۷۰) اپنے وفادار ساتھیوں کے ساتھ لاہور بھیجی گئی۔ تاکہ اس کو حضرت میاں میرؒ کے جوار میں دفن کیا جائے۔ جہاں اس کا باغ تھا۔ جس میں مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا تھا۔ چنانچہ لاہور لاکر لاش اس مقبرہ میں دفن کر دی گئی۔ مقبرہ ایک تالاب کے درمیان تھا۔ مقبرہ ایک اونچے چبوترے پر تعمیر کیا گیا ہے جو ۲۶ × ۲۶ قدم ہے۔ موجودہ صورت میں وسیع و عریض تالاب کو ایک پارک کی شکل دے دی گئی ہے۔ مقبرہ محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیرِ نگرانی ہے۔ پارک محکمہ اوقاف نے شروع کیا۔ پھر ایل ڈی اے نے مکمل کر کے لاہور میونسپل کارپوریشن کے حوالے کر دیا۔ اب اس کو نادرہ بیگم پارک کا نام دیا گیا ہے۔ جانب مشرق کے پانی کی آمدورفت کے لیے جو ۳۱ در تھے۔ وُہ اب بھی قائم ہیں۔ جس طرف در ہیں۔ اس طرف دو زینے اُوپر جانے کے لئے ہیں۔ گنبد نہایت سنگین، مضبوط اور دوہرا ہے۔ قدیم نقش و نگار اندر کی طرف موجود ہیں۔ چاروں طرف غلام گردش ہے۔ قبر سنگِ مرمر کی ہے جس پر تحریر ہے "نادرہ بیگم زوجہ دارا شکوہ سن وفات ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء"۔ مقبرہ کا چبوترہ ۲۶ × ۲۶ قدم ہے۔ تالاب ۲۶۰ قدم × ۱۶۰ قدم ہے اور لوہے کے جنگلے لگائے گئے ہیں۔ پارک کے سولہ حصے بنا کر سرو، مورپنکھ، زیبائشی پھولدار پودوں اور سبزہ زاروں

سے سجائے گئے ہیں۔ بجلی و پانی کا انتظام ہے یہ پارک عرصہ سولہ سترہ سال سے بنایا گیا ہے۔

عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں مقبرہ شہزادی نادرہ بیگم کا تمام قیمتی پتھر از قسم سنگِ مرمر وغیرہ اُتروا لیا گیا اور اس مقبرہ کو کھنڈر بنا دیا۔ بلکہ سنگِ مرمر کا تعویذ بھی اکھاڑ لیا گیا اور صرف قبر خام عرصہ دراز تک رہی۔ اس تالاب کے جانب شمال اور جانب جنوب دو نہایت عالیشان بلند ڈیوڑھیاں تھیں۔ جن میں ہزار ہزار آدمی سما سکتے تھے اور چاروں گوشوں پر تالاب کے چار بنگلہ ہشت پہلو سنگِ سُرخ کے بنے ہوئے تھے۔ راقم الحروف نے تیس سال قبل ان کے نشان دیکھے تھے۔ علاوہ بریں اس تالاب کے ہر چہار اطراف میں سڑکیں تھیں۔ جن پر گاڑی سہولت سے چل سکتی تھی اور ہر طرف تالاب کے چھتیں چھتیں کوٹھڑیاں برائے سکونت و نشست گاہ بنی ہوئی تھیں۔

موجودہ صورت میں تمام عمارات ماسوا مقبرہ کے نیست و نابود کر دی گئی ہیں۔ مقبرہ نادرہ بیگم کے چاروں اطراف میں جو بنگلے ہشت پہلو سنگِ سُرخ کے بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نشان اب بھی موجود ہے جو جانب شمال مغرب واقع ہے۔

"عبرت نامہ" میں مفتی علی الدین خلف مفتی خیر الدین لاہوری لکھتے ہیں۔

"ومتصل آن خانقاہ (حضرت میاں میرؒ) بیگم شاہجہان بس عمدہ و تالاب فراخ طولاً عرضاً دو صد گز و چار دیواری پختہ است۔"

اس میں مصنّف سے غلطی ہوئی ہے یہ نادرہ بیگم اہلیہ شہزادہ دارا شکوہ کا مقبرہ ہے۔ بیگم شاہجہان کا نہیں۔ دُوسرے اِس تالاب کی چار دیواری عہد سکھّاں تک پُختہ قائم تھی۔ جو کہ عہد انگریزی میں مسمار کی گئی۔

احاطہ چار دیواری

حضرت بی بی جمال خاتونؒ

حضرت بی بی جمالؒ خاتون حضرت میاں میرؒ کی ہمشیرہ ہیں۔ جو اپنے بھائی لطف اللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئے۔ لطف اللہ چند روز کے بعد انتقال کر گیا۔ مگر آپ حیات رہیں۔ ان کی ولادت کی بشارت آپکی والدہ ماجدہ کو ہوئی تھی۔ حضرت بی بی جمالؒ خاتون رابعہ وقت اور ترک وتجرید میں یگانۂ آفاق تھیں۔ شروع میں اپنے والدِ معظم اور والدہ ماجدہ سے ذکرِ الٰہی کا طریقہ سیکھا۔ پھر حضرت میاں میرؒ نے بوساطت اپنے بھائی قاضی محمد طاہر انہیں اپنے طریقہ میں مشغول کیا۔ سُنت نبوی کی تعمیل میں ایک بزرگ زادہ کے عقد میں آئیں اور دس سال تک اس کے ساتھ رہیں۔ اس عرصہ میں صرف چھ سال حق زوجیت ادا کیا۔ پھر شوہر کی زندگی ہی میں اللہ تعالےٰ کی محبت کے باعث اپنے حجرُے میں خلوت اختیار کی۔ آپکی دو کنزیں تھیں جو دن رات آپ کی خدمت کرتی تھیں ان سے بے شمار خوارق اور کرامات ظہور پذیر ہوئیں جن میں سے چند ایک اس طرح ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک دن کوئی شخص آپکے گھر مچھلی لایا۔ اس وقت آپ پر استغراق کی کیفیت طاری تھی جب یہ محویت ختم ہوئی اور آنکھیں کھولیں۔ تو نظریں مچھلی پر پڑیں۔ جس سے مچھلی میں نور پیدا ہوا۔ جو کافی دیر قائم رہا۔ بعد میں آپ نے فرمایا کہ یہ مچھلی متبرک ہو گئی ہے۔ اس کو غلے اور سامان میں رکھو گے تو برکت پیدا ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

امیر خاں حاکم ٹھٹھہ کے ہاں چند لڑکیاں تولد ہوئیں۔ اس کی بیگم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا کے لئے ملتجی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اب سب بیٹے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپکی دعا و برکت سے یکے بعد دیگرے پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے بقدر دو من گندم کوٹھی میں ڈالی۔ آپ کے ہاتھ کی برکت سے سال بھر اس گندم سے خرچ چلا اور گندم جوں کی توں موجود تھی۔

ایک روایت ہے کہ اس شہر میں جلال خاموش نامی رہتا تھا۔ جو ترک و تجرید میں کامل تھا۔ حضرت بی بی جمال خاتونؒ نے اس سے علم باطن میں فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔ کسی کو کوئی مشکل آجاتی یا کوئی حاجت ہوتی اور وہ آپ کی طرف رجوع کرتا تو حضرت شیخ جلالؒ خاموش کے مزار پر جاتیں اور توجہ فرماتیں تو ان کی دعا کے مطابق حاجت مند کی دعا پوری ہو جاتی۔

حضرت بی بی جمال خاتونؒ بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے کھانا پکاتی تھیں بہت سے لوگ جمع ہو جاتے تو دیگ اپنے پاس منگواتیں اور پہلے خود بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر اپنے ہاتھ سے کچھ طعام نکالتیں۔ بعد میں کسی دوسرے شخص سے طعام نکالنے کو کہتیں۔ بعد ازاں حاضرین میں کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی کام کے لئے دودھ درکار تھا لیکن کہیں سے دستیاب نہ تھا۔ آپکی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے ایک برتن منگوایا۔ اس میں اپنا دستِ مبارک ڈالا اور فرمایا کہ جس قدر دودھ درکار ہے۔ یہاں سے لے لو۔ چنانچہ جس قدر دودھ کی ضرورت تھی۔ وہاں سے لے لیا گیا۔

آپ کی وفات ہفتم ماہ ربیع الاول بروز سہ شنبہ ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۸ء میں ہوئی حضرت خواجہ محمد شریفؒ آپ کے فرزند ارجمند تھے۔ جن کو شہزادہ داراشکوہؒ نے لاہور بلوا کر خانقاہ عالیہ حضرت میاں میرؒ کا سجادہ نشین اور متولی مقرر کیا تھا۔

بقول مصنف "تحقیقات چشتی" آپکی قبر حضرت خواجہ بہاریؒ کے مقبرہ سے جانب غرب

جامع مسجد پنڈ میاں میر میں ہے۔ جو ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ یہاں وَن کے قدیم درخت موجود ہیں۔ اب اس چبوترہ پر تین قبور ہیں۔

ایک دوسرے مؤرخ نے آپکی تاریخ وصال ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۴۰ء تحریر کی ہے اور تاریخ وصال اس طرح لکھی ہے۔

عارفہ خاتون دین بی بی جمال — ذات او آمد سعیدہ اعظم

ارتحال او چو جستم از خرد — شد ندا از دل دمیدہ اعظم

۱۰۴۹ھ

حضرت بی بی جمال بادیؒ

آپ بھی حضرت میاں میرؒ بالا پیر قادری کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کا ذکر بھی "سکینۃ الاولیا" میں موجود ہے۔ آپ حضرت بی بی جمال خاتونؒ سے چھوٹی تھیں۔ مولوی نور احمد چشتی اپنی تصنیف "تحقیقات چشتی" میں لکھتا ہے کہ آپ کی قبر لاہور میں ہے۔ اور باغ بیرون چار دیواری حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ بطرف غرب موجود تھی۔ وُہ مزید لکھتا ہے کہ عہد سابق میں مقبرہ، باغ اور چار دیواری پختہ موجود تھی۔ جو اب مسمار ہو گئی ہے۔ اب صرف قبر موجود ہے موجودہ صُورت میں یہ قبر جامع مسجد اور مقبرہ حضرت خواجہ بہاریؒ کے درمیان واقع ہے

دیگر قبور

ریلوے لائن کے ساتھ گاؤں کی طرف ایک قدیم تھڑہ پر کئی قبور ہیں۔ اُوپر وَن کے درخت ہیں۔ ان پر تحریر ہے حضرت شیر شاہ ولی اور حضرت محمد شاہ ولی ہیں مگر اصل میں یہ گورستان "اقربائے محمد شریفؒ فاروقی" کا ہے۔ جو حضرت خواجہ بہاریؒ کے مقبرہ سے جانب جنوب ریلوے لائن کے متصل ہیں۔

کرامات

حضرت میاں میر فاروقیؒ

بعد از وصال

حضرت میاں میرؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات مسلّمہ ہیں اور اُن کے وصال کے بعد ان کا ظہور زیادہ ہوتا ہے اور ان کا فیض جاری رہتا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کے مزار کے طواف اور زیارت کے لیے ہر جمعرات کو کثیر تعداد میں لوگ حاضر ہوتے ہیں اور مستفید ہوتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت میاں میرؒ کے اصحاب بعد از وصال ہر جمعرات کو آنجناب کے مزار پُرانوار کے طواف کا شرف حاصل کرتے ہیں اور جو شخص مراد مانگنے آتا ہے۔ اس متبرک مرقد منور کی زیارت کے بعد اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔

شہزادہ داراشکوہؒ

جب حضرت میاں میرؒ کا وصال ہو گیا تو شہزادہ داراشکوہؒ اس وقت آگرہ (اکبر آباد) میں تھا۔ وُہ لکھتا ہے کہ ایک دن رات میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر دستگیر میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور مجھے کئی ایک نصیحتیں کر کے فرمانے لگے۔ کہ ہماری نماز جنازہ ادا کرو۔ چنانچہ میں نے نہایت اضطراب کی حالت میں نماز جنازہ ادا کی اور پھر جاگ اُٹھا۔ چند روز بعد لاہور سے خبر آگئی کہ جس دن مجھے خواب آئی تھی عین اسی وقت آپ کا وصال ہو گیا تھا۔

شہزادہ لکھتا ہے کہ جب تک حضرت میاں میرؒ حیات رہے۔ ہمیشہ ان کی توجہ سے اِس فقیر کو فائدہ پہنچا اور آپ کے وصال کے بعد بھی حضرت کی رُوحِ پُر فتوح سے فیوض و برکات کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ آنجناب کے وصال کے بعد اُن کے حضور سے مشرف ہوتا ہوں اور عنایات کا حصُول ہوتا ہے۔

وُہ مزید لکھتا ہے کہ ایک رات میں نے حضرت صاحبؒ کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ میرے پاس آ۔ تجھ کو مشاہدہ کا درس دوں۔ خود مراقبے میں بیٹھے۔ مجھے پاس بٹھایا اور باتیں سمجھائیں۔

وُہ مزید لکھتا ہے کہ سات ذوالحج بروز پیر علی الصبح میں نے دیکھا کہ حضرت میاں میرؒ اپنے مکان کے دروازے پر لیٹے ہیں۔ میں نے آپ کو دیکھ کر سلام عرض کیا۔ آنجنابؒ نے جواب دے کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔ میرے قریب آؤ۔ میرے سینے سے اپنا سینہ ملایا اور فرمایا کہ اپنی امانت لے لے۔ اس کیفیت کے ساتھ ہی میرے سینے میں کئی ایک انوارِ معرفت سما گئے اور میں نے اپنے سینے کو نورانی پایا۔

پھر مزید لکھتا ہے کہ ۲۷ رمضان المبارک بروز سوموار ۱۰۵۱ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں نے اللہ تعالیٰ کی نوازش اور حضرت میاں میرؒ کی عنایت سے لیلۃ القدر کی سعادت حاصل کی۔ میں نے دیکھا کہ میں حضرت میاں میرؒ کے روضۂ انور کے پاس ہُوں۔ جس کی عمارت نہایت عالیشان ہے اور اس کے ارد گرد نہایت نفیس باغ ہے۔ میں روضہ کے اندر داخل ہُوا۔ اور وہاں بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کے اندر سے حضرت میاں میرؒ باہر تشریف لائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ آپ نے نہایت اعلیٰ لباس زیب تن کیا تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو آپ نے اشارہ سے مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ میں نے آپ کے قدم اور ہاتھ مبارک چوم کر اپنی آنکھوں سے ملنا شروع کیا۔ آپ کے ہاتھ میں شربت کا ایک گلاس تھا۔ جو آپ نے مجھے پینے کے لئے دیا اور پھر مجھے اپنی بغل میں سینے سے لگا کر چھوڑ دیا اور

اس طرح مجھ پر رحمت و معرفت کے تمام دروازے کھل گئے۔

حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ

حضرت شاہ محمد غوثؒ قادری لاہوری اپنی تصنیف لطیف "اسرار الطریقت" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے سیر و سیاحت کے دوران میں لاہور میں جو کہ ایک قدیم شہر اور بزرگانِ دین کا مسکن ہے۔ آیا۔ یہاں کے بعض اولیائے کرام کے مزارات پُرانوار پر راتیں کاٹیں اور تلاشِ حق کے لئے حضرت میاں میرؒ کے مرقدِ منوّر میں کئی راتیں بسر کیں۔ ایک رات حضرت میاں میرؒ ظاہر ہوتے اور میری طرف توجہ فرمائی اور اس درگاہ عالیہ سے میں نے بے شمار فیوض و برکات حاصل کئے۔ پھر اگلے روز میں لاہور کے ایک قادری بزرگ شیخ حامد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزارِ پُرانوار کے متصل رہائش پذیر تھے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت میاں میرؒ نے جو شغل آپ کو عطا فرمایا ہے۔ وہی کافی ہے۔

حضرت شاہ محمد غوثؒ قادری پشاوری لکھتے ہیں کہ قیام لاہور میں میں نے حضرت میاں جان محمدؒ محدث سے بھی ملاقات کی۔ جو لاہور کے محلہ قصاب پورہ میں اقامت گزیں تھے۔ اس کے بعد میاں نور محمد مدقق لاہوری کی خدمت میں ایک ماہ رہا۔ جنہوں نے مجھے باطنی اشغال سکھائے۔ ازاں بعد لاہور میں حضرت شیخ جان محمدؒ ثانی سہروردی سے بھی ملاقات کی اور گڑھی شاہو میں حضرت سید جان محمدؒ حضوری کے مرقد منور پر حاضر ہو کر روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ

مُغلیہ حکومت کے زوال کے بعد ہندوستان کے تمام صُوبوں میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لاہور میں ۱۷۶۵ء سے ۱۷۹۹ء تک سہ حاکمان لاہور (سوبھا سنگھ، لہنا سنگھ،

گوجر سنگھ) کی حکومت رہی اور ۱۷۹۹ء سے ۱۸۴۵ء تک مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ مہاراجہ شیر سنگھ، کھڑک سنگھ اور دلیپ سنگھ حکمران رہے۔ اِس بربریت اور بہیمیت کے دور میں سکھوں نے لاہور کے تمام مقابر، مزارات، باغات اور مساجد سے سنگِ مرمر، بارہ دریاں اور قیمتی پتھر اکھاڑ کر دربار صاحب امرتسر کے لیئے بھیج دیئے۔ حالانکہ حضرت میاں میرؒ کے گورو ارجن دیو پر اس قدر احسانات تھے کہ جس کی انتہا نہ تھی۔ اِسی طرح گوروجی کے دل میں بھی آپ کا بے حد احترام تھا۔ کیونکہ انہوں نے حضرت میاں میرؒ کے دستِ مبارک سے ہرمندر امرتسر (دربار صاحب) کا سنگِ بنیاد رکھوایا مگر ان تمام عنایات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تالاب کے پتھر اکھڑوا لیئے اور حضور کے مقبرہ کا قیمتی پتھر اکھاڑنے کی کوشش کی۔ اور اپنے گھوڑی "لیلیٰ" پر سوار ہو کر خود روضہ عالیہ حضرت میاں میرؒ پر پہنچا۔ مقبرہ کے نزدیک پہنچے کہ گھوڑی سیخ پا ہوئی اور اس کو اوندھے منہ گرا دیا۔ راجہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور روضۂ مبارک کے انہدام کا حکم منسوخ کر دیا۔ نیز پانچ سو روپیہ نذر پیش کی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے "بادشاہوں کے پیر" کی عزت و احترام کا خیال نہ کیا۔ یہ اُسی کی سزا ہے۔

مہاراجہ شیر سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد مہاراجہ شیر سنگھ بھی اپنے عہدِ اقتدار میں باقاعدگی سے وہاں ہر سال نذرانہ پیش کرتا رہا اور اس کے عزت و احترام کے لئے مکمل طور پر کوشاں رہا۔

مسٹر بٹیل ملازم مسٹر گبن

عہدِ انگلشیہ میں لاہور میں مسٹر گبن ایک انگریز سوداگر تھا اور مسٹر بٹیل اس کا ملازم تھا۔ ایک دفعہ مسٹر بٹیل کا سامانِ تجارت کا جہاز آ رہا تھا اور اس کے غرق ہونے کا

احتمال تھا۔ اس نے نذر مانی کہ اگر میرا جہاز بخیر و عافیت پہنچ گیا تو میں حضرت میاں میرؒ کے روضہ عالیہ میں نقش و نگار کراؤں گا۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم جب اس کا جہاز صحیح سلامت پہنچ گیا تو اس نے حضرت میاں میرؒ کے روضہ انور کے اندر نقش و نگار بنوا دیئے۔ جو کہ اب تک قائم ہیں۔

اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل مؤتمر العالم الاسلامی پاکستان

محترم سردار علی احمد خاں لاہور فرماتے ہیں

کلید دربار میاں میرؒ

صاحبِ مزار سے خصوصی فیض کے حصول کے لئے طالب کچھ وہ مخصوص وِرد کرتا ہے کہ جو صاحبِ حال اور اربابِ کشف و اسرار نے متعلقہ سلسلے کے مُریدانِ با اخلاص کو تعلیم کیا ہوتا ہے۔ مثلاً حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمت میں "درود شریف نجات" بہت پسندیدہ جانا جاتا ہے اور حصُولِ مراد کے لئے زائر کو بزرگانِ طریقت اس کے پڑھنے کی خصوصی تلقین فرماتے رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت میاں میر قادری لاہوری رحمت اللہ علیہ کے دربار میں "اللہ ہو" کا ورد روحانی خزانے کی کنجی کے مصداق تبلایا گیا ہے۔ حضرت میاں میرؒ نے وقتِ خاص میں اللہ تعالے کے حضور میں یہ دعا فرمائی تھی کہ ان کے دربار میں آنے والے شخص کو سوال کرنے کی نوبت سے پہلے ذات عمیم الاحسان دروازہ میں داخل ہونے کے ساتھ اس کی خلوص نیتی پر مبنی حاجت کو روا فرما دے۔ چنانچہ اللہ کریم و رحیم کے احسانِ بے پایاں کی بدولت کوئی زائر اپنی نیک حاجت کی برآری سے گذشتہ چار صدیوں میں محروم نہیں لوٹا۔

ہمارے اس بیان کا ماخذ لاہور کے قادری بزرگوں سے ملفوظات اور حضرت حکیم محمد روح اللہؒ قادری سکندری لاہوری کے ارشادات عالیہ ہیں۔ فقیر کو سلسلہ عالیہ قادریہ

سے ارادت نے حضرت حکیم صاحب مُوصوف کے ساتھ رُوحانی طور پر منسلک کیا تھا حکیم محمد سوح اللہ قادری کو کشف القبور اور کشفِ ارواح کا خصوصی فیض ملا تھا۔ اور آپ اپنے عہد کے معروف قادری بزرگ تھے۔ حکیم صاحب موصوف نے ایک سو پانچ برس کی طویل عمر پائی۔ موصوف سولہ سال کی عمُر سے لے کر حیاتِ مستعار کے آخری دنوں تک حضرت میاں میرؒ کے آستانۂ عالیہ پر باقاعدہ حاضری دیتے رہے۔ دربار میاں میرؒ میں کسی مصیبت زدہ شخص کے لئے ان کو اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ شرف قبولیت بخشا۔ کئی ایک ایسے مواقع کا یہ فقیر ذاتی علم رکھتا ہے

ایک رُوحانی تجربہ

آج سے تہائی صدی قبل بھارت اور پاکستان کے اخبارات میں کئی ایک ایسے واقعات شائع ہوئے کہ جن کی روشنی میں ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ و بُروز کی تائید ملتی تھی۔ جمہوریہ تُرکیہ میں ایک کم سن بچے نے بہت مدت پہلے ہوئے قتل سے متعلق اصل قاتل کی کامیابی سے نشاندہی کی اور اسی ذیل کی ایک اور خبر جنوبی بھارت کی ایک کم عمر بچی سے متعلق تھی۔ جس کا دعویٰ تھا کہ وہ پچھلے جنم میں فلاں شخص کی زوجہ تھی اور اس کے افراد خانہ اور اُس کے بچوں کے نام یہ یہ تھے۔ اخبار نویسوں کے تصدیق کرنے پر اُس کے دعویٰ کی تصدیق ہو گئی۔ فقیر کے ذہن اس مسئلے پر کافی خلش رہی۔ ایک روز دربار میاں میرؒ پر حاضری کے دوران حضرت کی روحانیت سے رُجوع ہو کر سوال پیش کیا۔ چند لمحوں بعد پوری تفصیل سے ایک غیبی طاقت نے قلب و ذہن پر یہ القا کیا۔ کہ انسان کے جُملہ اعمال بشمول مشاہدات کا عکس اُسکے جمیز پر پڑتا ہے۔ اور وراثتاً وہ جمیز اولاد میں مُنتقل ہو جاتے ہیں۔ پھر کسی بھی وقت فوٹو فلم کی طرح سے حافظے میں آکر اظہار کی صُورت پیدا ہو جاتی ہے۔ فقیر کے والدِ محترم کی بیماری کے دوران اُن کی صحت کی بحالی اور شفا کے لیے فقیر حضرت میاں میرؒ کے مزار پر دُعا میں مشغول تھا کہ باہر سے دو مرتبہ "الموت"، "الموت" کی آواز آئی اور

اس وقت بجائے دُعائے صحت کے میری زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے کہ یا اللہ! میرے والد کی مغفرت فرما۔ اُسی شب والد محترم کا انتقال ہو گیا۔

حضرت حکیم محمد رُوح اللہ قادری

حضرت حکیم محمد روح اللہ قادری سے روایت ہے۔ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو جب بھارتی افواج نے لاہور پر حملہ کیا تو حکیم محمد رُوح اللہ قادری سے میں نے اپنا اضطراب بیان کیا۔ اور جنگ سے متعلق جو خبریں اور افواہیں زبان زد تھیں۔ بیان کیں تو آپ نے کمال سکون سے انہیں سُنا اور فرمایا کہ دُشمن انشاء اللہ لاہور کا بال بیکا نہ کر سکے گا۔ فوج کا شعبہ رُوحانی طور سے حضرت میاں میرؒ کے زیرِ نگرانی ہے اور آپکی دُعا کی برکت سے اللہ پاک لاہور کو کفار کے حملے سے محفوظ و مامون فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے لاہور اور اہل لاہور پر اپنا خاص احسان کیا۔

سیّد منور علی شاہ

سیّد منور علی شاہ یکے از سجادہ نشیناں حضرت میاں میرؒ کا کہنا ہے کہ چند سال ہوئے انہوں نے ایک ایسا دھندا شروع کیا تھا۔ جس میں اُن کا تقریباً پندرہ بیس لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔ بعدازاں انہوں نے ایک ویگن خرید کر دوبارہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ سے کام شروع کیا۔ مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہو سکی اور وہ مفلس اور قلاش ہو گئے۔ انہوں نے حضرت میاں میرؒ کی جانب توجہ کی اور وہاں باقاعدگی سے حاضری دینے لگے۔ ایک دن وہ دُعا کے لئے آپکے مرقد منورہ پر حاضر ہوئے۔ تو ان کا بیان ہے کہ حضرت میاں میرؒ نے ان کو ظاہری حالت میں دو نان اور دال عطا فرمائے اور فرمایا کہ رزقِ حلال کے لیے کوشاں رہو۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے جو کاروبار کیا۔ اس میں کامیابی ہوتی رہی۔

سیّد ریاض احمد شاہ

سید ریاض احمد شاہ کا بیان ہے کہ ان کے ہاں ۱۹۷۸ء میں فرزند تولد ہوا تھا۔ مگر وہ کمسنی میں ہی وفات پا گیا چونکہ میں حضرت میاں میرؒ کے دربار عالیہ پر کئی سال سے حاضری دیتا رہا ہوں تو ایک دن آپ نے مجھے خواب میں فرمایا کہ تمہارے گھر ایک فرزند تولد ہو گا جو اس کا ہم شکل ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسا ہی ہوا۔

سیّد مبارک علی شاہ

سید مبارک علی شاہ یکے از سجادہ نشینان دربار حضرت میاں میرؒ نے "سکینۃ الاولیاء" کا اُردو ترجمہ خطیب جامع مسجد شمس لارنس روڈ سے اپنے قلمی فارسی نسخہ سے کرانا شروع کیا۔ اس میں ایک جگہ پر قلمی نسخہ میں خستہ ہو جانے کی وجہ سے عبارت صاف نظر نہ آئی اور وہ مشکل میں پڑ گئے۔ مولوی صاحب کا بیان ہے کہ اسی وقت ان پر غنودگی طاری ہو گئی اور کمرہ منور ہو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت میاں میرؒ اور شہزادہ دارا شکوہ مبارک علی شاہ کے ساتھ کھڑے ہیں اور شہزادہ دارا شکوہ نے اس عبارت کی طرف اشارہ کر کے اصلی الفاظ بتا دیئے۔

منقبت حضرت میاں میرؒ فاروقی قادری لاہوری

(از شیخ امیر بخش امیر صابری)

میں قربان اے پنجتن کے دلارے یہ پردہ اٹھا دو میاں میرؒ خواجہ
طلبگار ہے ایک جلوے کی دنیا دکھا دو دکھا دو میاں میرؒ خواجہ

تمہیں واسطہ ہے شہِ کربلا کا تمہیں واسطہ دوں میں شیرِ خُدا کا
زمانے کی بگڑی بنائی ہے تم نے میری بھی بنا دو میاں میرؒ خواجہ

تم بغدادؒ والے کے نورِ نظر ہو اور فاطمہؓ زہرہ کے لختِ جگر ہو
تم ایسے سخی ہو کہ ابنِ سخی ہو مقدّر جگا دو میاں میرؒ خواجہ

ہیں منگتے کھڑے در پہ دامن پسارے کہاں جائیں بیچارے قسمت کے مارے
ہوا تیرے در کہاں ہے ٹھکانہ یہ تم ہی بتا دو میاں میرؒ خواجہ

دُعا مانگتا ہے یہ سارا زمانہ سلامت رہے آپ کا یا دخانہ
یہ مے نوش چوکھٹ پہ دیتا صدا ہے نظر سے پلا دو میاں میرؒ خواجہ

کہیں پر نظامی کہیں صابری ہیں کہیں نقشبندی کہیں قادری ہیں
یہ کہتے پکڑ کر کے روضے کی جالی جھلک اک دکھا دو میاں میرؒ خواجہ

امیرِ حزیں در پہ حاضر ہوا جو کہتا تھا سرکار کو کہہ دو
اب اپنی نگاہِ کرم کا تصدّق جو چاہو بنا دو میاں میرؒ خواجہ

(فیضانِ صابری از امیر صابری)

منقبت در وصفِ

حضرت میاں میر بالا پیر قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

میاں میرِ لاہور کامل ولی   دلش روشن و عارف و متقی

اگرچہ بظاہر فقیری نمود   دلش گنجِ عرفان بباطن غنی

بنورِ ہدایت رہِ حق گرفت   مُطیع خداؤ محبِّ نبیؐ

بہ در بادشاہان و شہزادگان   بعجز و نیازے پئے چاکری

ہماں مسلک و طورِ صاحبدلاں   بدُنیا فقیری بدیں سروری

بمثلِ شریعت ہم آگاہ بود   زسِرِّ طریقت خفی و جلی

زخلوت فرار و بخلوت قرار   بقلب و زبان ذکرِ حق دائمی

نشانِ ہدایت دلاں را سرور   برسمِ محبت کرم گُستری

قیامش بفرش و نگاہش بعرش   ہمہ وقت در عالمِ بے خودی

زفیضِ نظر مرداں بہرہ ور   زرُشد و ہدایت شدہ مُتقی

اگرچہ نہاں شُد زدنیا ولے   مزارش زیارت گہِ عالمی

بدرگاہِ او رحمتِ حق مدام
ملے معرفت بہر ہر تشنہ کام

—— سردار علی احمد خان، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الشیوخ حضرت میاں میر قادریؒ

ہے ذاتِ والا حشم تیری بے نظیر شہا
کہ بادشاہوں کا کہتے ہیں تجھ کو پیر شہا

نبیؐ کے اسمِ معظم سے تو ہوا موسوم
ہے نامِ نامی محمد جو دل پذیر شہا

ہے بالا پیر، میاں میر عرفِ نام ترا
جہانِ فقر کا بے شک ہے تو امیر شہا

گدا تھے قیصر و جمشید و کیقبادِ زماں
کہیں سکندر و دارا تیرے فقیر شہا

ملائکہ بھی تیرے در پہ جبّہ سا نہوں کیوں
کہ ہے شہنشہِ جیلاںؒ کا تو وزیر شہا

نگاہِ خضر[۱]ؑ سے ابدال و قطب و غوث ہے تو
نہیں زمانے میں تیری کہیں نظیر شہا

وہ فیض یاب ہوا تیری اک نگاہ سے بس
جو آیا در پہ تیرے بندۂ حقیر شہا

نہ کیوں ہو قید علائق سے دل مرا آزاد
ہوا ہوں عشق میں تیرے میں جب اسیر شہا

وہ تیرا روضۂ اقدس، وہ آستانِ نیاز
ہے نورِ قطب و نظر، حسنِ بے نظیر شہا

تیرے فیوض کے چرچے ہیں ایک عالم میں
ہے چشمِ فقر و غنا تیری ملک گیر شہا

گلِ مراد سے بھر دے فدا کی جھولی اب
کہ بے نواؤں کا ہے تو ہی دستگیر شہا

---

۱ حضرت خواجہ خضر ابدالؒ سیوستانی۔ آپ کے شیخ طریقت۔

(ابو الطاہر فدا حسین فدا، مدیر ماہنامہ مہر و ماہ چوک متی، لاہور)

فہرست کُتب جن میں

حضرت میاں میر قادری فاروقی لاہوری

اُنکے خلفائے کرام اور مُریدین کا تذکرہ ہے

۱ سکینۃ الاولیاء (فارسی) مصنفہ شہزادہ محمد داراشکوہ قادری، مطبوعہ ایران بہ کوشش ڈاکٹر تاراچند و سید محمد رضا جلالی نائینی۔ تہران ۱۹۶۵ء

۲ سفینۃ الاولیاء، مصنفہ شہزادہ محمد داراشکوہ قادری، اُردو ترجمہ محمد وارث کامل، مدنی کتب خانہ، لاہور

۳ توزکِ جہانگیری، مصنفہ شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر، اُردو ترجمہ مولوی احمد علی رامپوری، لاہور ۱۹۶۷ء

۴ عملِ صالح (شاہجہان نامہ) محمد صالح کنبوہ لاہوری، مجلس ترقیٔ ادب لاہور ۱۹۶۰ء

۵ مکتوبات شیخ عبدالحق محدّث دہلوی۔ ۱۹۶۳ء

۶ توزکِ جہانگیری، اُردو ترجمہ سلیم واحد سلیم، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء

۷ فرحت الناظرین مصنفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ انصاری قادری، اُردو ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۷۲ء

۸ مآثرِ عالمگیری از محمد ساقی مستعد خاں، اُردو ترجمہ، کراچی ۱۹۶۲ء

۹ دیوان مُلّا شاہ بدخشانی (قلمی نسخہ) پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۱۰ حضرت القدس از مُلّا بدرالدین سرہندی، اُردو ترجمہ، سیالکوٹ۔

۱۱ سکینۃ الاولیا، اُردو ترجمہ نسیم محمود، اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد

۱۲ سکینۃ الاولیا، اُردو ترجمہ مرزا مقبول بیگ بدخشانی، پیکیجز لمیٹڈ، لاہور ۱۹۷۱ء

۱۳ دیوان داراشکوہ قادری، (فارسی) ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۹ء

۱۴ بادشاہنامہ از مُلا عبدالحمید لاہوری

۱۵ صاحبیہ از شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان بادشاہ (فارسی، اُردو، انگریزی) ترجمہ (احوال و کرامات حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ" پروفیسر محمد ابراہیم ڈار اور سردار علی احمد خاں۔

۱۶ سکینۃ الاولیاء اُردو ترجمہ ملک فضل الدین ملک چنن الدین، ملک تاج الدین کشمیری بازار، لاہور ۱۹۰۸ء نولکشور سٹیم پریس، لاہور

۱۷ سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ محمد داراشکوہ قادری، نفیس اکیڈیمی کراچی ۱۹۷۵ء

۱۸ سکینۃ الاولیا، اُردو ترجمہ، محمد اکرم رہبر، مکتبہ عالیہ، لاہور ۱۹۷۱ء

۱۹ اقبال نامہ جہانگیری، مصنفہ میرزا محمد المعروف بہ مُعتمد خاں بخشی کراچی ۱۹۶۳ء

۲۰ شاہجہان کے ایامِ اسیری تالیف فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیئر اُردو ترجمہ خلیفہ سیّد محمد حسن کراچی ۱۹۶۰ء

۲۱ منتخب اللباب از میر محمد ہاشم خوافی خاں نظام الملک، لاہور

۲۲ چہار چمن مصنفہ چندربھان برہمن مخطوطہ برٹش میوزیم، لنڈن (بحوالہ پروفیسر محمد اسلم)

۲۳ سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ محمد داراشکوہ قادری حنفی' اُردو ترجمہ پیر غلام دستگیر نامی، سٹار بُک ڈپو، لاہور ۱۹۶۱ء۔

۲۴ اسرارِ طریقت (رسالہ غوثیہ) از حضرت شاہ محمد غوثؒ قادری لاہوری، لاہور ۱۹۵۵ء

۲۵ عمدۃ التواریخ، منشی سُجان رائے بٹالوی (اردو ترجمہ) ڈاکٹر ناظر حسن زیدی، لاہور

۲۶ مآثر الاُمرا مصنفہ صمصام الدولہ نواب شاہنواز خاں، اردو ترجمہ مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء

۲۷ تحفۃ الکرام از میر علی شیر قانع ٹھٹھوی

۲۸ تاریخ مخزن پنجاب از مفتی غلام سرور لاہوری، لاہور ۱۸۷۷ء

۲۹ مآثر الکرام از میر غلام علی آزاد بلگرامی، مرتبہ مولانا محمد عبدہ، مکتبہ احیاء العلوم اشرفیہ لاہور ۱۹۷۰ء

۳۰ اسرار التصوّف مصنفہ حکیم احمد علی خاں، لاہور ۱۸۹۳ء

۳۱ خزینۃ الاصفیاء (فارسی) مفتی غلام سروری لکھنؤ ۱۸۷۳ھ، ۱۹۰۲ء (بار دوم)

۳۲ حدیقۃ الاولیا (اردو) مفتی غلام سرور لاہوری، بار دوم، المعارف لاہور ۱۹۷۶ء

۳۳ تحقیقاتِ چشتی از مولوی نور احمد چشتی، حمیدیہ اسٹیم پریس ۱۹۰۱، لاہور

۳۴ تحقیقاتِ چشتی از مولوی نور احمد چشتی (احسان علی) پنجابی ادبی اکادمی، لاہور ۱۹۶۴ء

۳۵ گنج نامہ یا گنجینۂ سروری از مفتی غلام سرور لاہوری (دیال سنگھ لائبریری) نسبت روڈ، لاہور۔

۳۶ خزینۃ الاصفیا (اردو ترجمہ) علامہ اقبال احمد فاروقی، المعارف، لاہور۔

۳۷ مدینۃ الاولیا ر لاہور مصنفہ مؤرخ لاہور محمد دین کلیمؔ قادری، مطبوعہ اسلامک بک فاونڈیشن لاہور ۱۹۸۲ء

۳۸ تاریخ لاہور از رائے بہادر کنہیا لال - لاہور ۱۸۸۴ء

۳۹ ہسٹری آف لاہور از سید محمد لطیف (انگریزی) لاہور ۱۸۹۲ء اور ۱۹۵۶ء

۴۰ تذکرہ شعرائے پنجاب از لیفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید، کراچی ۱۹۶۸ء

۴۱ تذکرہ مشائخ قادریہ از مؤرخِ لاہور محمد دین کلیمؔ قادری، لاہور ۱۹۷۵ء ۱۹۸۶ء

۴۲ تذکرہ صوفیائے سندھ مؤلفہ اعجاز الحق قدوسی، کراچی، ۱۹۵۹ء

۴۳ نزہتہ الخواطر از مولانا عبدالحی (اردو ترجمہ) ۱۹۶۵ء لاہور

۴۴ شہزادہ داراشکوہ قادری کا لاہور سے عشق از محمد دین کلیمؔ لاہور (مقالہ) ۱۹۷۴ء

۴۵ تذکرہ حضرت میاں میرؒ قادری از پیر غلام دستگیر نامیؔ، لاہور ۱۹۵۸ء

۴۶ سوانح حضرت میاں میرؒ قادری مؤلفہ بشیر احمد چشتیؔ، تاجر کتب کشمیری بازار،
لاہور ۱۹۶۴ء

۴۷ حضرت میاں میرؒ از اقبال احمد، نذیر سنز پبلشرز، اردو بازار، لاہور۔

۴۸ تذکرہ صوفیائے پنجاب مؤلفہ اعجاز الحق قدوسی، لاہور، ۱۹۶۲ء

۴۹ تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی اردو ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی
۱۹۶۱ء

۵۰ ذکرِ جمیل مصنفہ محمود عالم ہاشمی، لاہور ۱۹۶۸ء

۵۱ تذکرہ اولیائے پاک و ہند مصنفہ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، دہلی۔

۵۲ تذکرۃ العلما والمشائخ از منشی محمد دین فوقؔ، لاہور ۱۹۲۰ء

۵۳ حدائق الحنفیہ از مولوی فقیر محمد جہلمی، لکھنؤ، ۱۸۸۶ء

۵۴ یادِ رفتگاں مؤلفہ منشی محمد دین فوقؔ ۱۹۰۹ء، اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور

۵۵ اماکن لاہور از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائیؔ، لاہور ۱۹۸۱ء

۵۶ تذکرہ حضرت شاہ بلاولؒ قادری (اللہ والوں کی قومی دُکان) کشمیری بازار

لاہور، ۱۹۰۸ء

۵۷ شہر لاہور دی تاریخ از کرنل بھولا ناتھ (پنجابی میں) ۱۹۳۳ء لاہور

۵۸ تاریخ کلانور اکبری (قلمی و کتابت شدہ نسخہ) مصنفہ محمد دین کلیم قادری، لاہور

۵۹ تاریخی عمارات (قدیم لاہور) پروفیسر محمد جمیل خاں۔ ایم اے، لاہور

۶۰ لاہور سکھوں کے عہد میں از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، لاہور ۱۹۶۴ء

۶۱ The Saints of Lahore by Prof Rasud-ul-Hanan.

۶۲ تذکرہ اولیائے ہند و پاک از مرزا محمد اختر دہلوی ۱۹۵۷ء

۶۳ نقوش، لاہور نمبر ۱۹۶۲ء، لاہور

۶۴ انوار الاصفیا از شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

۶۵ ملک العلماء (سوانح حضرت ملا عبدالحکیم سیالکوٹی) از محمد دین فوق، لاہور ۱۹۲۴ء

۶۶ لاہور عہدِ مغلیہ میں از منشی محمد دین فوق، لاہور ۱۹۳۷ء

۶۷ تذکرہ اولیائے لاہور مولفہ، محمد وارث کامل ۱۹۶۳ء

۶۸ بزرگانِ لاہور مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی، لاہور ۱۹۶۶ء

۶۹ اولیائے لاہور از محمد لطیف، ملک ایم اے ۱۹۶۲ء۔

۷۰ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا لاہور سے روحانی تعلق از محمد دین کلیم قادری
لاہور ۱۹۷۳ء۔

۷۱ مرکز علوم اسلامیہ لاہور اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی از محمد دین کلیم قادری، لاہور
۱۹۷۴ء

۷۲ سوانح حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری از میاں اخلاق احمد ایم اے ۱۹۷۵ء
لاہور۔

۷۳ تاریخ جلیلہ مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی، لاہور ۱۹۳۷ء، ۱۹۶۰ء

۷۴ رودِ کوثر مصنّفہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، ایم اے، ڈی لِٹ، لاہور ۱۹۷۰ء

۷۵ انوار الاولیا از ادارہ تصنیف و تالیف شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔

۷۶ عرس اور میلے از امان اللہ خاں امانؔ سرحدی، لاہور ۱۹۵۹ء

۷۷ ہمارا پنجاب مصنّفہ شیخ عزّت اللہ۔ لاہور ۱۹۵۷ء

۷۸ سوانح حضرت شاہ محمد غوثؒ قادری لاہور از پیر غلام دستگیر نامیؔ، لاہور ۱۹۶۲ء

۷۹ سرمایۂ عمر از پروفیسر محمد اسلم، صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۶ء

۸۰ لاہور کے اولیائے چشت مصنّفہ مورِخ لاہور محمد دین کلیمؔ قادری۔ لاہور دسمبر ۱۹۶۸ء

۸۱ بزمِ تیموریہ مصنّفہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے، اعظم گڑھ (یو۔ پی) ۱۹۴۸ء

۸۲ جوہرِ تقویم مرتبہ ضیاء الدین، لاہوری، لاہور ۱۹۸۳ء

۸۳ اذکارِ ابرار اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار (عہدِ جہانگیر کا ایک غیر مطبوعہ تذکرے کا نایاب نسخہ) مصنفہ محمد غوثی شطاری مانڈری، اُردو ترجمہ فضل احمد جیوری، المعارف، لاہور، ۱۹۷۶ء

۸۴ زیارت نبیؐ بحالتِ بیداری مصنفہ محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور، لاہور ۱۹۸۳ء

۸۵ ہفتاد اولیاء (سیر الاخیار) از علامہ شاہ مراد سُہروردی مارہروی (بحوالہ زیارتِ نبیؐ بحالت بیداری)

۸۶ مساجدِ لاہور از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، لاہور ۱۹۷۶ء

۸۷ ظفر نامہ شاہجہان مصنّفہ شمس العلما مولوی ذکاءاللہ دہلوی

۸۸ بادشاہنامہ مؤلفہ محمد امین قزوینی۔

۸۹ شاہجہان نامہ مؤلفہ عنایت خاں آشناؔ۔

۹۰ عُمدۃ التواریخ مصنّفہ لالہ سوہن لال سُوری۔

91 مرآۃ العالم مؤلفہ بختاور خاں، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور تصنیف

۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۸ء

92 طبقاتِ اکبری مصنفہ ملّا نظام الدین احمد۔

93 تاریخ کشمیر اعظمی مصنفہ محمد اعظم دیدہ مری، کشمیر ۱۹۳۷ء

94 نسخہ احوال شاہی مؤلفہ توکل بیگ (نسخہ خطی برٹش میوزیم)

95 احوال و آثار ملّا شاہ بدخشی از زمرد، مقالہ برائے پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی، لاہور

96 رباعیات ملّا شاہؒ از ملّا شاہ بدخشیؒ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور۔

97 حیات شیخ عبد الحقؒ محدث دہلویؒ تصنیف خلیق احمد نظامی، ۱۹۵۳ء، دہلی۔

98 حضرت بی بی پاکدامناںؒ اور ان کی تاریخی حیثیت از مؤرخ لاہور محمد دین کلیم

قادری، لاہور۔

99 اسرارِ خودی از ترجمانِ حقیقت علامہ سر محمد اقبال، لاہور ۱۹۷۵ء

100 سیرت غوثِ اعظمؒ مصنفہ ابو البیان محمد داؤد بن مولانا نور احمد امرتسری، لاہور

۱۹۸۱ء طبع دوم)

101 ہمارے ولی مصنفہ احمد مصطفےٰ صدیقی راہی، خیام پبلشرز، اردو بازار، لاہور

۱۹۸۰ء

102 تاریخ پنجاب مصنفہ شمس العلما خان بہادر سید محمد لطیف، لاہور ۱۸۸۸ء

103 عمل صالح (شاہجہان نامہ) مصنفہ محمد صالح کنبوہ لاہوری، اردو ترجمہ ڈاکٹر ناظر حسن

زیدی، لاہور۔

104 قصص الاولیا مرتبہ صوفی وارثی میرٹھی۔ جہانگیر بک ڈپو۔ لاہور

105 رسالہ "گلِ خنداں"، لاہور۔ (یزدگانِ دین نمبر۔ ملک سراج دین اینڈ سنز کشمیری

بازار، لاہور ۱۹۶۲ء

١٠٦ مقالات مولوی محمد شفیع جلد دوم مرتبہ احمد ربانی ایم اے، لاہور ١٩٧٢ء

١٠٧ مقالات مولوی محمد شفیع (خان بہادر) جلد چہارم مرتبہ احمد ربانی، ایم اے، مجلس ترقی ادب لاہور ١٩٧٢ء

١٠٨ احوال و آثار (لاہور کے تین قادری بزرگ) مصنفہ پروفیسر غلام سرور رانا، لاہور۔ ١٩٨١ء

١٠٩ "تاریخ مسلم تہذیب و تمدن پاک و ہند" مصنفہ شیخ محمد اکرام،
History of Muslim civilization in Pakistan and India.

١١٠ عرفان مصنفہ حضرت فقیر نور محمد سروری قادری ثم کلاچوی۔

١١١ جہانگیر اور لاہور (مقالہ) از مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری، لاہور ١٩٧٥ء

١١٢ D-ara Shikoh (The Magnificent Prince) by Moin-ud Din (LAHORE), 1966-

١١٣ شریف التواریخ جلد اول، مصنفہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی، جلد اول، لاہور ١٩٧٩ء۔

١١٤ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ٩، لاہور ١٩٧٢ء

١١٥ اردو انسائیکلوپیڈیا (فیروز سنز لاہور) ١٩٦٢ء

١١٦ عبرت نامہ مصنفہ مفتی علی الدین خلف مفتی خیر الدین، لاہوری، پنجابی ادبی اکیڈیمی لاہور ١٩٦١ء۔

١١٧ ظفر نامہ رنجیت سنگھ مولفہ دیوان امرناتھ۔

١١٨ مراۃ الاسرار مولفہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری جلد دوم صوفی فاؤنڈیشن۔ لاہور ١٩٨٢ء

١١٩ نسخہ احوال شاہی (حالات ملا شاہ بدخشی) مصنفہ توکل بیگ۔ کتب خانہ برٹش میوزیم لندن (بحوالہ مجددی)

تصنیفاتِ مؤرخِ لاہور

محمد دین کلیم قادری

مدینۃ الاولیاء لاہور پر مؤرخِ لاہور محمد دین کلیم قادری کے تقریباً ۷۰ اسے زائد مطبوعہ کُتب کتابچے، پمفلٹ اور مقالہ جات ہیں اور بہت سی غیر مطبوعہ کتب و مقالہ جات ہیں۔ ان سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔

۱ لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں ۱۹۶۸ء

۲ لاہور کے اولیائے چشت ۱۹۶۸ء

۳ لاہور کے اولیائے سہرورد ۱۹۶۹ء

۴ حضرت پیر مکیؒ لاہوری ۱۹۶۹ء

۵ حضرت عبداللہ شاہؒ بلوچ مزنگوی ۱۹۷۱ء

۶ حضرت سیّد جان محمد حضوریؒ ۱۹۷۱ء

۷ حضرت شاہ چراغؒ گیلانی ۱۹۷۲ء

۸ حضرت سیّد میر محمود شاہؒ ۱۹۷۲ء

۹ حضرت شیخ ابو اسحاق قادریؒ ۱۹۷۲ء

۱۰ حضرت شیخ محمد سلطانؒ کاشمیری ۱۹۷۲ء

۱۱ لاہور کے قرآنی نوادرات ۱۹۷۲ء

۱۲ لاہور میں عرس غوث الاعظمؒ کی تقریبات وجلوس ۱۹۷۲ء
۱۳ لاہور میں عید میلاد النبیؐ کی تقریبات وجلوس ۱۹۷۲ء
۱۴ حضرت بی بی پاکدامنانؒ لاہور کی تاریخی حیثیت ۱۹۷۲ء
۱۵ مدینۃ الاولیاء لاہور اور حضرت مجدد الف ثانیؒ ۱۹۷۳ء
۱۶ لاہور کی تاریخی مساجد جن کا اب نام و نشان تک باقی نہیں رہا ۱۹۷۳ء
۱۷ قدیم لاہور ۱۹۷۳ء
۱۸ شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی کا لاہور سے رُوحانی تعلق ۱۹۷۳ء
۱۹ تذکرہ مشائخ قادریہ
۲۰ مرکز علوم اسلامیہ لاہور اور ملا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی۔
۲۱ لاہور کے قدیم دینی مدارس
۲۲ غزنوی عہد کے لاہوری صُوفیا و علماء
۲۳ سوانح حضرت عبداللہ صحرائی قادریؒ شطاری لاہوری
۲۴ تذکرہ حضرت داتا گنج بخشؒ
۲۵ تذکرہ حضرت میاں میرؒ قادری
۲۶ سوانح حضرت گھوڑے شاہ بخاریؒ لاہوری
۲۷ لاہور میں موسم بہار کی رنگینیاں
۲۸ رئیس البلاد لاہور میں آنحضرتؐ سے منسوب تبرکات
۲۹ حضرت پیر سیالؒ لاہور میں
۳۰ تاریخ کلانور اکبری (قلمی کتابت شدہ)
۳۱ لاہور کے جنت اہلِ بہشت
۳۲ مقبرہ نواب بہادر خاں

۳۳ حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کا لاہور سے رابطہ
۳۴ برصغیر میں خانوادۂ فاروقیؓ کی خدمات۔
۳۵ برصغیر پاک و ہند میں حضرت امام اعظمؒ کی اولاد
۳۶ حضرت امیر ملتؒ اور لاہور
۳۷ لاہور کے شیعہ عالم
۳۸ خواجہ غریبؒ نواز لاہور میں۔
۳۹ پاکستان میں حضرت صدیق اکبرؓ کی اولاد امجاد میں۔
۴۰ لاہور کے نعت گو شعراء
۴۱ لاہور میں شاہجہانی دور کی مساجد
۴۲ باغبان پورہ کی قدیم تاریخی مساجد
۴۳ شہزادہ دارا شکوہ قادری کا لاہور سے عشق
۴۴ لاہور کی ایک میناری مساجد
۴۵ لاہور میں مسجد نبوی کے نمونے
۴۶ عہد ناظمان لاہور کی یادگاریں
۴۷ لاہور کے متنازعہ فیہ آثار قدیمہ
۴۸ لاہور کے قابل مرمت مزار و آثار
۴۹ کشف المحجوب کے قدیم و جدید نسخہ جات
۵۰ لاہور میں مدفون اولیائے نقشبند
۵۱ لاہور میں مدفون صوفیائے سہرورد
۵۲ لاہور کی عید کا تاریخی پس منظر
۵۳ شہنشاہ جہانگیر اور لاہور

۵۴ صاحب تصنیف بزرگانِ لاہور

۵۵ قطب الارشاد لاہور

۵۶ جنگِ آزادی، ۱۸۵۷ء میں لاہور کا کردار

۵۷ لاہور میں نقاشی کی کہانی۔

۵۸ تحریکِ پاکستان میں علماتے لاہور کا حصہ

۵۹ کتبات عمارات، لاہور

۶۰ اندرون دہلی دروازہ، لاہور

۶۱ دہلی دروازے سے ریلوے سٹیشن تک۔

۶۲ لاہور میں کاشی کاری کا عروج و زوال

۶۳ لاہور کا اوّلین قادری مبلّغ اسلام

۶۴ لاہور کی شاہی عمارات کے کتبات

۶۵ دنیا کے نامور صدیقی بزرگ

۶۶ لاہور میں عہد مغلیہ سے قبل کے آثار

۶۷ لاہور عہد اکبر میں

۶۸ لاہور کا محرم الحرام

۶۹ لاہور کے میلے۔

۷۰ لاہور کے قدیم حمام

۷۱ لاہور کا پہلا مبلّغ اسلام

۷۲ لاہور کے امام باڑے۔

۷۳ لاہور میں مدفون ایک مجاہد بادشاہ،

۷۴ لاہور میں اہلِ سُنّت کی درس گاہیں۔

۷۵ لاہور میں اہل بیت کے تبرکات
۷۶ لاہور کی تاریخی مساجد
۷۷ علامہ اقبال سے معززین لاہور کے روابط
۷۸ اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کا لاہور پر فیضان
۷۹ بادشاہی مسجد لاہور
۸۰ مسجد شہید گنج لاہور
۸۱ نئی انارکلی لاہور
۸۲ شالامار باغ لاہور
۸۳ حضرت پیر بڈھن شاہؒ نقشبندی کلانوری
۸۴ تذکرہ حضرت حافظ برکت علی قادریؒ
۸۵ حضرت مجدد الفؒ ثانی کا قادری سلسلۂ طریقت
۸۶ سوانح مرشدی سلسلہ نقشبندیہ۔
۸۷ اقبال حضرت نظام الدین اولیاؒ کے حضور۔
۸۸ علامہ اقبالؒ کی خواجگانِ چشت سے عقیدت۔
۸۹ اقبالؒ اور حضرت داتا گنج بخشؒ۔
۹۰ علامہ اقبالؒ اور مخدوم الملک غلام میراں شاہ گیلانی
۹۱ اقبالؒ اور نقش بندی بزرگان
۹۲ اقبالؒ اور قادری صوفیائے کرام
۹۳ فصیل شہر لاہور سے سرکلر روڈ تک
۹۴ حضرت سید احمد سعیدؒ کاظمی اور لاہور
۹۵ گڑھی شاہو ۔ لاہور

۹۶ تذکرہ حضرت شاہ جمال رح لاہوری۔

۹۷ تائید اعظم لاہور میں۔

۹۸ محدّث اعظم ہند حضرت سیّد محمّد کچھوچھوی۔

۹۹ تذکرہ حضرت پیر سائیں محمّد صادق نقشبندی۔

۱۰۰ نورانی تذکرہ (قلمی)

اللہ

حضرتِ شیخ میاں میرؒ ولی
ہر خفی از نورِ جانِ او جلی
تربتش ایمانِ خاکِ شہرِ ما
مشعلِ نورِ ہدایت بہرِ ما

علامہ اقبالؒ